شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

شہزادیاں



مؤلف

مولانا محمد عبد المعبود مدظلہ

بہ اہتمام ونگرانی

شیخ الحدیث مولانا

عبد القیوم حقانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد • نوشہرہ • کے پی کے • پاکستان

شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

شہزادیاں

مؤلف: مولانا محمد عبد المعبود مدظلہ

باہتمام و نگرانی

شیخ الحدیث مولانا عبد القیوم حقانی

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد • نوشہرہ • کے پی کے • پاکستان

نام کتاب ________ شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادیاں

مؤلف ________ مولانا محمد عبدالمعبود

بہ اہتمام ونگرانی ________ مولانا عبدالقیوم حقانی

ضخامت ________ 492 صفحات

تعداد ________ 1000

تاریخ طباعت اوّل ________ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ/مئی 2006ء

تاریخ طباعت دوم ________ جمادی الاوّل ۱۴۴۱ھ/جنوری 2020ء

ناشر ________ القاسم اکیڈمی' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس' خالق آباد نوشہرہ، سرحد، پاکستان

رابطہ نمبرز 0346401613----0301-3019928

ملنے کے پتے

- ☆ صدیقی ٹرسٹ' صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک کراچی
- ☆ جدید مکتبہ رشیدیہ ...... محلہ جنگی ...... پشاور
- ☆ مکتبہ رشیدیہ ...... سردار پلازہ......اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
- ☆ مکتبہ فاروقِ اعظم' اوقاف پلازہ باچہ خان چوک چارسدہ
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید، ۱۰ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

درود ابراہیمی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اللّٰھم صل علی سیدنا محمدن النبی الامی وازواجہ امہات المؤمنین وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علی ال ابراھیم انک حمید مجید

انتساب

میں اپنی اس کتاب ”شاہ کونین کی شہزادیاں رضی اللہ عنہن“ کو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں، جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کو حقیقی بیٹیوں کی طرح پیار دیا۔ مادر مہربان کی طرح ان کے سر پر دست شفقت رکھا۔ ان کی تربیت و پرورش کا فریضہ احسن طور پر ادا کیا اور ان کی ”خانہ آبادی“ میں بھرپور تعاون کیا۔

انہیں ”ماںتا“ سے محرومی کا احساس تک نہیں ہونے دیا اور دنیا کے اس تاثر کو زائل کر دیا کہ ”سگی ماں“ اور ”ماتر“ کے درمیان فاصلے اور دوری ہوتی ہے اور چاروں شہزادیاں بھی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اکرام واحترام ماں سے بڑھ کر کرتی تھیں۔

بندہ بے نوا

محمد عبدالمعبود عفا اللہ عنہ

رجب ۱۴۲۵ھ

آئینہ کتاب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی وازواجہ امھات المؤمنین وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید

تقدیم

الحمد لحضرۃ الجلالۃ والصلوۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ

اللہ جل شانہ نے کائنات اور اس کی ساری رونقیں شجر وحجر، جمادات ونباتات، دن اور رات، چاند، سورج، ستارے، کہکشاں، ہفت افلاک، عرش وکرسی، لوح وقلم، پرندے و چرندے، درندے، ارض وحشرات الارض، رینگنے والی مخلوق، چلنے والی مخلوق، اڑنے والی مخلوق، خشکی میں بسنے والی پانی میں رہنے والی مخلوق بنائی۔ اور ہر مخلوق کا علیحدہ علیحدہ نظام بنایا۔ فرشتے بنائے اور ان کا پورا نظام قائم کیا۔

مگر کسی مخلوق کو عبد نہیں کہا یہ شرف صرف انسان کو حاصل ہے کہ ان میں کوئی عبد الرحمٰن ہے اور کوئی عبد المعبود ہے۔ انسان کو عقل عطا فرما کر تمام مخلوق سے ممیز کر دیا۔ انبیائے کرام کو وحی عطا فرما کر تمام انسانوں سے ممتاز کر دیا اور برگزیدہ بنا دیا اور تمام انبیاء و رسل میں چار کو کتاب عنایت فرما کر اولو العزم کر دیا اور ان چار میں سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دے کر سید المرسلین وامام الانبیاء شافع محشر ساقی کوثر کے منصب رفیع پر فائز فرمایا۔

اس وقت جس کتاب کا آپ کی نظر طواف کر رہی ہے۔ یہ اسی انسان کامل شہ کونین باعث تخلیق کائنات کی صاحبزادیوں کے تذکرہ خیر پر مشتمل ہے۔ تذکرہ کیا لکھا ہے پڑھتے جایئے اور آگے بڑھتے جایئے۔ روانی بھی ہے اور مصنف کی جانفشانی بھی۔ سلاست بھی ہے اور حلاوت بھی۔ انداز فاضلانہ اور محققانہ ہے۔ جرح بھی ہے اور تعدیل بھی۔

فریق باطلہ کو بنات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد میں ابہام ہے۔ اس لیے وہ آمادہ اوہام ہے۔ بات وہیں سے شروع کی گئی ہے۔ فرقہ اوہام کو چار میں صرف ایک پر اصرار ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہی اصل صاحبزادی ہیں باقی صلبی نہیں ہیں۔ دلیل کچھ بھی نہیں۔ زیر نظر کتاب میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ باقی تینوں شہزادیاں بھی آپ کی صلبی اولاد

ہیں۔ پہلی دلیل قرآن سے دوسری احادیث سے دے کر ثابت کیا گیا ہے۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔

ترجمہ:...... ”بلاؤ پاک بیٹیوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے۔ اللہ کے ہاں انصاف ہے۔“

حدیث سے دلیل دیتے ہوئے فاضل مصنف لکھتے ہیں:

”جس نے اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا یا اپنے آقا کے سوا کسی اور کی طرف منسوب ہوا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی پے در پے لعنت روز قیامت تک رہے گی۔“

آخر میں محاکمہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ان واضح ہدایات کی روشنی میں کیسے ممکن ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، امہات المومنین رضی اللہ عنہن ان لے پالک بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں کہتے رہیں اور اپنی طرف منسوب کرتے رہیں۔ اسلام کے اس انقلابی اعلان کے بعد زید بن حارث، زید بن محمد نہیں کہلائے جا سکتے، تو یہ سیدات مطہرات رضی اللہ عنہن بروئے اعتراض فرقہ اوہام کسی اور کی بیٹیاں ہو کر کیسے بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلا سکتی ہیں۔ دراصل سراسر اہل بیت، رسالت اور خود سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان اور ان پر اتہام و بہتان عظیم ہے۔

اس کے بعد اہل حق کے مؤقف کی تائید میں قرآن کی مشہور آیت کریمہ کو نص قطعی سے استدلال فرماتے ہوئے مخالفین کے ترجمہ سے ثابت کرتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ...... الآخرۃ

ترجمہ:...... فرمان علی: اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ.................. یعنی قرآن لے پالک بیٹی یا بیٹے کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے بلانے کو ارشاد فرماتا ہے۔ وہ یہاں جمع کا صیغہ ارشاد فرما کر کہہ رہے ہیں۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک بیٹی نہیں بلکہ چار ہیں، تبھی تو بنات فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ

قرآن کے احکام کی خلاف ورزی کی جسارت وہی کرسکتا ہے جس کا قرآن پر ایمان نہ ہو اور جو قرآن کی تحریف کا قائل ہو۔

غرض کہ بحث کو مکمل کرنے کے لیے کئی صفحات تک پھیلا دیا ہے۔ عاقل کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے، لیکن معاملہ غیر عاقلین سے تھا، اس لیے بحث طوالت اختیار کر گئی ہے۔ اس کے بعد سب سے پہلے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح، دینی خدمات، آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار کی مخلصانہ خدمات کا تذکرہ، تمام تذکرے باحوالہ پھر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت کا کربناک واقعہ، آپ رضی اللہ عنہا کا مدینہ میں ورد مسعود، آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد امجاد، آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے اور بیٹی کا دلنشین تذکرہ اور آخر میں سیدہ رضی اللہ عنہا کے سانحہ ارتحال، جنازہ، تدفین کے سارے مراحل کو انتہائی تفصیل کے ساتھ حوالوں کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اس بات میں کتاب کو کتاب آخر بنانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

اسی طرح سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ مکمل تفصیل کے ساتھ امام اوہام کا رد کرتے ہوئے دلائل و براہین کی روشنی میں حوالوں کی عرق ریزی کے ساتھ آگے بڑھتے گئے ہیں تاکہ اعتراضات کالعدم ہوجائیں، اوہام مدھم ہوجائیں، دشنام ختم ہوجائیں، بعدازاں تفصیلی جرح وتعدیل کے بعد تذکرہ شروع کرتے ہیں شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا۔ یہاں بھی دلائل کا وہی رنگ ہے، جن سے باطل فرقہ تنگ ہے۔ اسی تفصیل سے تعدیل سے تسہیل سے چلے ہیں۔ قرآنی دلائل کی تعمیل میں حوالہ جات کی تکمیل میں منزل بہ منزل رواں دواں ہیں۔

آخر میں تذکرہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا، جس میں علامہ اقبال شاعر مشرق کے گلہائے عقیدت شامل کرکے چار چاند لگا دیئے گئے ہیں۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوہ کامل بتول

اس تذکرے کو بھی سانحہ ارتحال تک لے چلے ہیں، بلکہ اس سے بھی بہت آگے لے گئے ہیں۔ دقیق و عمیق ابحاث پر مشتمل یہ تذکرے اتنے مکمل ہیں کہ امید ہے کہ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکلے گا۔ نایاب تحفہ ہے تحفہ اثناء عشریہ کے بعد اس کتاب کا بھی جواب مشکل ہو جائے گا۔ مخدوم و مکرم حضرت مولانا علامہ محمد عبدالمعبود صاحب بزرگ عالم دین، محقق، مصنف، صاحب قلم ادیب و مؤرخ اور قرطاس قلم کے حوالہ سے معروف، معتمد اور علمی وادبی دنیا میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ تاریخ مکۃ المکرمہ، تاریخ مدینۃ المنورہ، شمائل و خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت امہات المومنین رضی اللہ عنہن موصوف کے لافانی علمی وادبی اور سیرت کے حوالے سے تاریخی شاہکار رشحات قلم ہیں۔

اس کے علاوہ بھی دسیوں کتابیں موصوف کے قلم گوہر بار سے منصۂ شہود پر آچکی ہیں اور اب ''شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادیاں'' حضرت علامہ موصوف کی جدید علمی تاریخی اور عظیم تحقیقی کاوش ہے، جو مکمل ہو کر منظر عام پر آنا چاہتی ہے۔

حضرت کے حکم پر حقیر و فقیر اور گناہ گار طالب العلم کو بھی چھپنے سے پہلے بالاستیعاب استفادہ کا موقع مل رہا ہے۔ سوانح کا ہر باب جامع مکمل اور تحقیق وادب کا بہترین نمونہ ہے۔ ماشاءاللہ کتاب میں درج ہر ایک بات باحوالہ ذکر ہوئی ہے۔ ہر بات کے ساتھ اصل کتاب کی عبارت، اس کتاب کا نام، جلد نمبر اور صفحہ نمبر بھی درج ہے۔ اس سے حضرت مؤلف کی محنت وجد وجہد اور کتاب کی علمی عظمت اور محققانہ قدر و قیمت واضح ہو جاتی ہے۔

مصنف کافی عرصے سے لکھ رہے ہیں، مگر جو جولانی قلم جودت طبع حقائق کی روشنی، دقائق کی تشریح اس میں ہے وہ اس موضوع کے سخن فہم جانتے ہیں، اس لیے یہ کتاب ہر اس مقرر کے پاس ہونی چاہیے جو اس میدان کا شاہ سوار ہے اور اوہام سے برسر پیکار ہے۔ ہر

اس مصنف کے پاس اس کا ایک نسخہ ضرور ہونا چاہیے جو اس میدان میں قدم رنجہ فرما چکا ہے۔ یہ کتاب قلوب کو منور کرنے والی ہے۔ دلوں کو مسخر کرنے والی ہے۔ اس کا مضمون نہایت عالی ہے، جس کے لیے پوری کائنات بنائی گئی ہے۔ یہ ان کی صاحبزادیوں کی طرف داری میں ہے۔ مصنف کے لیے عظیم ذخیرہ آخرت اور صدقہ جاریہ تیار ہو چکا ہے۔ اللہ کریم ان کو ابدی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے اور ہمیں بھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحبہ اجمعین

عبدالقیوم حقانی
خادم جامعہ ابوہریرہ
خالق آباد، نوشہرہ

نقش اولین

الحمد للہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء۔ امابعد!

اسلامی معاشرہ میں نیک سیرت اور پاکباز خواتین کی سیرت واخلاق انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ خاندانی عظمت کا اجاگر کرنا۔ تربیت اولاد میں مثالی کردار اور عبادت وریاضت سے قربت خداوندی حاصل کرنا نیک سرشت...... خواتین کا خاصا ہے۔

خاندان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بنات طاہرات سیدہ رقیہ، سیدہ زینب، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن کا مقام انتہائی بلند اور شان بے حد اعلیٰ وارفع ہے، جن کی تعلیم وتربیت محسن انسانیت صاحب خلق عظیم سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرہون احسان ہے۔ بنات سیدات کی مقدس زندگی کے پاکیزہ نقوش حیات دختران اسلام کے لیے مینارہ نور ہیں۔ ان کی پیروی اور اتباع دنیوی واخروی فلاح وکامرانی کی ضامن ہے۔ ان برگزیدہ بنات طیبات، صالحات وقانتات شہزادیوں رضی اللہ عنہن کا بچپن، جوانی، شادی، خانہ داری، عبادت وریاضت، زہد وقناعت، جودوسخا، جذبہ خدمت خلق، تربیت اولاد، اعزہ واقرباء کے ساتھ حسن معاشرت غرض ہر مرحلہ حیات کے لیے ان کی مقدس زندگیاں قابل تقلید اور لائق صد تحسین ہیں۔

معاشرتی خرابیوں کی بیخ کنی اور نکاح وجہیز کی فرسودہ اور جاں گداز رسومات کی اصلاح کے لیے "شاہ کونین کی شہزادیوں" کے نکاح اور جہیز کا ایمان افروز تذکرہ مسلمان دوشیزگان اور ان کے والدین کے لیے مشعل راہ ہے۔ ان شہزادیوں کی خصائل وفضائل اخلاق اور روحانی امراض کی اصلاح وفلاح کے لیے بے حد مؤثر اور مفید ہیں۔

بنات طاہرات رضی اللہ عنہن نے اسلامی شعار کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر سادہ، پُرکیف اور راحت وسکون والی زندگی بسر فرمائی تھی۔ وہ مسلمان لڑکیوں اور ان کے خاندان کے لیے درس عبرت ہے۔ "شہزادیوں" کی تہذیب وشائستگی کے جرأت افزا واقعات اسلامی معاشرہ

کومہذب بنانے میں مددگار ثابت ہوں گے۔

علاوہ ازیں قرآن وحدیث اور کتب انساب اور تاریخ کے محکم دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ چاروں سیدات مطہرات رضی اللہ عنہن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں اور تاثر و تصور قطعی طور پر غلط، باطل، بلا دلیل اور بے بنیاد ہے کہ تین بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی نہیں لے پالک ہیں بلکہ شیعہ کی معتبر کتب سے بھی چار صاحبزادیوں کے حوالہ جات پیش کرکے ان ہی کے باطل عقیدہ کو واضح کیا گیا ہے۔ "بنات طیبات و طاہرات رضی اللہ عنہن" کی تابناک سیرت و سوانح روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اہل بیت اطہار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کے باہم خوشگوار تعلقات تھے۔ ایک دوسرے کی عزت و احترام اور تعظیم و تکریم بجالاتے اور آپس میں شیر و شکر تھے۔ باہم کوئی اختلاف، ناراضی، ناچاکی اور کدورت ہرگز نہ تھی۔

بالخصوص خاتون جنت سیدۃ النساء جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید فاطمہ رضی اللہ عنہا امیر المومنین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی اور خوش تھیں۔ بالفرض اگر وقتی طور پر کوئی رنجش ہوئی تو پھر راضی ہو کر دل سے غبار دور کر دیا۔ مالی معاملات کو پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں جو شبہات پائے جاتے ہیں وہ کافور ہو جائیں۔

اللہ رب العزت اس خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہر خاص و عام کی ہدایت کا ذریعہ اور راقم الحروف کے لیے توشہ آخرت بنائے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بندہ بے نوا

محمد عبد المعبود عفا اللہ عنہ

جامع مسجد پھولوں والی، رحمٰن پورہ، راولپنڈی

رجب المرجب ١۴٢۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ اما بعد!

شاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادیوں کے فضائل و مناقب اور سیرت طیبہ کا تذکرہ اس بات کا متقاضی ہے کہ جس خانوادہ کی یہ چشم و چراغ ہیں، جس گلستان کی یہ مہک، نزہت اور بانکپن ہیں، جس چمن کے یہ مشک بیز، خوشنما پھول ہیں اور جس گلستان کی یہ بہار، زیبائش اور آرائش ہیں۔ اس کا ذکر خیر، مبداء کلام، دیباچہ اور پیش لفظ کے طور پر زینت قرطاس بنانا اولین فرض ہے کیونکہ درخت اپنے پھل سے، شاخ اپنے پھول سے اور والدین کی پہچان اور شناخت اولاد سے ہوتی ہے۔ سرور کائنات رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے:

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِيْهِ

''بیٹا والد کا آئینہ دور ہوتا ہے۔''

اور یہ تمثیل بھی برمحل صادق آتی ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ

لہٰذا نہایت اختصار کے ساتھ تبرکاً ''شہزادیوں'' کے والدین کریمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر پیش کیا جاتا ہے۔

شجرہ طیبہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن کلاب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان[1] بن اود بن المقوم بن تارح بن یشجب بن یعرب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام۔[2]

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۳ باب مبعث النبی باب بنیان الکعبہ

[2] فتح الباری ج ۷ ص ۱۶۲ کتاب المناقب باب نمبر ۲۸

ظہور قدسی

ولادت باسعادت

سید الانبیاء والمرسلین، صاحب قاب قوسین، محبوب رب العالمین، رحمت العالمین، سراج منیر، شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ ۹ ربیع الاول ۲۹ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی۔[۱]

ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا

اسم گرامی

نام خدیجہ، کنیت ام ہند اور لقب طاہرہ تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا "طاہرہ" جیسے مبارک لقب سے اس زمانہ میں سرفراز ہوئیں جب جاہلیت کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا تھا[۲] اور عورتوں کی عزت وناموس داؤ پر لگائی جاتی تھی۔

ولادت باسعادت

ولدت قبل الفيل بخمس عشرة سنة[۳]

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت عام الفیل سے پندرہ سال پہلے مکہ میں ہوئی تھی۔ اس طرح ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۶۸ سال قبل آپ رضی اللہ عنہا پیدا[۴] ہوئیں۔ جبکہ اس وقت سن عیسوی ۵۵۶ء تھا۔[۵]

---

۱ سیرت النبی ج ۱ ص ۱۰۸

۲ استیعاب ج ۲ ص ۷۹ ۲ زرقانی ج ۱ ص ۲۷۳ جدید

۳ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۶۲ عنوان ذکر تزویج رسول اللہ خدیجہ

۴ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۶۲

۵ جنت کی بشارت پانے والی خواتین، صفحہ ۱۶

سلسلہ نسب

سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ بن کلاب بن مروہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ۔[۱]

سیدہ کے باپ اور ماں دونوں قریشی النسل تھے اور یوں سیدہ نہ صرف نجیب الطرفین تھیں بلکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی یک جدی بھی تھیں۔ سیدہ خدیجہ بنت فاطمہ بنت زاہد بن الاصم ابن رواحہ حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی بن غالب بن فہر۔[۲]

پاک دامن خاتون رضی اللہ عنہا

پاکیزگی اور برکت کے دامن تابدار میں خلوص و ایثار کی بلند بالا چوٹیوں پر ہم اپنی تقدس مآب ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سیرت مقدسہ کے ظلِ عاطفت میں خوش بختی کے ساتھ زندہ ہیں۔

سیدہ نے فضائل کے ساتھ آراستہ و پیراستہ اور آداب کے ساتھ مزین ہوکر پرورش کے مراحل طے کیے۔ عفت، شرف و مجد اور کمال سے متصف ہوئیں۔ یہی وہ پاکیزہ صفات اور عمدہ اخلاق تھے جن کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی خواتین میں ''طاہرہ'' جیسے ذی وقار لقب سے متصف ہوئیں۔

ازدواجی زندگی

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آنے سے قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دو خاوندوں سے بیوہ ہوچکی تھیں اور اس پر مؤرخین متفق ہیں اور بعض نے تین شوہر ذکر کیے ہیں۔ اسی طرح مؤرخین کے نزدیک اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ پہلا عقد عتیق بن عائذ المخزومی

۱۔ سیرت ابن ہشام ج۱ ص ۲۲۴

۲۔ سیرت ابن ہشام ج۱ ص ۲۰۱

سے ہوا یا ابو ہالہ نباش بن زرارہ الاسدی سے۔

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ المروزی، المتوفی ۸۸۹ء، ۲۷۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیق المخزومی سے ہوا اور ایک بیٹی اس سے پیدا ہوئی۔ اس کے بعد ابو ہالہ نباش بن زرارہ الاسدی سے ہوا، جو زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوا اور بیٹا ہند بن ابی ہالہ پیدا ہوا۔[1]

امام الحافظ ابی عمر ابن عبداللہ بن محمد عبدالبر بن عاصم القرطبی المالکی المتوفی ۴۶۳ھ رقمطراز ہیں:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے ابو ہالہ بن زرارہ بن نباش بن عدی بن حبیب بن صرف بن سلامہ بن جروہ بن اسید بن عمرو بن تمیم التمیمی کے نکاح میں تھیں۔

''زبیر'' نے بھی اسی طرح نسب بیان کیا ہے جبکہ الجرجانی کہتے ہیں:

ابی ہالہ ہند بن النباش بن زرارہ بن وقدان ابن حبیب بن سلامہ بن عدی بن جروہ بن اسید بن عمرو بن تمیم۔

زبیر اور جرجانی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ابو ہالہ سے صرف ایک بیٹا ہند پیدا ہوا ہے۔ پھر ابو ہالہ کے بعد انہوں نے عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے نکاح کیا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پہلے عتیق بن عائذ سے اور اس کے بعد ابو ہالہ ہند بن زرارہ سے نکاح کیا۔

والقول الاول الاصح، ان شاء اللہ[2]

''اور ان شاء اللہ پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔''

یعنی پہلے عتیق سے اور بعد میں ابو ہالہ سے نکاح ہوا۔

علامہ عزالدین ابی الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی

---

[1] الاستیعاب برحاشیہ الاصابہ ج ۴ ص ۲۷۹ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۳۴

[2] الاستیعاب برحاشیہ الاصابہ ج ۴، ۲۷۹ھ

المعروف بابن الاثیر المتوفی ۶۳۰ھ نے بھی یہی ترتیب بیان کی ہے اور اس کے بعد کہتے ہیں:

یونس بن بکیر ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ پہلا نکاح عتیق بن عائذ سے ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد ابو ہالہ النباش سے ہوا اور عتیق سے ایک بیٹی ہند نامی پیدا ہوئی۔ اور ابو ہالہ سے بھی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہالہ بن ابی ہالہ تولد ہوئے۔

لیکن یہ روایت تو زبیر کی ہے اور ابو عمر نے جو روایت زبیر سے نقل کی ہے وہ اس کے برعکس ہے۔ اس کے مطابق پہلا نکاح ابو ہالہ سے اور دوسرا عتیق سے ہوا۔ اسی طرح ابو نعیم نے زبیر سے جو روایت نقل کی ہے اس میں عتیق کے بعد ابو ہالہ کا ذکر ہے۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ دونوں روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اکثریت اسی کے قائل ہیں کہ پہلا نکاح ابو ہالہ اور دوسرا عتیق سے ہوا تھا۔"[2]

مشہور شیعہ مجتہد علامہ ملا باقر مجلسی بھی اسی کی تائید میں لکھتے ہیں:

ترجمہ:...... "شیخ طبرسی و دیگران روایت کردہ اند کہ پیش از آن کہ حضرت او را تزویج نماید عتیق بن عائذ مخزومی او را تزویج کردہ بود و از او دختری بہم رسانید بعد از او ابو ہالہ اسدی او تزویج کرد و ہند بن ابی ہالہ را از او بہم رسانید۔"[3]

شیخ طبرسی اور دیگر علماء (شیعہ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عتیق بن عائذ مخزومی کے نکاح میں تھیں اور اس شوہر سے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد ابو ہالہ اسدی سے نکاح کیا اور ہند بن ابی ہالہ لڑکا اس سے تولد ہوا۔

تجارت

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم بھی انتقال کر گئے اور شوہر بھی داغ مفارقت دے چکے

۱۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۳۴ھ

۲۔ الاصابہ ج ۴ ص ۲۸۱ھ

۳۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۵۹۵ھ باب ۵۲ھ

تھے، جس کے باعث سیدہ رضی اللہ عنہا کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

اس وقت کے عرب معاشرہ میں ایک عورت کے لیے تجارت کرنا نہایت مشکل تھا، چونکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کا ذریعہ معاش تجارت تھا، اس لیے آپ نے اپنی تجارت کی خودنگرانی کی اور اپنے اعزاء واقارب کو معاوضہ دے کر مال تجارت کے لیے بھیجتی تھیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دولت وثروت اور شریفانہ وکریمانہ اخلاق نے تمام قریش کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ ہر شخص ان سے نکاح کا خواہاں تھا، لیکن کارکنان قضاوقدر کی نگاہ انتخاب کسی اور پر پڑ چکی تھی۔ نوشتہ ازل پردۂ غیب سے نمودار ہوا اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ''اشرف الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نکاح پر فلاح میں آنا نصیب ہوا اور ''ام المومنین رضی اللہ عنہا'' کے مکرم ومعظم لقب سے سرفراز ہوئیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی راست بازی، حسن معاملت، صدق ودیانت اور پاکیزہ اخلاق کا ہر شخص نہ صرف قائل تھا بلکہ مداح بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں صاحب حیثیت اور مالدار آدمی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال دے کر تجارت کراؤں، چونکہ یہ ایام سختی سے گزر رہے ہیں۔ اس لیے کسب معاش کی ضرورت ہے، لہٰذا تم ایسا کرو کہ جس طرح دوسرے لوگ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال شام لے جا کر فروخت کر کے نفع کماتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی ان کا مال لے جا کر فروخت کرو اور نفع حاصل کرو۔

جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ محمد بن عبداللہ الامین صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے چچا میرا مال شام لے جا کر فروخت کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ سیدہ کو بھی ایسے آدمی کی سخت ضرورت تھی۔ حضور اقدس، سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت وامانت، راست بازی اور معاملہ فہمی کے پیش نظر سیدہ نے خود آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر شام جائیں جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا دوگنا دوں گی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیش کش کو قبول فرمالیا اور سیدہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر سیدہ کے غلام

میسرہ کے ساتھ شام تشریف لے گئے۔

راستہ میں میسرہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی باتیں ایسی مشاہدہ کیں جو عام آدمیوں میں نہیں پائی جاتیں، جنہیں عربی میں ''خوارق العادۃ'' کہا جاتا ہے۔ دوران سفر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کے سفر میں ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا، تو وہاں ایک راہب بھی موجود تھا۔ اس نے میسرہ سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ میسرہ نے کہا کہ یہ مکہ کے باشندے اور قریشی جوان ہیں۔ راہب کہنے لگا۔ اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کوئی دوسرا آدمی نہیں قیام پذیر ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ علامات پائی جاتی ہیں جو پہلی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم شام سے واپس ہو کر جب مکہ معظمہ میں داخل ہو رہے تھے تو دوپہر کا وقت تھا اور فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب بالا خانے سے آپ کو اس شان سے آتے دیکھا تو پاس کی تمام عورتوں کو بھی دکھایا۔ تمام خواتین حیرت و استعجاب سے اس حیرت افزا واقعہ کا نظارہ کرنے لگیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشہ ورانہ مہارت اور دیانت داری کے باعث سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی توقعات سے دوگنا زائد منافع کما کر واپس پہنچے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا بھی ایک دیانت دار خاتون تھیں۔ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سفر کے عوض جو معاوضہ طے کیا تھا۔ اس سے دوگنا رقم انہیں ادا کی۔ دونوں کی یہ روشناسی احساس رفاقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے جذبات کا روپ دھار گئی۔ [1]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ رقمطراز ہیں۔

امام فاکہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تاریخ مکہ'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۶۱۔ ۶۲ تزویج خدیجہ خصائص کبریٰ اردو ج ۱ ص ۱۷۵ شرح زرقانی علی المواہب طبع جدید ا ص ۳۷۰

کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے اجازت چاہی کہ وہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے نسبت قائم کریں۔ چچا نے اجازت دے دی۔ جب رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے لگے تو ان کے پیچھے اپنی باندی "نبعہ" کو بھی بھیجا کہ دیکھنا خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کیا جواب دیتی ہیں۔ باندی "نبعہ" نے واپس آ کر ابو طالب سے کہا۔

"میں نے بڑا عجیب منظر دیکھا، جب خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو آپ ﷺ کی آمد کی خبر ہوئی تو انہوں نے دروازے کے باہر آ کر آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا۔ پھر کہنے لگیں:

"بابی وامی" آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ میں نے ایسا کسی دنیوی غرض سے نہیں کیا بلکہ اس امید سے کیا ہے کہ اگر آپ ہی وہ نبی ہیں جو مبعوث ہونے والے ہیں تو پھر میرا خیال رکھنا۔ میرے حق اور میرے مقام کا لحاظ رکھنا اور اپنے معبود سے میرے حق میں دعا کرنا۔

اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! اگر مجھے نبوت سے سرفراز کیا گیا تو میں آپ کے احسانات کو کبھی فراموش نہیں کروں گا۔[1]

حریم نبوت میں آمد

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان تمام حالات واقعات سے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کو آگاہ کیا۔ ورقہ نے کہا: اگر یہ واقعات سچے اور صحیح ہیں تو پھر یقیناً محمد (ﷺ) اس امت کے نبی ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ اس امت میں ایک نبی آنے والے ہیں جن کا ہم کو انتظار ہے اور ان کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔

۱۔ فتح الباری ج ۷ ص ۱۴۳ باب تزویج خدیجہ

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۶۱۔ ۶۲ تزویج خدیجہ خصائص کبریٰ اردو ج ۱ ص ۱۷۵ شرح زرقانی علی المواہب طبع جدید ۱ ص ۳۷۰

ان حالات سے متاثر ہو کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں سید عالم ﷺ سے نکاح کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ سفر شام سے واپسی کے دو ماہ ۲۵ دن بعد خود سیدہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام بھجوایا جسے آپ ﷺ نے اپنے چچا کے مشورے سے قبول فرمالیا۔[۱]

اس اثناء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جاہلیت کے عہد میں مکہ مکرمہ کی عورتیں ایک مقام پر جمع تھیں ان میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ دیکھتی کیا ہیں کہ یکا یک ایک آدمی نمودار ہوا اور با آواز بلند ندا دی۔

''اے عورتو! تمہارے شہر میں عنقریب ایک نبی ظاہر ہوگا جس کا نام ''احمد'' ہوگا۔ تم میں سے جو عورت اس کی بیوی بننے کا شرف حاصل کر سکے تو وہ ایسا ضرور کر گزرے۔ تمام عورتوں نے اس ندا دینے والے کو سنگریزے مارے، مگر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سنگریزہ نہیں مارا بلکہ سن کر خاموش ہو گئیں۔[۲]

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے سید عالم ﷺ نے نکاح کیا تو ان کا مہر بیس جوان اونٹ قرار پایا جنہیں ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا گیا۔ چنانچہ علامہ بوصیری اس واقعہ کو اشعار میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

وراءته خديجة التقى والزهد وفيه سجية الحياء

''اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان میں تقویٰ، زہد اور حیات چمکتی دیکھی۔''

واتاها ان الغمامة والسرح اظلته منهما افياء

''اور اسے سمجھ آیا کہ بادل اور سرح نامی درخت دونوں ان پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔''

احاديث ان وعد رسول الله بالبعث حان منه الوفاء

۱؎ عیون الاثر ج ۱ ص ۱۲۰

۲؎ زرقانی ج ۱ ص ۱۹۹ زرقانی جدید ا ج ۳۷۳ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲

"اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعث ہونے کا جو وعدہ کیا ہے اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔"

فدعته الی الزواج وما احسن ان یبلغ التمنی الاذکیاء

"تو انہوں نے ازدواج کی دعوت دی اور کیا ہی اچھا ہو کہ آرزو میں اچھے لوگ پہنچیں۔"[1]

ابن اسحاق کی روایت میں ہے:

کانت خدیجة امراة حازمة شریفة لبیبة، مع ما اراد الله بها من کرامته فلما اخبرها میسرة بما اخبرها به بعث الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت له فیما یزعمون۔ یابن عم، انی قد رغب فیك لقرابتك، وسلطنتك فی قومك۔ وامانتك وحسن خلقك، وصدق حدیثك، ثم عرضت علیه نفسها۔ وکانت خدیجة یومئذ اوسط نساء قریش نساء، واعظمهن شرفًا، واکثرهن مالًا کل قومها کان حریصًا علی ذلك منها لو یقدر علیه۔[2]

ترجمہ:...... چونکہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک نہایت ذی عقل، شریف اور شرافت پسند، پاک نفس اور پاک عورت تھیں اس لیے ان واقعات کو سن کر اس بات کی متمنی ہوئیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی زوجیت میں قبول کریں اور انہوں نے اس پیرایہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ اے میرے چچا زاد! چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے قرابت قومی رکھتے ہیں اور امانت وصدق اور اخلاق حسنہ کے ساتھ موصوف ہیں، لہٰذا مجھ کو آپ کے ساتھ رغبت ہے۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قریش کی سب عورتوں میں شریف اور بزرگ اور ساری قوم سے زیادہ مالدار تھیں اور ہر ایک شخص ان سے شادی کرنے پر حریص تھا۔

(ترجمہ از سیرت ابن ہشام اردو ج ۱ ص ۱۲۱)

۱۔ جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین، ص ۲۱

۲۔ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۰۰ السط الثمین ص ۱۳ شرح زرقانی طبع جدید ج ۲ ص ۳۷۴ (ترجمہ سیرت بن ہشام اردو ج ۱ ص ۱۲۱)

علامہ ابن سعد بیان کرتے ہیں:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بے حد سمجھدار، صاحب ثروت، سلیقہ شعار اور شریف خاتون تھیں۔ اللہ جل مجدہ نے وافر مال و دولت سے نوازا تھا۔ شرف وعظمت کے لحاظ سے ایک خاص مقام کی حامل تھیں۔ لہٰذا ہر شخص ان سے نکاح کا خواہشمند تھا اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں، لیکن مقدر کا ستارہ کسی اور سے مل چکا تھا اور سیدہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دل فدا کر چکی تھیں۔ چنانچہ نفیسہ بنت منیہ کی معرفت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام نکاح بھجوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راضی ہونے پر نکاح کی تاریخ مقرر ہوگئی[1] اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حمزہ اور ابوطالب نے بھی بخوشی اسے پسند کیا۔

نکاح کے لیے حمزہ، ابوطالب اور دیگر معززین خاندان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مکان پر آئے۔ ابوطالب جو عمر میں بزرگ تر تھے خطبہ نکاح پڑھا اور ۵۰۰ درہم مہر مقرر ہوا۔ اس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد انتقال کر چکے تھے اس لیے انکا نکاح ان کے چچا عمرو بن اسد نے کرایا۔[2]

بعض روایات میں ہے کہ یہ رشتہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد نے کیا تھا جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے لیکن مبرد اور دوسرے مورخین فرماتے ہیں کہ سیدہ کے والد تو جنگ فجار میں یا اس سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے اس لیے نکاح کے وقت آپ کے چچا عمرو بن اسد موجود تھے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مبرد وغیرہ کا قول ہی درست اور صحیح ہے اور یہی سیدنا جبیر بن مطعم، سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہم کی ایک روایت میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب نے جو خطبہ نکاح پڑھا تھا اس کے آخری الفاظ یہ تھے:

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۶۲

[2] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۰۰

اللهم صل على سيدنا محمد النبي الامي وازواجه امهات المؤمنين وذريته واهل بيته كما صليت على آل ابراهيم انك حميد مجيد

اما بعد! فان محمد ممن لا یوازن به فتی من قریش الا رجح به شرفًا ونبلا، وفضلا، وعقلا، وان کان فی المال قل فانما المال ظل زائل، وعاریة مسترجعة، وله فی خدیجة بنت خویلد رغبة ولها فیه مثل ذالك۔[1]

ترجمہ:...... اما بعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ہیں کہ قریش کا کوئی نوجوان بھی شرف ورفعت اور عقل وفضیلت میں آپ کے ساتھ تولا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بھاری رہیں گے، اگرچہ آپ مال کے لحاظ سے کم ہیں لیکن مال تو ایک زائل ہونے والا سایہ ہے اور ایک مستعار چیز ہے جو واپس کی جانے والی ہے۔ یہ خدیجہ بنت خوایلد کے ساتھ نکاح کی طرف مائل ہیں اور اسی طرح خدیجہ بھی آپ سے نکاح کی رغبت رکھتی ہے۔

ابوطالب نے خطبہ نکاح کی ابتدا میں فرمایا۔

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذریت، سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل، معد کی اصل اور مضر کے عنصر سے پیدا فرمایا اور ہمارے لیے ایسا گھر مقرر کیا جس کا قصد کر کے لوگ دور دراز سے آتے ہیں اور اس کی چار دیواری کو امن والا بنایا اور ہم کو اپنے گھر کا امین اور محافظ مقرر کیا، پھر ہمیں اور لوگوں پر حاکم بنایا۔[2]

جناب ابوطالب کے خطبہ نکاح کے ختم ہوتے ہی سیدہ خدیجہ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل اٹھے اور بحیثیت ولی یوں گویا ہوئے۔

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں ایسا ہی بنایا جیسا کہ آپ (ابوطالب) نے فرمایا اور ہمیں ایسی ہی فضیلتیں عطا فرمائیں جیسی کہ آپ نے شمار کیں۔

ہم عرب کے سردار اور راہنما ہیں اور آپ سب بھی۔ کوئی قبیلہ اور کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ارض الانف ج ۱ ص ۱۲۲ شرح زرقانی طبع جدید ج ۱ ص ۳۷۶

[2] السط الثمین ص ۱۵ زرقانی ج ۱ ص ۳۷۲

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

کے فضائل اور فخر و شرف کا انکار نہیں کر سکتا اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت اور نجابت اور قومیت سے تعلق پیدا کرنے کی رغبت ہوئی ہے۔ پس اے قبائل قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کر دیا ہے۔ جب ورقہ بن نوفل خاموش ہوئے تو جناب ابوطالب کہنے لگے کہ بہتر ہوگا کہ عمرو بن اسد (سیدہ کے حقیقی چچا) بھی اس کی توثیق کریں۔ اس پر عمرو بن اسد کھڑے ہوئے اور کہا:

”اے قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نکاح میں دے دیا ہے۔

ایجاب و قبول اور نکاح سے فارغ ہو کر سرداران قریش نے ابوطالب اور دیگر عمائدین بنوہاشم کو مبارک باد دی اور اس طرح سلسلہ نکاح اختتام پذیر اہوا۔[1]

بوقت نکاح سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر

محدثین، مؤرخین اور ائمہ النساب نے نِکاح کے وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک کے متعلق متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں۔

پچیس سال، ستائیس سال، تیس سال، پینتیس سال، چالیس سال اور پینتالیس سال۔ علامہ زرقانی نے مختلف علماء النساب کا قول نقل کیا ہے کہ چالیس سال والی روایت صحیح ہے۔[2] علامہ ابن کثیر نے ۲۵ سال والی روایت کو اصح قرار دیا ہے۔[3]

امام ابن سعد المتوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

وتزوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو ابن خمس وعشرين سنة ـ وخديجة يومئذ بنت اربعين سنة ـ[4]

---

[1] زرقانی شرح مواہب ج ۲ ص ۳۷۷

[2] زرقانی ج ۲ ص ۳۷۴

[3]، [4] البدایہ والنہایہ، ج ۲ ص ۲۹۴

علامہ ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ رقمطراز ہیں۔

وكانت اذ تزوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم بنت اربعين سنة. فاقامت معه صلى الله عليه وسلم اربعًا وعشرين سنة، وتوفيت وهي بنت اربع وستعين سنة وستة الشهر۔ [1]

علامہ ابن اثیر المتوفی ۶۳۰ھ فرماتے ہیں:

وكان عمرها حينئذ اربعين سنة واقامت معه اربعًا وعشرين سنة۔ [2]

حافظ ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

وكان عمرها اذذاك خمسًا وثلاثين۔ وقيل خمسًا وعشرين سنة۔ [3]

وعن حكيم بن حزام: قال كان عمر رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم تزوج خديجة خمسًا وعشرين۔ وعمرها اربعون سنة۔ وعن ابن عباس كان عمرها ثمانيًا وعشرين سنة۔ [4]

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ لکھتے ہیں:

وتزوجها سنة خمس وعشرين۔ وعمرها اربعون سنة۔ وعن ابن عباس كان عمرها ثمانيًا وعشرين سنة۔

وتزوجها سنة خمس وعشرين مولده في قول الجمهور، وماتت على الصحيح بعد المبعث بعشر سنين في شهر رمضان فاقامت معه خمسًا وعشرين سنة على الصحيح۔ [5]

---

[1] الاستیعاب ج ۲ ص ۲۸۰

[2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۳۵

[3] البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۹۲

[4] البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۹۵

[5] فتح الباری ج ۷ ص ۱۳۴

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

علامہ قسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ مواھب الدنیہ میں لکھتے ہیں:

وكان لها حين تزوجها بالنبي صلى الله عليه وسلم من العمر اربعون سنة۔[۱]

ترجمہ:...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب رسول اللہ ﷺ سے نکاح کیا تو ان کی عمر چالیس سال تھی۔

اس کی شرح میں علامہ زرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

من العمر اربعين سنة، رواه ابن سعد، واعتمد عليه اليعمري، وقدمه مغلطائي والبرهان. قال في الغرر. وهو الصحيح۔[۲]

ترجمہ:...... عمر مبارک چالیس سال تھی۔ اسے امام ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ اور اسی پر یعمری نے اعتماد کیا ہے۔ مغلطائی اور برہان نے اسے قبول کیا۔ غرر میں کہا ہے کہ یہی قول صحیح ہے۔ مغلطائی نے سیدہ کی عمر مبارک ۴۵ سال، ۳۰ سال اور ۲۸ سال بھی روایت کی ہے۔[۳]

ابن ہشام کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت ۲۵ سال تھی۔ اکثر اہل علم جن میں ابوعمرو المدنی بھی شامل ہیں نے ۲۵ سال ہی بیان کیے ہیں اور آپ کا نکاح قریش کے تعمیر بیت اللہ شریف کے وقت ہوا تھا۔

امام بیہقی نے حاکم سے بھی اسی طرح نقل فرمایا ہے کہ سیدہ سے نکاح کے وقت آپ کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی اور سیدہ خدیجہ کی عمر اس وقت ۳۵ سال تھی اور کہا گیا ہے کہ ۲۵ سال تھی۔[۴]

---

[۱] زرقانی ج ۲ ص ۳۷۴ جدید

[۲] زرقانی شرح مواھب جدید ج ۲ ص ۳۷۴

[۳] زرقانی ایضاً

[۴] البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۹۴

علامہ ابن کثیر سیدہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت جس عمر کو صحیح تر قرار دیتے ہیں۔ وہ ۵۰ سال ہی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

وبلغت خدیجة خمسا وستین سنة ویقال خمسین وھو اصح [1]

ترجمہ: ......اور سیدہ کی عمر ۶۵ سال ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی عمر ۵۰ سال ہوئی اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

روحانی رفعت کا نقش اولین

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تمام اشراف اور رؤساء مکہ کو باوجود ان کی تمنا اور آرزو کے چھوڑ کے بے یارومددگار، پاکباز، پاک سرشت، یتیم مکہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہونا۔ یہ سیدہ کی طہارت اور نزاہت کی روشن دلیل ہے اور اسی سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فہم اور فراست کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ پیغمبر کی زوجیت کی خواہش اور تمنا کرنا معمولی عقل کا کرشمہ نہیں۔ انتہائی دوربین اور دور اندیش عقل ہی اس تمنا پر آمادہ کرسکتی ہے۔

کیونکہ عقل بتلاتی ہے کہ پیغمبروں کی زوجیت میں جانے کے لیے یہ شرط ہے کہ دنیا سے ہاتھ دھوئے اور فقر و فاقہ کے لحاف اور بچھونے کو کمخواب اور زربفت کے لحاف بچھونے سے زیادہ بہتر سمجھے۔ پیغمبر کی زوجیت کی تمنا، فقر و فاقہ اور مصائب و آلام کو دعوت دینا ہے۔

بہرحال سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا شجر آرزو بارآور ہوا۔ نکاح کے ساتھ ابتدائی مرحلہ طے ہوا، تاہم منزل مقصود (یعنی بعثت نبوی) ہنوز دور ہے اور امید و بیم کی کشمکش اور انتظار کی بے چینی ابھی بدستور باقی ہے، چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ کے پاس تشریف لائے تو سیدہ دیکھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئیں اور سینہ سے لگالیا اور یوں گویا ہوئیں۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اس فعل میں میری کوئی غرض نہیں، مگر یہ کہ مجھے امید ہے کہ شاید آپ ہی وہ نبی ہوں جو عنقریب مبعوث ہونے والے ہیں، لہٰذا اگر آپ ہی وہ ہوئے تو بعثت کے بعد میرے حق کو فراموش نہ فرمانا اور جو خدا آپ کو نبوت سے سرفراز

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۲ ص ۲۹۴

فرمائے اس سے میرے لیے دعا فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا اگر میں وہ نبی ہوا تو یقین کر لے کہ تو نے میرے ساتھ وہ احسان کیا ہے کہ جسے میں کبھی بھول ہی نہیں سکتا اور اگر میرے سوا کوئی اور ہوا تو سمجھ لے کہ تو خدا کے لیے یہ عمل کر رہی ہے وہ کبھی تیرے عمل کو ضائع نہ کرے گا۔[1]

زبیر بن بکار راوی ہیں کہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بار بار ورقہ بن نوفل کی خدمت میں جاتیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق دریافت کرتیں اور ورقہ یہ جواب دیتے۔

ما اراہ الا نبی ھذہ الامۃ الذی بشر بہ موسیٰ و عیسیٰ۔[2]

ترجمہ:...... میرا گمان ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے بشارت دی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ بن نوفل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کیا تو اس پر ورقہ نے ایک قصیدہ کہا، جس کے بعض اشعار یہ ہیں:

ھذی خدیجۃ تاتینی لا خبرھا
وما لنا بخفی الغیب من خبر
بان احمد یاتیہ فیخبرہ
جبریل انک مبعوث الی البشر
فقلت علی الذی ترجین ینجزہ
لک الا لہ فوجی الخیر وانتظری[3]

ترجمہ: (ا)...... یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بار بار میرے پاس آتی ہے کہ میں اسے خبر دوں اور مجھے تو غیب کی خبر نہیں ہے۔

---

[1] فتح الباری ج ۷ ص ۱۳۴

[2] الاصابہ ج ۳ ص ۶۳۴

[3] ایضاً

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(۲)...... کہ جبریل آپ کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئیں گے کہ آپ لوگوں کی طرف اللہ کے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

(۳)...... ورقہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ کو جواب دیا کہ عجیب نہیں جس کی تو امید کرتی ہے۔ اللہ اسے پورا کرے، تو اللہ سے خیر کی امید لگائے رکھ اس کی منتظر رہ۔

سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا مبارک گھر

ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے مبارک گھر کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس گھر سے اسلام کا نور چمکا اور ساری دنیا کو منور کر دیا اور یہ گھر پھلدار، زرخیز اور مبارک جگہ قرار پایا۔

اس گھر کی برکات میں سے ایک یہ تھی کہ سیدہ خدیجہ طاہر رضی اللہ عنہا خود اور ان کی چار صاحبزادیاں یعنی بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے اسلام لائیں بلکہ اس گھر کے جملہ افراد نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس گھر کو بڑا رتبہ اور مبارک فضیلت حاصل ہے۔

علامہ محب طبری نے لکھا ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر مکہ معظمہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے زیادہ افضل جگہ ہے۔[۱]

اس کی وجہ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طویل عرصہ تک اس گھر میں اقامت پذیر رہے اور اس گھر میں آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔

امام الفاسی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

مکہ مکرمہ کے گھروں میں سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا گھر بڑا ہی مبارک تھا، کیونکہ اس گھر میں سارے جہانوں کی خواتین کی سردار "فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا" اور ان کی بہنیں پیدا ہوئیں۔

اور اسی گھر میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنی زندگی گزاری اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی اسی گھر میں ہوا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی گھر

۱۔ شفاالغرام ج ۱ ص ۴۳۸ بحوالہ جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین ص ۲۷

میں ہمیشہ رہے، یہاں تک مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔

بعد میں یہ گھر عقیل بن ابی طالب نے لے لیا۔ پھر ان سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں خرید کر یہاں مسجد بنادی، جس میں لوگ نماز پڑھتے ہیں۔[1]

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرات انبیاء اللہ نبی ہونے سے پہلے بھی کفر اور شرک اور ہر قسم کے فحشاء اور منکرات سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ ابتدا ہی سے ان حضرات کے قلوب مطہرہ توحید وتفرید، خشیت ومعرفت سے لبریز ہوتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ جو کفر وشرک مٹانے اور فحش اور منکر سے بچانے کے لیے اور خیر کی دعوت دینے کے لیے من جانب اللہ مبعوث ہونے والے ہیں اور خدا کے مجتبیٰ اور مصطفیٰ برگزیدہ پسندیدہ بندے بننے والے ہیں، معاذ اللہ وہ خود ہی منصب نبوت ورسالت اور خلعت اجتباء واصطفاء کی سرفرازی سے پیشتر کفر اور شرک کی نجاست میں ملوث اور خواہش ومنکرات کی گندگی سے آلودہ ہوں۔ حاشا ثم حاشا۔ قطعاً ناممکن اور محال ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اعلان نبوت سے پہلے بھی کامل واکمل ولی اور صدیق ہوتے ہیں۔ بڑے سے بڑا ولی اور صدیق ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ابتداء ہی سے شرکت وبدعت پرستی سے منزہ تھے۔ آپ کی زندگی کا ہر ایک گوشہ کفر وضلالت اور سوء فحشا کی غلاظتوں سے پاک وصاف تھا۔

جیسا کہ علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں جوان ہوئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت اور نگرانی فرماتے تھے اور جاہلیت کی تمام گندگیوں اور غلاظتوں سے آپ کو محفوظ ومصون رکھتے تھے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہو چکا تھا کہ آپ کو نبوت ورسالت اور ہر قسم کی عزت وکرامت سے سرفراز ہوں۔ یہاں تک کہ آپ مرد کامل ہو گئے اور مروت، حسن خلق، حسب

[1] شفاء الغرام ج ۱ ص ۴۳۸

ونسب، حلم وبردباری، راست بازی وصداقت، دیانت وامانت میں سب سے بڑھ گئے اور فحش واخلاق رذیلہ سے غایت درجہ دور ہو گئے۔ یہاں تک آپ ﷺ ''امین'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔[1]

انبیاء ورسل اعلان نبوت ورسالت سے پہلے بھی صفات خداوندی سے نا آشنا نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں کسی وقت صفات خداوندی میں کسی قسم کا دھوکہ اور مغالطہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی طرح کا شک واشتباہ ہوتا ہے۔ اللہ جل مجدہ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾[2]

ترجمہ:...... اور تحقیق ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہی سے ان کی شان کے مطابق رشد عطا کیا تھا اور ہم ان کو ان کی استعداد کو پہلے سے ہی خوب جانتے تھے۔ (سیرت المصطفیٰ ج۱ ص۱۲۱)

یہ ''رشد'' کیا ہے، جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مرحمت کیا تھا۔ ''رشد'' قلب میں ایمان و اطاعت خداوندی کی محبت اور کفر وفسق اور معصیت کی نفرت وکراہت کے راسخ ہو جانے کا نام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ یُطِیْعُكُمْ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴿۷﴾ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۸﴾[3]

ترجمہ:...... اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، بالفرض والتقدیر اگر بہت سی باتوں میں تمہارا کہنا ماننے لگیں تو بلاشبہ تم مشقت میں پڑ جاؤ، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو اس مشقت سے اس طرح بچا لیا کہ ایمان اور اطاعت کو تمہارے دلوں میں محبوب اور مرغوب

---

[1] سیرت ابن ہشام ج۱ ص۱۹۲

[2] سورۃ الانبیاء ۵۱

[3] سورہ حجرات ۷

بنا دیا اور کفر و فسق اور معصیت کی نفرت تمہارے دلوں میں ڈال دی۔ ایسے لوگ کہ جن کے دلوں میں ایمان و اطاعت کی محبت اور کفر و معصیت کی نفرت راسخ ہو چکی ہو اللہ کے فضل و انعام و رشد و ہدایت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی علیم و حکیم ہیں۔ (سیرت مصطفیٰ ج ۱ ص ۱۲۱)

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جب میرا نشو و نما شروع ہوا۔ اسی وقت سے بت پرستی سے شدید نفرت اور عداوت اور اشعار سے سخت نفرت میرے دل میں ڈال دی گئی۔ [1]

جب زمانہ بعثت کے قریب تر ہوتا گیا آپ کے مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی گئی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

ثُمَّ حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءٍ۔

ترجمہ:...... پھر آپ کو خلوت اور تنہائی محبوب بنا دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جا کر خلوت فرماتے۔

ام المومنین نے حُبِّبَ کو بصیغہ مجہول بظاہر اس لیے ذکر فرمایا کہ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کیا سبب اور کیا داعی تھا کہ جس نے خلوت اور عزلت کو آپ کے لیے محبوب بنا دیا۔ وہ کوئی امر باطنی اور غیبی تھا کہ جس نے خلوت و تنہائی پر آپ کو مجبور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ وہ کیا تھا۔ دوسروں کے حق میں سراسر مجہول ہے۔ اس لیے ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس کو بصیغہ مجہول ذکر فرمایا۔ [2]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جوں جوں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۴۰ سال کے قریب پہنچ رہی تھی۔ اعلان نبوت

---

[1] کنز العمال ج ۲ ص ۳۰۵ بحوالہ امہات المومنین (حکیم) ص ۵۹

[2] سیرت مصطفیٰ ج ۱ ص ۱۳۱

کا وقت قریب آرہا تھا۔ چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق ''آپ کو خلوت اور تنہائی محبوب بنادی گئی اور آپ ﷺ غار حرا میں جا کر خلوت فرماتے تھے۔[1]

ایک مغربی مؤرخ نے حضور انور ﷺ کی عبادت کی کیفیت اس طرح بیان کی ہے کہ سفر حضر میں ہر جگہ محمد (ﷺ) کے دل میں ہزاروں سوال پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں؟ یہ غیر متناہی عالم کیا ہے؟ نبوت کیا شے ہے؟ میں کن چیزوں کا اعتقاد کروں؟ کیا کوہ حرا کی چٹانیں، کوہ طور کی سر بفلک چوٹیاں، کھنڈرات اور میدان...... کسی نے سوالوں کا جواب دیا۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ گنبد گرداں، گردش لیل و نہار، چمکتے ہوئے ستارے، برستے ہوئے بادل، کوئی ان سوالوں کا جواب نہ دے سکا۔[2]

آپ ﷺ آبادی سے دور جبل نور کے سنسان علاقے میں غار حرا کے اندر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔ خداوند قدوس کی تحمید و تقدیس کا ذکر اور قدرت الٰہی پر تدبر و تفکر فرماتے تھے۔ جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تو شہر سے آکر لے جاتے یا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پہنچادیتی تھیں۔

جب سید عالم ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ایک دن قمری حساب سے پوری ہوگئی تو ۹ ربیع الاول ۴۱ میلاد مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء بروز شنبہ روح الامین خدا کا حکم نبوت لے کر آپ ﷺ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ ﷺ غار حرا میں تھے۔[3]

فرشتہ غار کے اندر آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا۔[4] پھر کہا "اقراء" پڑھیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ما انا بقاری میں پڑھ نہیں سکتا۔ اس پر فرشتہ نے پکڑ کر آپ ﷺ کو اس شدت سے دبایا کہ آپ ﷺ کی مشقت کی کوئی انتہا

---

[1] فتح الباری بحوالہ سیرت المصطفیٰ ﷺ

[2] سیرت النبی ﷺ ج ۱ ص ۱۲۵

[3] رحمۃ اللعالمین ج ۲

[4] زرقانی جدید ج ۱ ص ۲۹۳

نہ رہی اور پھر چھوڑ دیا اور پھر کہا ''اقراء'' آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ فرشتہ نے آپ ﷺ کو پھر اسی شدت کے ساتھ دبایا اور چھوڑ دیا اور پھر کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝۵ [1]

ترجمہ:...... آپ اپنے پروردگار کے نام کی مدد سے پڑھیے جو خالق ہے تمام کائنات کا، خصوصاً انسان کا کہ جس کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ پڑھیے کہ آپ کا رب بہت ہی کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھایا اور انسان کو وہ چیزیں بتلائیں جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔ [2]

کیسا روح پرور تصور ہے۔ ایک امی مگر نہایت دیانت دار اور پاکباز تاجر کو علم و فضل کا پیغمبر قرار پاتا تھا اور منکشف کرتا تھا کہ ہر تہذیب اور ثقافت کی ترقی اور بقا کا راز قلم اور تحریر میں مضمر ہے۔ پہلی وحی کا نزول ۲۷ رمضان المبارک کو ہوا، لیکن حضور انور ﷺ کے ایک عظیم سوانح نگار ''السہیلی'' نے جس روایت کو ترجیح دی ہے اس کے مطابق اول نزول وحی پیر ۱۷ رمضان المبارک ۱۳ ق۔ ھ بمطابق ۲۲ دسمبر ۶۰۹ء کو ہوا۔ [3]

نبی کی غمگسار

بعد ازاں آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور بدن مبارک پر لرزہ اور کپکپی تھی۔ گھر لوٹتے ہی اپنی زوجہ مطہرہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''مجھ پر کمبل ڈال دو۔ مجھ پر کمبل ڈال دو۔'' جب کچھ دیر بعد گھبراہٹ اور پریشانی دور ہوئی تو غار میں پیش آنے والے تمام واقعات سے اپنی اہلیہ کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میری جان نہ نکل جائے۔

---

[1] سورۃ علق

[2] ترجمہ از سیرۃ المصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۱۳۵

[3] نقوش رسول نمبر ج ۲ ص ۵۳۱

وفاشعار وغمگسار زوجہ مکرمہ نے محبت بھرے ایسے سنہرے الفاظ سے آپ ﷺ کو دلاسہ دیا، ڈھارس بندھائی اور اندیشہ وگھبراہٹ کا پسینہ پونچھا۔

کلا واللہ لا یخزیك اللہ ابدا۔ انك لتصل الرحم۔ وتحمل الکل وتکسب المعدوم۔ وتقری الضیف۔ وتعین علی نوائب الحق۔ [1]

ترجمہ:...... ہرگز نہیں، خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ذلیل ورسوانہ کرے گا، آپ پریشان نہ ہوں۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کنبہ پرور ہیں، بے کسوں اور فقیروں کے معاون اور محتاجوں کا سہارا ہیں۔ مہمانوں کی ضیافت کا حق ادا کرتے ہیں اور راہ حق کے مصیبت زدوں کے کام آتے ہیں۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس روایت سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ آپ ﷺ پر سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائی تھیں۔ [2]

ابن اسحاق کی روایت میں ہے:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور یہ کہا:

فوالذی نفس خدیجہ بیدہ انی لارجوان تکون نبی ھذہ الامۃ۔ [3]

ترجمہ:...... قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں خدیجہ کی جان ہے، میں قوی امید رکھتی ہوں کہ آپ ﷺ اس امت کے نبی ہوں گے۔

یہ ہیں اس خاتون جنت کے مبارک الفاظ جس نے اپنا تن، من، دھن سب کچھ سید دوعالم ﷺ پر نچھاور کردیا تھا۔ یہ اظہار تھا شوہر کی سچی محبت اور وفاداری وجاں نثاری کا۔ ذرا تصور کی دنیا میں چودہ سو سال پیچھے چلے جایئے، مکہ کے پہاڑوں، عرب کے ریگستانوں

1. بخاری ج۱ص ۳ مسلم ج۱ص ۸۸ باب بدء الوحی
2. فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۹
3. سیرت ابن ہشام ج۱ص ۲۵۴ عنوان یقص علی خدیجہ ما کان من امر جبریل

میں پلنے والی ایک عورت جہاں نہ کوئی مدرسہ ہے نہ یونیورسٹی، جہاں آج جیسی کوئی ظاہری نام نہاد تہذیب وترقی والی بلاء یا وبا نہیں، لیکن اس کے باوجود کس طرح حکیمانہ عالمانہ اور کس قدر پیارے الفاظ میں اپنے جذبات کی ترجمانی کی۔

اگلی صبح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور کہا اے چچا کے بیٹے ذرا اپنے بھتیجے کا حال ان کی زبان سے سینے۔ ورقہ نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے بھتیجے! کیا دیکھا ہے؟

آپ ﷺ نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔

ورقہ کو آپ ﷺ کا کلام سنتے ہی حق کا یقین آ گیا کہ جو کچھ آپ ﷺ فرماتے ہیں بالکل حق ہے اور ورقہ نے اس حق کا اعتراف کیا اور تسلیم کیا۔ [1]

ورقہ بن نوفل تمام ماجرا سن کر کہنے لگا۔ یہ وہی ''ناموس'' فرشتہ ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اترتا تھا۔ کاش کہ میں تمہارے زمانہ پیغمبری میں قوی اور توانا ہوتا جب تمہاری قوم تمہیں وطن سے نکال دے گی یا اس وقت تک زندگی وفا کرے تو میں آپ کا ساتھ دیتا۔

آپ ﷺ نے انتہائی تعجب انگیز لہجہ میں فرمایا۔ کیا وہ مجھے نکالیں گے؟

ورقہ نے کہا ایک تم ہی پر موقوف نہیں، جو شخص بھی پیغمبر ہو کر اللہ کا کلام اور اس کا پیغام لے کر آیا، لوگ اس کے دشمن بن گئے۔ اگر مجھے آپ کا وہ زمانہ نصیب ہو گیا تو پوری قوت سے آپ کی مدد کروں گا۔ لیکن کچھ زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا۔ [2]

ایک روایت میں ہے کہ ورقہ نے کہا:

ابشر فانا اشهد انك الذی بشر به ابن مریم وانك علی مثل ناموس موسٰی وانك نبی مرسل وانك تومر بالجهاد۔ [3]

---

[1] فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۹ کتاب التعبیر

[2] بخاری ج ۲ کتاب التفسیر سورہ اقراء

[3] فتح الباری ج ۸ ص ۲۰ کتاب التفسیر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

ترجمہ:...... آپ کو بشارت ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے اور آپ مثل موسیٰ علیہ السلام کے نبی مرسل ہیں اور آپ کو عنقریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت اس طرح ذکر کی ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ دوران طواف ورقہ بن نوفل بھی انہیں مل گئے۔ وہ بھی کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے بھتیجے! مجھے بتائیں کہ آپ نے (غار حرا میں) کیا دیکھا اور کیا سنا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام واقعہ کہہ سنایا۔

ورقہ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم اس امت کے نبی ہو اور جو آپ کے پاس آیا تھا وہ ناموس اکبر ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ بے شک قوم آپ کی تکذیب کرے گی۔ آپ کو اذیت دی جائے گی اور آپ کے ساتھ جنگ کی جائے گی۔ اگر میں اس دن تک زندہ رہا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ پھر ورقہ نے سر جھکایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں واپس آ گئے۔[1]

چونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی الجہاد ہیں اور شریعت موسویہ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت بھی حدود و تعزیرات، جہاد و قصاص اور حلال و حرام کے احکام سے علی وجہ الاتم مشتمل ہے، اس لیے ورقہ بن نوفل نے نصرانی ہونے کے باوجود یہ کہا کہ وہی ناموس ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔

پہلی مرتبہ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں ورقہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کیا تو اس وقت اس نے نصرانی ہونے کے باوجود آپ کے ناموس (فرشتہ) کو ناموس موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔[2]

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۵۴ عنوان

[2] فتح الباری ج ۱ ص ۲۶ بدء الوحی

اس واقعہ کے بعد کچھ عرصہ کے لیے وحی کا سلسلہ رک گیا، یعنی قرآن کا نزول ہونا کچھ عرصہ کے لیے بند ہو گیا لیکن جبرائیل علیہ السلام کی آمد و رفت برابر جاری رہی۔

جب وحی رک گئی تو سیدنا عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بے حد قلق ہوا۔ دھیرے دھیرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون ہونے لگا۔ پھر غار حرا کے تجربہ کے متعلق غور و فکر ان کے لیے باعث مسرت بن گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام کی آمد کا انتظار رہنے لگا۔ وہ اسی واردات کو پھر محسوس کرنا چاہتے تھے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتیاق تشویش کا روپ دھارنے لگا۔ تین سال کا طویل عرصہ بیت گیا تو مایوسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا۔

مخالفین و معاندین طعن و تشنیع سے زخموں پر نمک چھڑکنے لگے۔ ایک معمر عورت نے جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کرتی تھی اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کی اہلیہ تھی نے یہاں تک کہہ دیا کہ "تمہارے شیطان نے تمہیں ٹھکرا دیا اور تم سے ناراض ہو گیا ہے۔"[1]

یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ صبر کا دامن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے چھوٹ گیا وہ جذبات میں بہہ گئے اور گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گئے تاکہ ناقابل برداشت حد تک دکھی زندگی کا خاتمہ کر سکیں۔ عین اس وقت جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہوئے اور کہا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خداوند قدوس کے پیغمبر ہیں۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھولے نہیں۔

پھر یہ آیات جبرائیل علیہ السلام نے تلاوت کیں:

وَالضُّحٰى ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿۳﴾[2]

ترجمہ:...... قسم دن چڑھے کی اور رات کی جب وہ ڈھانپ لے۔ نہیں چھوڑ دیا تیرے رب نے تجھے اور نہ تجھ سے نفرت کرتا ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۲

[2] بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۴

اس مشکل وقت میں بھی سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو تسلی دیتیں اور آپ ﷺ کے حزن و ملال کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھیں۔ ابن ہشام نے سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے۔

وکانت له وزیر صدق علی الاسلام۔[1]

ترجمہ:......وہ اسلام کے متعلق حضور اقدس ﷺ کی سچی مشیرہ کار تھیں۔

ایک مرتبہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے سید عالم ﷺ سے عرض کیا کہ اگر ممکن ہو تو جس وقت وہ ناموس آپ کے پاس آئے تو مجھے ضرور مطلع فرمائیں۔ چنانچہ اس کے بعد جب حضرت جبرائیل امین آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع دی۔

سیدہ نے عرض کیا آپ میری آغوش میں آجائیں۔ جب آپ ﷺ سیدہ کی آغوش میں آئے تو سیدہ نے اپنا سر کھول دیا اور آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ اس وقت بھی جبرائیل کو دیکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ سیدہ نے کہا۔ آپ کو بشارت ہو۔ خدا کی قسم یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں۔[2]

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی یہ تمام تدابیر سید عالم ﷺ کی پریشانی اور حزن و ملال کو دور کرنے کے لیے تھیں ورنہ اپنے دل میں بے انتہا شاداں و فرحان تھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب سیدہ نے سر کھول دیا، سر سے ننگی ہو گئیں، دوپٹہ بھی اتار دیا اور آپ ﷺ سے پوچھا کہ اب بھی وہ نظر آرہا ہے تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اب نظر نہیں آرہا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ مبارک ہو یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں۔ اگر شیطان ہوتا تو میرے کھلے سر سے شرم و حیا نہ کرتا بلکہ اور زیادہ خوش ہوتا۔[3]

---

1. سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۵۷ عنوان وفات خدیجہ رضی اللہ عنہا
2. الاستیعاب ج ۴ ص ۲۸۳ برحاشیہ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۵۵ فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۷ کتاب التفسیر سورہ اقراء
3. الاصابہ ج ۴ ص ۲۸۱ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۵

اسلام کی خاتون اوّل

رحمت عالم محسن انسانیت سید الاولین والاخرین امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو اقصائے عالم میں ایک بھی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید وتصدیق میں نہ اٹھی۔ تمام جزیرۂ عرب خاموش تھا، لیکن اس عالمگیر خاموشی میں صرف ایک آواز تھی جو فضائے مکہ میں گونج رہی تھی اور وہ دل آویز آواز سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے قلب مبارک سے بلند ہوئی تھی جو اس ظلمت کدہ اور کفر وضلالت کے گڑھے میں انوار الٰہی کی گویا تجلی تھی اور ان ہی کو صدائے نبوت پر سب سے پہلے لبیک کہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا مکہ مکرمہ میں ہجرت سے تین سال پہلے انتقال ہوا اور مردوں وعورتوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی تھیں۔ ان کی زندگی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاد عنایت فرمائی تھی۔[1]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ہیں۔[3]

ابن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں، پھر ان کی موجودگی میں قرآن کا نزول ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والوں میں سیدہ پہلی خاتون ہیں۔[4]

---

[1] طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۲۵ حدیث نمبر ۱۰۹۶ و مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۹ نمبر ۱۶۲۶۱ کتاب المناقب
[2] طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۴۵۲
[3] طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۴۵۲
[4] طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۴۵۱ حدیث نمبر ۱۰۹۹

طبرانی میں روایت ہے کہ نماز فرض ہونے سے پہلے سیدہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔[۱]

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۶۳ لکھتے ہیں۔

علماء کی ایک جماعت کے نزدیک سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں۔

اور ابوخیثمہ کتاب المسلمین میں لکھتے ہیں۔ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائی ہیں۔[۲]

اور قتادہ، الزہری، عبداللہ بن محمد بن عقیل، ابن اسحاق اور ایک جماعت کا یہی قول ہے کہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ایمان لائی ہیں۔

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں۔

وکانت خدیجۃ اول من امن باللہ ورسولہ وتصدق بما جاء بہ۔[۳]

ترجمہ:...... سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں اور تصدیق کرنے والوں میں سب سے پہلی خاتون ہیں۔

صاحب اکمال فرماتے ہیں:

ھی اول من امن کافۃ الناس ذکرھم وانثاھم۔[۴]

ترجمہ:...... تمام انسانوں میں سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔ تمام مردوں سے بھی اور تمام عورتوں سے بھی پہلے۔

محمد بن کعب سے روایت ہے۔

۱۔ طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۲۵۲

۲۔ استیعاب ج ۴ ص ۲۸۶ برحاشیہ الاصابہ

۳۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۳۷

۴۔ الاکمال فی اسماء الرجال

اول من اسلم من هذه الامة خديجة واول رجلين اسلما ابوبكر وعلی۔[1]

ترجمہ:......اس امت میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق اور علی المرتضی رضی اللہ عنہما ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مختلف روایات نقل کرنے کے بعد یوں فیصلہ کرتے ہیں۔ آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ عورتوں میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بچوں میں سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔[2]

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفا شعار اور جاں نثار زوجہ مکرمہ کے اوصاف کی اس طرح تعریف فرماتے ہیں۔

"وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگ میری رسالت کے منکر تھے اور انہوں نے میری تصدیق کی جبکہ لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور انہوں نے اپنے مال سے میری ہمدردی کی جبکہ لوگوں نے مجھے اپنے مالوں سے محروم رکھا اور ان سے اللہ تعالیٰ نے مجھے صاحب اولاد بنا دیا۔[3]

نبی کی جاں نثار

ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف نبوت کی تصدیق کی اور سب سے پہلے مسلمان ہونے کا اعزاز حاصل کیا بلکہ اسلام کے روز اول ہی سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی معین و مددگار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں پر جان نثار کرنے والی تھیں۔ نزول وحی کے وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک پر یہ الفاظ تھے۔

عـ۱ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۶

عـ۲ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۹

عـ۳ مسند امام احمد ج ۶ ص ۱۱۷

لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ

"مجھے اندیشہ ہے کہ میری جان نہ نکل جائے۔"

تو اس غمگسار زوجہ محترمہ نے عرض کیا تھا۔

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ آپ بے کس و بے بس کا خرچ برداشت کرتے ہیں۔ عاجز اور محتاج کی مدد کرتے ہیں لوگوں کی امانتیں ادا کرتے ہیں اور مہمانوں کی ضیافت کا حق ادا کرتے ہیں۔ [1]

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فہم و فراست اور اخلاق کریمانہ کی مالک ہونے کے ساتھ ساتھ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کی حامل بھی تھیں۔ ہر موقع پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پناہی اور حمایت کرتیں۔ مشکلات و آلام میں دلجوئی سے آپ کا دل بہلاتیں۔ آپ کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کرتیں۔ آپ کی ہمت بندھواتیں تھیں۔ حضور انور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ اسلام کے سلسلے میں جب مشرکین مکہ نے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں، تو سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بھرپور تسلی و تشفی دیتی رہتی تھیں۔ سیدہ انتہائی غم خوار نبوت آپ کی طمانیت و تسکین قلبی کا موجب بنتی تھیں۔ مؤرخین اسلام لکھتے ہیں:

فکان لا یسمع من المشرکین شیئا یکرہ من رد علیہ و تکذیب لہ الا فرج اللہ عنہ بہا تشبتہ و تصدقہ و تخفف عنہ و تہون علیہ ما یلقی من قومہ۔ [2]

ترجمہ:...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین کی تردید یا تکذیب سے جو کچھ صدمہ پہنچتا، وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر دور ہو جاتا تھا، کیونکہ وہ آپ کی باتوں کی دل آویز انداز

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۳ کتاب بدء الوحی

[2] استیعاب ج ۴ ص ۲۸۳ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۵۷

میں تصدیق کرتی تھیں اور مشرکین کے معاملہ کو آپ کے سامنے ہلکا کر کے پیش کرتی تھیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو اطمینان دلاتیں اور کہتیں:

''اللہ کی پناہ'' اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ایسا ویسا نہیں کرے گا۔ خدا کی قسم! آپ تو صلہ رحمی کرتے، امانت کو حفاظت سے لوٹاتے ہیں اور سچ بولتے ہیں۔ (الحدیث)

سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ ان کی الہامی فراست کی طرز کے تھے اور آپ ﷺ پر ٹھنڈک اور سلامتی بنتے اور اس سے خوف کے آثار ہلکے ہو جاتے تھے۔

علاوہ ازیں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہ نورانی الفاظ ان کی سید عالم ﷺ کے اخلاق کی معرفت سے پیدا ہوتے تھے جو وہ اپنے تجربات اور فراست سے ہر میدان کار میں دیکھ چکی تھیں۔

قریش کا اذیت ناک مقاطعہ

جب قریش نے دیکھا کہ ہماری ہر طرح کی رکاوٹ کے باجود اسلام روبہ ترقی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور معزز لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ نجاشی شاہ حبشہ نے مسلمانوں کو اکرام کے ساتھ پناہ دی۔ قریش کے سفراء بے نیل و مرام واپس آئے۔ مسلمانوں کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اس لیے تمام قبائل نے حضور انور ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔

محرم الحرام ۷ نبوی ﷺ قریش نے متفقہ طور پر ایک تحریری معاہدہ لکھ کر سید عالم ﷺ بنو ہاشم اور ان کے ہمنواسب سے تعلقات منقطع کر لیے اور بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو شعب ابو طالب (آل میں شعب بنو ہاشم ہے) میں محصور کر دیا گیا۔ بنو ہاشم میں سوائے ابولہب کے ہر شخص گھاٹی میں محصور ہو گیا۔ ابولہب نے قریش کا ساتھ دیا۔

ظالمانہ عہد نامہ

''کوئی شخص بنو ہاشم سے رشتہ ناطہ نہ کرے گا۔ ان کے ساتھ خرید و فروخت نہ کرے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهٖ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

گا۔ ان کے ساتھ میل جول نہ رکھے گا۔ ان کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہ جانے دے گا، جب تک کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لیے ہمارے حوالہ نہ کردیں۔"[1]

یہ ظالمانہ اور سفاکانہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور کعبہ کے اندر آویزاں کردیا گیا۔ یہ تحریر لکھنے والے ظالم کو اللہ کی جانب سے فی الفور یہ سزا ملی کہ اس کا ہاتھ شل ہوگیا اور ہمیشہ کے لیے لکھنے سے بے کار ہوگیا۔[2]

یہ محاصرہ تین سال تک رہا۔ حصار سخت تکلیف دہ اور جان لیوا تھا۔ یہاں تک کہ بھوک کی شدت سے بچے بلبلانے لگے اور ان کی کرب ناک آوازیں باہر سے سنائی دینے لگیں۔ سنگ دل کافر پھول جیسے بلبلاتے بچوں کی دل دوز آوازیں سن کر خوش ہوتے، لیکن کچھ نوجوان رحم دل بھی تھے، جنہیں یہ ظلم و بربریت ناگوار گذری اور معاہدہ توڑنے پر کمربستہ ہوگئے۔[3]

محاصرہ کا یہ زمانہ انتہائی روح فرسا اور جاں گداز تھا۔ مسلمان کیکر کے پتے کھا کر وقت گزارتے، خشک چمڑے کھا کر بسر کرتے۔ تاہم مصیبت و آزمائش کی اس نازک گھڑی میں بھی سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے وابستہ رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ابن ہشام کی روایت میں ہے:

وھی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ فی الشعب۔[4]

ترجمہ:...... خدیجہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں تھیں۔

ان حالات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ سراً و اعلانیۃً ہر طریقہ سے انجام دیتے اور بنو ہاشم اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا صبر اور اجر کی امید کے ساتھ ان تمام تکالیف و مصائب کو برداشت کرتیں۔ کبھی زبان سے اُف تک نہ کہا اور نہ یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] طبقات ابن سعد، جلد ۱ ص ۹۰

[2] سیرت ابن ہشام، ج ۱ ص ۲۷۶، شرح زرقانی طبع جدید ج ۲ ص ۱۳

[3] طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۱۰۱، سیرت ابن ہشام، ج ۱ ص ۲۲۱ برحاشیہ روض الانف

[4] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۳۷۹

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کی وجہ سے یہ مصیبت آئی ہے۔ ہم کیسے صبر کریں، کیسے برداشت کریں؟

ایک دو ماہ نہیں تین سال کا طویل عرصہ اسی طرح گزر گیا۔ جان جوکھوں میں ڈال کر جان نثاری اور وفاداری کا ثبوت دیا۔

امام سہیلی المتوفی ۵۸۱ رقمطراز ہیں:

جب کوئی تجارتی قافلہ مکہ آتا تو بنو ہاشم اور ابولہب قافلہ والوں کو کہتے کہ کوئی تاجر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی چیز بھی عام نرخوں پر فروخت نہ کرے، بلکہ ان سے دگنی تگنی قیمت وصول کرے اور اگر کوئی نقصان یا خسارہ ہوا تو ہم ذمہ دار ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم خریدنے آتے لیکن نرخ کی گرانی کا یہ عالم دیکھ کر خالی ہاتھ واپس لوٹ جاتے تھے۔ ایک طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تہی دستی اور دشمنوں کی چیرہ دستی تھی اور دوسری جانب معصوم بچوں کا بھوک سے بلبلانا اور تڑپنا تھا۔[1]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھوک سے بے تاب تھا۔ اتفاق سے رات کی تاریکی میں کسی تر چیز پر میرا پاؤں پڑا۔ میں نے اسے فوراً اٹھا کر نگل لیا۔ اب تک مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چیز تھی۔[2]

تاہم اس زمانہ میں بھی سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے اثر و رسوخ سے کبھی کبھی کھانا پہنچ جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دن حکیم بن حزام اپنی پھوپھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے غلام کو ساتھ لے کر کچھ غلہ لیے جا رہے تھے۔ اتفاق سے ابوجہل نے دیکھ لیا اور کہا کہ تم بنو ہاشم کے لیے غلہ لیے جا رہے ہو، اگر اس حرکت سے باز نہ آئے تو میں سب کے سامنے رسوا کر دوں گا۔

حسن اتفاق سے ابوالبختری آ گیا، جب اسے ابوجہل کی بات کا علم ہوا تو ابوجہل سے کہنے لگا کہ ایک شخص اپنی پھوپھی کے لیے خورونوش کا سامان بھیجتا ہے تو تم اس میں رکاوٹ بنتے ہو۔ ابوجہل غصہ میں لال پیلا ہو گیا اور سخت سست کہنے لگا۔ ابوالبختری نے اونٹ کی

---

[1] روض الانف، ج ۱ ص ۲۳۲

[2] روض الانف، ج ۱ ص ۲۳۲

ہڈی اٹھا کر اس زور سے ابوجہل کو ماری کہ اس کا سر پھاڑ دیا۔ یہ نظارہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شعب کے اندر سے دیکھ رہے تھے۔ [1]

نصرت غیبی

متواتر تین سال یہ اذیتناک تکالیف جھیلتے گزر گئے، تو اللہ جل شانہ نے غیبی نصرت فرمائی کہ دو ایسے واقعات ہوئے جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کی رہائی کا موجب ثابت ہوئے۔

ا...... ہشام عامری جو خاندان بنو ہاشم کا قریبی رشتہ دار اور اپنے قبیلہ میں ممتاز تھا، چوری چھپے محصور بنی ہاشم کو خورونوش بھیجتا رہتا تھا۔ ایک دن عبدالمطلب کے نواسے زبیر کے پاس گیا اور کہا: زبیر! کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ اور ہر طرح کے لطف اٹھاؤ اور تمہارے ماموں کو ایک دانہ بھی نصیب نہ ہو۔ زبیر نے کہا میں تنہا کیا کر سکتا ہوں؟ ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو میں اس ظالمانہ معاہدے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔

ہشام نے کہا میں اس معاملہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ دونوں مل کر مطعم بن عدی کے پاس گئے، پھر ابوالبختری، ابن ہشام اور زمعہ بن الاسود بھی ساتھ مل گئے۔ ان لوگوں کے عزم وہمت اور باہمی اتفاق نے ابوجہل وغیرہ کو بے بس کر دیا اور یہ معاہدہ کی خلاف ورزی پر ڈٹ گئے۔ [2]

اسی دوران قدرت خداوندی سے معاہدہ والے کاغذ نے دیمک کو چاٹ لیا اور اس سے اللہ جل مجدہ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے ابوطالب کو آگاہ کر دیا۔ تحریر میں جو مقدس الفاظ تھے وہ محفوظ رہے اور باقی ساری عبارت دیمک نے صاف کر دی۔

---

[1] سیرت ابن ہشام، ج ا ص ۳۷۹

[2] طبقات ابن سعد ج ا ص ۱۰۱

ابوطالب نے قریش کے مجمع میں اس واقعہ کو بیان کیا اور کہا کہ میرے بھتیجے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی اس کی کوئی بات آج تک غلط ثابت ہوئی۔ اس لیے چل کر دیکھنا چاہیے، اگر یہ خبر صحیح اور سچ ہو تو تم اس جور و ستم سے باز آجاؤ اور غلط ثابت ہونے کی صورت میں ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہیں۔ تم انہیں زندہ چھوڑ دو، خواہ قتل کر دو۔

حاضرین نے ابوطالب کی حقیقت پسندانہ بات کی تائید کی اور عہد نامہ منگوایا گیا تو واقعی اللہ کے پاک نام کے سوا تمام حرف کیڑے نے کھا لیتے تھے۔ یہ منظر دیکھتے ہی مشرکین کی گردنیں ندامت اور شرمندگی سے جھک گئیں۔

اس طرح وہ ظالمانہ عہد نامہ اپنے انجام کو پہنچا اور ۱۰ نبوی تین سال کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام رفقاء اس قید سے آزاد ہوئے۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۶ھ لکھتے ہیں:

بالآخر قریش کے اندرونی باہمی اختلافات اور عہد نامہ کے کرم خوردہ ہو جانے سے تین سال کی مسلسل مصیبت کا خاتمہ ہوا اور ۱۰ نبوی یعنی ہجرت سے تین سال پہلے بنو ہاشم گھاٹی سے باہر نکلے۔[2]

فروغ اسلام اور ایثار خدیجہ رضی اللہ عنہا

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا صاحب ثروت و مال تھیں اور مکہ مکرمہ کے مالدار لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری اور دلداری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اپنی جان بھی اور مال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کر دیا۔ عمر بھر کی ساری پونجی اور تمام مال و دولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نچھاور کر دیا،

---

1. طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۱
2. فتح الباری، ج ۷، ص ۱۹۶ باب تقاسم المشرکین

جس کا ذکر جمیل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کس حسین انداز میں فرماتے ہیں:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى [1]

"اور اللہ نے آپ کو بے مال پایا، پس غنی کر دیا۔"

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر کس حسن پیرایہ میں فرماتے ہیں:

امام عبداللہ بن احمد محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

فَأَغْنَاكَ بِمَالِ خَدِيجَةَ۔ [2]

اسی طرح تفسیر خازن میں بھی ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۱۶ھ نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔ (تفسیر بغوی، ج ۴ ص ۴۹۹)

امام قرطبی المتوفی ۶۷۴ھ فرماتے ہیں:

فَأَغْنَاكَ بِخَدِيجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔ (تفسیر قرطبی، ج ۱۰ ص ۹۹)

سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس سے مراد وہ مال ہے جو آپ میسرہ کے ساتھ شام تجارت کے لیے لے گئے تھے اور منافع کمایا تھا اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو بہت مالدار تھی اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آنے کے بعد اپنا سارا مال و منال آپ کے حوالے کر دیا تھا۔ [3]

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مالی ایثار اور فدائیت کا احسان مندی کے ساتھ ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے اس طرح درفشانی فرمائی:

واعطتنی مالها فانفقته فی سبیل الله۔ [4]

---

[1] سورۃ والضحیٰ

[2] تفسیر نسفی، ج ۲ ص ۳۶۴

[3] تفسیر روح المعانی، ج ۱۵ ص ۱۸۸

[4] طبقات ابن سعد

ترجمہ:......اور انہوں نے اپنا مال مجھے دیا، جسے میں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بچپن میں کسی غارت گر نے اغوا کر لیا تھا اور عکاظ (مکہ) کے بازار میں فروخت کے لیے پیش کیا، اس نونہال کا ستارۂ اقبال بلند تھا۔ غلامی میں بھی سیادت مقدر تھی۔ حکیم بن حزام نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا اور انہوں نے سرور عالم ﷺ کی خدمت کی غرض سے آپ کی نذر کر دیا، جس کے سبب شہنشاہ کونین ﷺ کی غلامی کا شرف نصیب ہوا، جس میں ہزاروں آزادیاں اور تمام دنیا کی بادشاہتیں قربان ہیں۔

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو طوق غلامی سے آزاد کر دیا اور اسلام کے کاموں پر لگا دیا۔

ذوق عبادت

ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں پنج وقتہ نماز فرض نہیں ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد رحمت عالم ﷺ کو اللہ جل مجدہ نے معراج کرائی، تب یہ نمازیں فرض ہوئیں۔ البتہ مطلق نماز اس سے پہلے بھی پڑھی جاتی تھی۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں کہ جب مطلق نماز فرض ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور اپنی ایڑی ماری جس سے چشمہ ابل پڑا۔ پھر دونوں نے اس سے وضو کیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی۔ جبرائیل علیہ السلام سے وضو اور نماز کا طریقہ سیکھ کر رسول اکرم ﷺ دولت کدہ پر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ اس چشمہ پر لے گئے اور جبرائیل علیہ السلام کی طرح آپ ﷺ نے ان کے سامنے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پوشیدہ نماز پڑھا کرتے تھے۔[1]

[1] البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۴ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۱

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

عفیف کندی کا بیان ہے کہ میں حج کے موقع پر عباس بن عبدالمطلب کے پاس آیا وہ تاجر آدمی تھے۔ مجھے ان سے مال تجارت کی خرید و فرخت کا معاملہ کرنا تھا۔ میری اچانک نظر پڑی کہ ایک شخص ایک خیمہ سے نکل کر کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے لگا۔ پھر ایک عورت نکلی اوران کے پاس آئی، وہ بھی ان کے پاس نماز پڑھنے لگی۔ پھر ایک لڑکا آیا۔ وہ بھی ان کے پاس نماز پڑھنے لگا۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں نے عباس سے دریافت کیا۔ یہ کون سا دین ہے، ہم تو اس سے نا آشنا ہیں۔ عباس نے جواب دیا جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ یہ نوجوان محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کا دعویٰ ہے کہ خدا نے اسے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور یہ کہتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اس کے ہاتھوں فتح ہوں گے اور یہ عورت اس کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے جو اس پر ایمان لا چکی ہے اور یہ لڑکا اس کے چچا کا بیٹا علی بن ابوطالب ہے۔ عفیف کہتے ہیں کاش میں اسی روز مسلمان ہو جاتا تو بالغ مسلمانوں میں دوسرا شمار ہوتا۔ [1]

وفات حسرت آیات

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بھی شعب بنو مطلب سے باہر آئی تھیں۔ پے در پے تکالیف و مصائب کے باعث سیدہ رضی اللہ عنہا کے صحت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ بالآخر رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۲۵ سالہ رفاقت کے بعد رمضان المبارک یا شوال ۱۰ نبوی میں یعنی ہجرت سے تین سال پہلے اپنے شوہر نامدار کو داغ مفارقت دے گئیں۔ [2]

چند دنوں کے وقفے سے ابوطالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پُرملال ہوا۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار و غمگسار یکے بعد دیگرے دونوں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین خود مصائب و آلام میں مبتلا تھے۔ [3]

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۵

۲۔ صحیح بخاری، ج ۱ ص ۵۵

۳۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۵۷

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت عمر مبارک ۶۴ سال ۶ ماہ تھی، چونکہ اس وقت نماز جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی، لہٰذا سیدہ رضی اللہ عنہا کو بھی اسی طرح دفن کر دیا گیا تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اور اپنی غمگسار و جاں نثار زوجہ مکرمہ کو قبر کو آغوش میں رکھا۔ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی قبر جنت المعلیٰ میں مرجع خلائق بنی ہوئی ہے۔ [1]

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا وہ مقدس خاتون تھیں جنہوں نے نہ صرف سب سے پہلے نبوت کی تصدیق کا شرف حاصل کیا بلکہ آغاز اسلام میں آپ کی معین و مددگار ثابت ہوئیں۔ ان کی مثالی اور قابل رشک ازدواجی زندگی نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر بڑے گہرے نقوش چھوڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر سیدہ رضی اللہ عنہا کا ذکر بڑے اچھے الفاظ اور محبت بھرے انداز میں فرماتے تھے۔

بنات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد

شاہ کونین، رحمت دارین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ جل مجدہ نے چار شہزادیاں اور تین شہزادے مرحمت فرمائے تھے، جو کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بطن ہی سے پیدا ہوئے۔ قرآن مجید، حدیث شریف، تاریخ، کتب انساب اور کتب شیعہ میں ان کی تفصیل اور ترتیب واشگاف الفاظ میں پائی جاتی ہے، لیکن بعض شیعہ حضرات کا کہنا ہے کہ سیدہ رقیہ، سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلبی اولاد نہیں ہیں، بلکہ یہ تینوں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوندوں سے پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلبی اور حقیقی بیٹی صرف اور صرف ایک ہی ہے، یعنی سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا۔ ہم متعدد دلائل و براہین سے اس مسئلہ کے مختلف پہلو پر مفصل بحث کریں گے، تاکہ اس باطل خیال کی وضاحت وصراحت قارئین کے سامنے آجائے اور حقیقت واشگاف ہو جائے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ایک ص ۱۸ ۲۸۱ الاصابہ، ج ۴ ص ۲۸۳

ایک سنہری اصول

عرب میں دستور تھا کہ لے پالک بیٹے اپنے اصلی، حقیقی اور نسبی باپ کے بجائے پالنے والے باپ کی نسبت سے پکارے جاتے تھے۔ یہ خلاف واقع نسبتیں دین فطرت کے صریح خلاف تھیں۔ اسلام نے جہاں اور بہت سی معاشرتی برائیوں کی اصلاح کی۔ صحت نسب کا پاس لحاظ رکھنا اور غلط نسبت سے معاشرہ کی عزت و ناموس کو محفوظ رکھنا بھی دین فطرت کے لیے ضروری امر تھا، اور کوئی فطرت سلیمہ اور صحت مند فکر کسی دوسرے باپ کی طرف انتساب میں اپنے لیے عزت وفخر نہیں بلکہ ذلت اور عار محسوس کرتی ہے۔ ایسی غلط نسبتوں کی بیخ کنی کی غرض سے قرآن مجید نے ایک سنہری اصول پیش کیا ہے تاکہ نسبی تعلقات اور ان کے احکام میں کسی پہلو سے بھی اشتباہ والتباس باقی نہ رہنے پائے۔ ارشاد باری ہے:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ[1]

"بلاؤ لے پالک بیٹوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے۔
یہی اللہ تعالیٰ کے ہاں انصاف ہے۔"

اسلام کے اس انقلاب آفریں اعلان اور اصل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دور جاہلیت کی پائی جانے والی اس رسم کا قلع قمع کر دیا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ بیٹے زید کو زید بن حارثہ کے بجائے زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے۔ اس سنہری اصول کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس جاہلانہ رسم کو ترک کر دیا اور زید رضی اللہ عنہ کو اپنے حقیقی اور نسبی باپ سے منسوب کرنے لگے۔

عرب لوگ تو قبائل اور بطون جیسے حفیف امتیاز میں بھی بے حد حساس واقع ہوئے تھے۔ اسلام نے ان کے ایسے جذبات اور احساسات میں نکھار پیدا کیا ہے۔ شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

---

[1] سورہ احزاب ۵

من ادعٰی الی غیر ابیه وهو یعلم انه غیر ابیه فالجنة علیه حرام[۱]

ترجمہ:...... جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف نسبت رکھے جبکہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

من ادعٰی الی غیر ابیه او انتمٰی الی غیر موالیه فعلیه لعنة الله المتتابعة الی یوم القیامة۔[۲]

ترجمہ:...... جس نے اُپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔ یا اپنے آقا کے سوا کسی اور کی طرف منسوب ہوا، تو اس پر اللہ کی پے در پے لعنت روز قیامت تک رہے گی۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان واضح ہدایات کی روشنی میں ناممکن اور محال ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امہات المومنین رضی اللہ عنہن یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان لے پالک بیٹیوں کو شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں کہتے اور منسوب کرتے رہے ہوں۔

اور دین فطرت کو عالمی سطح پر پیش کرنے والا پیغمبر خود اپنے ہاتھوں اور گھر میں دین فطرت پر عمل پیرا نہ ہو سکا؟

اسلام کے اسی معاشرہ میں اہل بیت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پرورش پائی تھی۔ دین فطرت کی ہدایات سے تینوں سیدات مطہرات رضی اللہ عنہن بھی یقیناً روشناس اور آگاہ تھیں۔ وہ اپنی نسبی اور پدری نسبت خلاف واقع کسی صورت گوارا نہیں کر سکتی تھیں۔ اور اسلام کے اس اساسی حکم کو کیسے نظر انداز کر سکتی تھیں؟ اس لیے اس روز روشن حقیقت کو جھٹلانا بہت بڑی جسارت اور حماقت ہے۔

اگر اسلام کے اس انقلابی اعلان کے بعد ''زید ابن حارثہ''، ''زید ابن محمد'' نہیں رہ سکتے۔ تو یہ سیدات مطہرات رضی اللہ عنہن کسی اور کی بیٹیاں ہو کر بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کہلا سکتی ہیں۔

---

[۱] سنن ابوداؤد، ج ۲ ص ۲۰۹ باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیه

[۲] ایضاً

اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمدن النبی الامی وازواجه امهات المؤمنین وذریته واهل بیته کما صلیت علٰی ابراهیم انک حمید مجید

سید الکونین رحمت دارین صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی نسبی شرافت ونجابت کا برملا اظہار فرماتے ہیں۔ جو اپنوں میں اپنی عظمت اور بڑائی اور قوم کی ایک مرکزی حیثیت کا اظہار ہے۔ یہ کیفیت کے اعتبار سے نہ تو عیب گردانی جاتی ہے اور نہ ہی اسے خودنمائی اور خودستائی کے زمرے میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ ہاں دوسروں کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار بے شک صحیح نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا انفسکم نسبًا وصهرًا وحسبًا۔ ليس فی ابائی من لدن آدم سفاح کلنا نکاح۔ [1]

ترجمہ:...... حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک میرے سارے آباؤ اجداد (مرد و زن) جاہلیت کے نکاح کے طریقوں سے پاک رہے۔ (حسب ونسب انتہائی پاکیزہ اور مبارک ہے)۔

نسب کے اس امتیازی ماحول میں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ کلثوم رضی اللہ عنہن کا نسب مخفی اور چھپا رہے، اور ان کا سیدات مطہرات رضی اللہ عنہن کو مجہول النسب گردانا جاتا رہے۔ یہ سراسر اہل بیت رسالت اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان اور ان پر اتہام و بہتان عظیم ہے۔

نص قرآنی

اسلامی مباحث میں نص قرآنی کو اولین اور حتمی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ نص قرآنی سے استنباط واستدلال ناقابل تردید اور بہر حال قابل تسلیم وتقلید ہوتا ہے اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ کو نص صریح سے ماخوذ کرنا اور اس کے استنباط کرنے سے مقدم ہوتا ہے، جیسے کے حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۶ رقمطراز ہیں۔

---

[1] زرقانی شرح مواہب جدید ج ۱ ص ۱۲۸

الاخذ بالنص مقدم علی الاخذ بالاستنباط۔ [1]

اس لیے ہم قرآن مجید سے چار صاحبزادیوں کا ثبوت اور استدلال پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ قرآنی شہادت کے بعد پھر کوئی اور ثبوت اور دلیل درکار نہیں ہوتی، مگر اس مسئلہ کو حدیث، تفسیر، تاریخ اور مذہب شیعہ کی معتبر اور مستند کتب سے بھی آشکارا کریں گے۔

ارشاد ربانی ہے:

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ
يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط [2]

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ بطور استدلال کے شیعہ مترجمین کا پیش کیا جاتا ہے، جس سے اہل حق کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ معروف شیعہ عالم مقبول احمد ترجمہ کرتے ہیں۔

''اے نبی اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے یہ کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔'' [3]

مولانا فرمان علی شیعہ ترجمہ کرتے ہیں:

''اے نبی! اپنی بیبیوں اور اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلتے وقت) اپنے (چہروں اور گردنوں) پر اپنی چادروں کا گھونگٹ لٹکا لیا کرو۔'' [4]

مذکورہ آیت مبارکہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی مومن عورتوں کو تین قسموں میں ذکر فرمایا ہے۔

(۱)......ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۲)......بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] فتح الباری ج۹ ص ۲۷۸ کتاب النکاح

[2] سورۃ الاحزاب، پ ۲۲، آیت ۵۹

[3] ترجمہ مقبول احمد ص ۸۴۹

[4] ترجمہ فرمان علی، سورۃ الاحزاب، ص ۵۸۹

(۳)......نساء المومنین

تینوں اقسام کو جمع کے صیغہ میں بیان فرمایا۔ ازواج، زوجۃ کی جمع ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بیویوں کی تعداد ایک سے کہیں زیادہ تھی۔ اسی طرح نساء، امراۃ کی جمع ہے اور مومن عورتوں کی تعداد تو ہزاروں سے بھی فزروں تر تھی، یوں لفظ ''بنات'' یہ بنت کی جمع ہے۔

یہ قرآن مجید کی بلاغت اور اعجاز ہے کہ وہ ایسے الفاظ پر مشتمل ہے، جن کا مفہوم و مصداق بسہولت سمجھا جاسکتا ہے۔ اللہ جل مجدہ نے لفظ "بنت" بیٹی جیسے مفرد لفظ کے بجائے "بنات" جمع کا لفظ استعمال فرمایا اور عربی قاعدہ کی رو سے جمع کا اطلاق ہمیشہ تین یا تین سے زائد پر ہوتا ہے۔ ایک اور دو کے لیے مفرد اور تثنیہ کے صیغے استعمال ہوتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں ''بنات'' جمع کا صیغہ لاکر یہ حقیقت واضح فرمادی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی قطعاً نہیں ہے، بلکہ دو سے بھی زائد ہیں۔

شیعہ مترجمین نے بھی حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے "بنات" کا ترجمہ ''بیٹیوں اور لڑکیوں'' جمع کے الفاظ سے کیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی بیٹیاں یقیناً چار ہی تھی۔ صرف ایک کا نظریہ باطل ہے۔

لیکن اس قدر واضح اور ناقابل تردید حقیقت کو شیعہ حضرات یہ کہہ کر انکار کردیتے ہیں۔ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر سے تھیں، حالانکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابقہ شوہر سے ان ناموں والی کوئی بیٹی نہیں تھی۔ جس پر تاریخی شواہد پیش کیے جاچکے ہیں۔ اگر شیعہ حضرات کی یہ الٹی منطق اور بے بنیاد نظریہ درست مان لیا جائے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایسی بیٹی کے لیے عربی جیسی فصیح زبان میں ''ربیبۃ'' کہا جاتا ہے ''بنت'' نہیں کہا جاتا ہے اور اس کی جمع ''ربائب'' ہے اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ ربائب استعمال ہوا ہے۔

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ [1]

اور قرآن مجید فصیح و بلیغ الہامی کتاب میں ایسی فحش غلطی کا امکان ہی نہیں اور یہ بھی ناممکنات سے ہے کہ قرآن مجید "بنت اور ربائب" کے بین فرق کو واضح نہ کرے۔

علامہ ابن قتیبہ المتوفی ۲۷٦ھ نے ایک روایت بیان کر کے اس ابہام کی کلی کھول دی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

وربی ابنها هندًا كان ربيبه. وكان يقول هذا انا اكرم الناس ابا واما واختًا. ابى رسول الله صلى الله عليه وسلم وامى خديجة واختى فاطمة واخى القاسم. وولد لهند ربيب النبى صلى الله عليه وسلم ابن سماه هندًا ايضًا. وهلك فى الطاعون. وكان تزوجها وهو ابن خمس وعشرين سنة۔ [2]

ترجمہ:...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ربیب تھا، اور ہند کہا کرتا تھا کہ میں سب لوگوں سے زیادہ عزت والا ہوں، کیونکہ میرے والد، بھائی اور بہن سب کی نسبت عالی ہے۔ میرے والد گرامی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میری والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ، میری بہن سیدہ فاطمہ اور بھائی حضرت قاسم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیب ہند کی خود شادی کرائی۔ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بھی ہند رکھا گیا اور ہند نے ۲۵ سال کی عمر میں طاعون کے مرض میں انتقال کیا۔

جس طرح ہند کے ربیب ہونے کی صراحت کر دی گئی ہے۔ اگر سیدہ رقیہ، زینب، ام کلثوم بھی ربائب ہوتیں۔ حقیقی بیٹیاں نہ ہوتیں تو محدثین، مؤرخین، ائمۃ النساب اور خود شیعہ مجتہدین صراحتاً ان کے ربیب ہونے کا ذکر کر دیتے۔

---

[1] سورہ نساء، آیت ۲۳

[2] معارف ابن قتیبہ، ص ۵۹

شیعہ مترجمین کے ترجمہ سے بھی یہ حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ایک سے یقیناً زیادہ تھیں، جیسا کی ترجمہ میں لفظ ''بیٹیوں'' سے صاف ظاہر ہے اور یہی بنات کا صحیح ترجمہ ہے۔ بنات جمع ہے بنت کی اور جمع کا لفظ کم از کم تین افراد پر بولا جاتا ہے اور یہی اہل حق کا موقف ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک بیٹی نہیں بلکہ چار شہزادیاں تھیں۔

احادیث کی تصریح

کتب احادیث میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اطہار کا ذکر جابجا پایا جاتا ہے۔ احادیث کی تفصیلات ہی کی اساس پر اہل حق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار شہزادیوں اور تین شہزادوں کا موقف اختیار کیا ہے۔ چونکہ احادیث کتب اور روایان حدیث اہل سنت والجماعت ہی کی ہیں اور ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی تعداد میں نہ تو کوئی نزاع ہے نہ ہی اختلاف۔ علاوہ ازیں یہ شہادت تو گھر ہی کی ہے، اس لیے محدود چند احادیث تبرکاً پیش کی جائیں گی جبکہ مفصل اور مدلل بحث فریق ثانی یعنی کتب شیعہ ہی سے پیش کی جائے گی، کیونکہ چار شہزادیوں کا انکار بھی یہی فریق کرتا ہے۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۶۰ھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

ان خديجة ولدت لرسول الله صلى الله عليه وسلم ستة، عبدالله، والقاسم، وزينب، و رقيه، و ام كلثوم، و فاطمه، وولدت له مارية القبطية ابراهيم۔[1]

ترجمہ:...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عبداللہ، حضرت قاسم،

[1] معجم طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۱۴ حدیث نمبر ۱۲۱۵، مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۵۵، حدیث نمبر ۱۵۲۲۳، مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۶۱

سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

وعن الزبير بن بكار: قال ولد للنبي صلى الله عليه وسلم القاسم وهو اكبر ولده. ثم زينب. ثم عبدالله، وكان يقال له الطيب. ويقال له الطاهر، ولد بعد النبوة ومات صغيرًا. ثم كلثوم، ثم فاطمة، ثم رقيه، هكذا الاول فالاول، مات القاسم بمكة، ثم عبدالله۔[1]

ترجمہ:......زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت قاسم پیدا ہوئے اور وہی سب سے بڑے ہیں، پھر سیدہ زینب، پھر حضرت عبداللہ اور حضرت عبداللہ کو طیب بھی کہا جاتا ہے اور طاہر بھی کہتے ہیں۔ اعلان نبوت کے بعد عبداللہ کی ولادت ہوئی اور بچپن میں رحلت فرمائی، پھر سیدہ ام کلثوم، پھر سیدہ فاطمہ، پھر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں۔ یہ اسی ترتیب سے پیدا ہوئیں۔ حضرت قاسم کا مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا، پھر حضرت عبداللہ کی ولادت ہوئی۔

علماء شیعہ کی توضیحات

شیعہ کے جمہور علماء، مشاہیر مجتہدین اور مؤرخین کا ایک طبقہ اس حقیقت کا معترف ہے کہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں اور چاروں آپ کی زوجہ مکرمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی ہیں لیکن ایک طبقہ اس حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تین صاحبزادیاں سیدہ رقیہ، سیدہ زینب اور سیدہ کلثوم رضی اللہ عنہن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے تھیں۔ ہم شیعہ مجتہدین اور علماء کی عبارات پیش کرتے ہیں، جنہوں نے چاروں شہزادیوں کو سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تسلیم کیا ہے۔

شیعہ مذہب کے معروف مجتہد علامہ مولیٰ محمد باقر مجلسی نے بھی اس باطل خیال کی

---

[1] مجمع الزوائد، ج۹، ص ۲۵۵ حدیث ۱۵۲۵۵

پُرزور الفاظ میں تردید کی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"مولف گوید آنچہ از روایات ظاہر شدہ کہ تزویج ووفات ام کلثوم پیش از تزویج ووفات رقیہ بوداست اقوی واصح است۔ ہر چند ثانی اشہر است۔ جمعی از علمائی خاصہ وعامہ را اعتقاد آن است کہ رقیہ وام کلثوم دختران خدیجہ بودند از شوہر دیگر کہ پیش از شوہری رسول خدا داشتہ۔ حضرت ایشان را تربیت کردہ بود۔ ودختر حقیقی آنجناب نبودند۔ وبعض گفتند اند کہ دختران ہالہ خواہر خدیجہ بودہ اند وبر نفی این دو قول رواہت معتبرہ دلالت مے کنند۔"[1]

ترجمہ:...... مولوف کتاب کہتا ہے کہ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ام کلثوم کا نکاح اور وفات رقیہ کے نکاح اور وفات ام کلثوم کے نکاح اور وفات سے پہلے ہوئی۔ یہی زیادہ قوی اور صحیح قول ہے۔ اگرچہ دوسرا قول (یعنی رقیہ کا نکاح اور وفات سے پہلے ہوئی) زیادہ مشہور ہے۔

علماء خاص اور عام کی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ رقیہ اور ام کلثوم خدیجہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کرنے سے پہلے شوہر سے پیدا ہوئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تربیت کی تھی اور یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں نہیں تھیں اور بعض کہتے ہیں۔ یہ دونوں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کی بیٹیاں تھیں اور معتبر دلائل ان دونوں نظریات کی نفی پر دلالت کرتے ہیں۔

محمد بن یعقوب کلینی رازی

شیعہ مذہب کی متداول، مستند کتاب جس پر امام مہدی نے مہر تصدیق بھی ثبت کر دی ہے، جو ائمہ معصومین متقدمین اور متاخرین علماء سب ہی کے نزدیک معتبر اور مستند کتاب ہے۔ اس کتاب کے صفحہ اول پر مرقوم ہے۔

---

[1] حیات القلوب ج ۲ ص ۵۸۹، دربیان اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قال امام العصر حجة الله المنتظر، هذ كاف لشيعتنا

ترجمہ:......امام موصوف نے فرمایا یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے۔

اس کتاب میں چاروں بیٹیوں کی صراحت پائی جاتی ہے۔

وتزوج خديجة وهو ابن بضع وعشرين سنة۔ فولد منها قبل۔ مبعثه صلى الله عليه وسلم القاسم ورقية وزينب وام كلثوم۔ وولد له بعد المبعث الطيب والطاهر۔ وفاطمة عليها السلام۔ وروى ايضًا انه لم يولد بعد المبعث الا فاطمه عليها السلام وان الطيب والطاهر ولدا قبل مبعثه۔ [1]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بیس سال سے کچھ زائد تھی، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بعثت سے پہلے قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔ اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ بعثت کے بعد صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی ہیں اور طیب اور طاہر پہلے ہوئے۔

صاحب کافی نے اس بات کا التزام کیا ہے جس کا اظہار کتاب کی ابتداء میں بھی فرمایا ہے کہ میں اپنی کتاب میں ایسی روایت ذکر کروں گا جو معتبر اور موثقہ ہوں گی، چنانچہ صاحب تفسیر صافی نے بھی علامہ محمد بن یعقوب کلینی صاحب اصول کافی کے اس التزام کا ذکر کیا ہے۔

ذكر فى اول الكتاب انه يثق بما رواه فيه۔ [2]

ترجمہ:......کلینی نے کتاب کی ابتداء میں کہا ہے کہ جو کچھ اصول کافی میں مروی ہوگا موثق و معتبر ہوگا۔

---

[1] اصول کافی ص ۲۶۵، ابواب التاریخ۔ کتاب الحجۃ۔ مطبوعہ المہر ان ۱۳۸۸ھ

[2] تفسیر صافی ص ۱۴ سطر ۱۵

اصول کافی کی اس روایت سے اہل سنت والجماعت کے مسلک حقہ کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں شہزادیاں سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے متولد ہیں۔ سیدہ کے پہلے کسی خاوند سے پیدا شدہ نہیں ہیں۔

اسی طرح اصول کافی کے شارحین نے بھی اس روایت کی توضیح وتشریح میں دیانت داری وامانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعتراف حقیقت کیا اور تلبیس سے گریز کیا ہے۔ اصول کافی کے مشہور شارح ملا باقر مجلسی اصفہانی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

قال القرطبی اجتمع اهل النقل علی انه ولدت له اربع بنات زینب ورقیة وام کلثوم وفاطمة۔[1]

ترجمہ:...... قرطبی نے کہا ناقلین اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

اسی طرح اصول کافی کے معرف شارح ملا خلیل قزوینی نے بھی اس روایت کی تشریح عدل وانصاف سے کی ہے اور ضعیف قرار دے کر مسترد نہیں کیا۔ موصوف لکھتے ہیں:

بزنی خواست خدیجہ را واوفرزند بست سالہ وکسری بود۔ پس زادہ شد برائے اوراز خدیجہ پیش از رسالت او قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم۔ وزادہ شد برائے او بعد از رسالت طیب طاہر وفاطمہ۔[2]

ترجمہ:...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک بیس سال سے کچھ زائد تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسالت ونبوت سے پہلے قاسم، رقیہ، زینب، ام کلثوم پیدا ہوئی۔ رسالت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ کی ولادت ہوئی۔

۱۔ مرآۃ العقول شرح اصول ج ۲ ص ۵۲ ۳۰۔ ۱۸۰ دوم باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبع تہران طبع دوم

۲۔ الصافی شرح اصول کافی کتاب الحجہ، جزم سوم حصہ دوم ص ۷ ۱۴ باب مولد النبی ورفاتہ

شیخ صدوق قمی

مذہب شیعہ کے "اصول اربعہ" کے مشہور مصنف علامہ محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ، المعروف شیخ صدوق ابن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۱ھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: ولد لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجۃ القاسم والطاہر وھو عبداللہ وام کلثوم ورقیۃ وزینب وفاطمہ۔

ترجمہ:...... امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل اولاد پیدا ہوئی۔ قاسم اور طاہر، طاہر ہی کو عبداللہ کہتے ہیں۔ ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ (رضی اللہ عنہم)

شیخ صدق القمی مزید لکھتے ہیں:

فان اللہ تبارک وتعالٰی بارک فی الولود الودود وان خدیجہ رحمہا اللہ ولدت منی طاہرًا وھو عبداللہ وھو المطہر، وولدت منی القاسم وفاطمۃ ورقیۃ وام کلثوم وزینب۔

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے اس عورت میں برکت عطا فرمائی ہے، جو بہت بچے جننے والی اور اپنے شوہر اور اولاد کے ساتھ محبت رکھنے والی ہو۔

اور اللہ تعالٰی خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے کہ اس کے پیٹ سے میری اولاد ہوئی۔ طاہر جسے عبداللہ کہتے ہیں اور وہی مطہر ہے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے میرے ہاں قاسم، فاطمہ، رقیہ،

۱۔ کتاب الخصال للشیخ الصدوق، ص ۳۷۵ باب ہفتم

۲۔ کتاب الخصال للشیخ الصدوق ۳۷۶ باب ہفتم

ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں۔

شیخ صدوق نے بڑی وضاحت اور صراحت سے واضح کر دیا ہے کہ چاروں شہزادیاں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابقہ شوہر سے نہیں بلکہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوئی ہیں۔

کتاب الخصال کا فارسی زبان میں ترجمہ ایک شیعہ عالم سید احمد فہری زنجانی نے کیا ہے اس کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

امام صادق (ع) فرمود: فرزندان رسول خدا از خدیجه قاسم بود، وطاهر که همان عبدالله است، وام کلثوم، ورقیه وزینب وفاطمه۔[1]

اس کے بعد لکھتے ہیں:

خدای تبارك و تعالی زن زاینده ومهربان مبارك گرانیده است۔ خدیجه که خدایش رحمت کند، از من فرزندانی آورد۔ یکی طاهر که نام دیگرش عبدالله بود و مطهران و فرزندان دیگرش از من قاسم بود وفاطمه ورقیه وام کلثوم وزینب۔[2]

شیخ صدوق القمی نے اپنی ''امالی'' میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ ذکر کیا ہے جو آپ نے لوگوں کے سامنے ارشاد فرمایا تھا:

یامعشر الناس الا ادلکم علی خیر الناس خالا وخالة: قالوا بلی یارسول الله۔ قال الحسن والحسین فان خالهما القاسم بن رسول الله وخالتهما زینب بنت رسول الله۔ ثم قال بیده هکذا یحشرنا الله۔ ثم قال اللهم انك تعلم ان الحسن فی الجنة والحسین فی الجنة۔ وجدهما فی الجنة۔ وجدتهما فی الجنة واباهما فی الجنة۔ امهما فی الجنة۔ عمهما فی الجنة

[1] کتاب الخصال فارسی، ص ۳۷۱

[2] کتاب الخصال فارسی، ص ۳۷۲

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

وعمتهما فی الجنة وخالهما فی الجنة وخالتهما فی الجنة۔ [1]

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں ایسے آدمی نہ بتادوں جو سب لوگوں سے ماموں اور خالہ کے اعتبار سے بہترین ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ضرور فرمایئے۔ تو حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ وہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے ماموں القاسم بن رسول اللہ ہیں اور ان دونوں کی خالہ زینب بنت رسول اللہ ہیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں (قیامت میں) اس طرح جمع فرمائے گا۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ حسن جنت میں ہیں۔ حسین جنت میں ہیں۔ ان دونوں کے جد (یعنی نانا) جنت میں ہیں۔ ان دونوں کی والدہ جنت میں ہیں۔ ان دونوں کے چچا (یعنی جعفر طیار رضی اللہ عنہ) جنت میں ہیں۔ ان دونوں کی پھوپھی (یعنی ام ہانی رضی اللہ عنہا) جنت میں ہیں۔ ان دونوں کے ماموں (قاسم) جنت میں ہیں۔ ان دنوں کی خالہ (زینب بنت رسول اللہ) جنت میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ خطبہ بہت سے شیعہ علماء نے نقل کیا ہے، جن میں شیخ عبداللہ المامقانی نے تنقیح المقال لعبداللہ مامقانی ۷۹ آخر جلد ثالث من فصل النساء تحت زینب بنت رسول اللہ۔ اور منتھی المقال لابی علی، صفحہ ۴۳۴ باب فی ذکر نساءھن تحت زینب بنت رسول اللہ ذکر کیا ہے۔

علامہ باقر مجلسی

شیعہ مذہب کا مشہور عالم علامہ محمد باقر مجلسی نے اپنی کتاب میں اس حقیقت کا جابجا اعتراف کیا ہے۔

درحدیث معتبرہ از امام جعفر صادق منقول است۔ وخدیجہ خدا اورا رحمت کند۔ از من طاہر مطہر را بہم رسانید کہ او عبداللہ

---

[1] شیخ صدوق، ص ۲۶۲ مجلس ۶۷

بود. وقاسم رااورد وفاطمه و رقیه و زینب و ام کلثوم ازوبهم رسیدند۔[1]

ترجمہ:...... معتبر حدیث میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رحمت کرے۔ان سے میری اولاد پیدا ہوئی۔ طاہر، مطاہر جسے عبداللہ کہتے ہیں اور قاسم، فاطمہ، رقیہ، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم۔

علامہ باقر مجلسی مزید لکھتے ہیں:

پس اول فرزند که از برائے اوبهم رسید عبدالله بود. که اورا بطیب وطاهر ملقب ساختنه۔ وبعد از اوقاسم متوالد شد. وبعض گفته اند که قاسم از عبدالله بزرگتر بود. وچهار دختر او برائے حضرت اورد. زینب، رقیه، ام کلثوم، فاطمه رضی اللہ عنہن۔[2]

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پہلا بیٹا عبداللہ پیدا ہوا۔ اسی کو طیب اور طاہر کہتے ہیں۔ اس کے بعد قاسم پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ قاسم عبداللہ سے بڑے تھے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ کی چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ زینب، رقیہ ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

ملا باقر مجلسی حیات القلوب جلد دوم باب اکیاون میں لکھتے ہیں:

درقرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق روایت کرده است که از برائے رسول خدا صلی الله علیه وسلم از خدیجه متولد شدند طاهر وقاسم وفاطمه وام کلثوم ورقیه وزینب۔

اسی صفحہ پر مزید لکھتے ہیں:

---

[1] حیات القلوب، ج ۲ ص ۸۷ باب پنجم

[2] حیات القلوب ج ۲ ص ۵۸۶ دربیان زوجات آنحضرت ﷺ

دختران آنحضرت چهار نفر بودند وهمه از حضرت خدیجه رضی الله عنها بوجود آمدند۔

ترجمہ:...... بسند معتبر حضرت صادق سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہونے والی اولاد طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب رضی اللہ عنہم تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی چاروں بیٹیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے پیدا ہوئی تھیں۔

تحفۃ العوام جو تقریباً ہر شیعہ کے گھر پائی جاتی ہے، اس میں دو بیٹیوں کا نام پایا جاتا ہے۔

اللهم صل على رقية بنت نبيك والعن من اذى نبيك فيها۔

اللهم صلی علی ام کلثوم بنت نبیك والعن علی من اذی نبیك فیها۔ [۱]

ترجمہ:...... اے اللہ! رحمت فرما اپنے نبی کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا پر اور جو شخص ان کے متعلق تیرے نبی کو اذیت پہنچائے تو اس پر لعنت فرما۔ اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا پر رحمت فرما اور جو شخص ان کے متعلق تیرے نبی کو اذیت پہنچائے تو اس پر لعنت فرما۔

تحفۃ العوام مطبوعہ قدیم اور جدید میں یہی عبارت پائی جاتی ہے، لیکن بعض نسخوں میں یہ الفاظ حذف کر دیے گئے ہیں۔ مؤلف کے پاس نظامی پریس لکھنؤ کی مطبوعہ ۱۹۴۶ء کے نسخہ میں یہ عبارت نہیں ہے، جبکہ ۱۹۳۱ء کی مطبوعہ نامی پریس نولکشور لکھنؤ کے علاوہ بھی بعض نسخوں میں یہ عبارت موجود ہے۔

شیعہ کے مجتہدین اور مشاہیر علماء کی مذکورہ بالا ناقابل تردید عبارات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ سرور دو عالم ﷺ کی چار شہزادیاں تھیں اور چاروں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئیں۔ ان حقائق سے چشم پوشی کرنا اور تین شہزادیوں کا سرور عالم ﷺ کی نسبی اولاد ہونے کا انکار کرنا نری جہالت اور پرلے درجے کی حماقت ہے۔

---

[۱] حیات القلوب، ج ۲ ص ۵۸۸ باب ۵۱ در بیان اولاد امجاد

داماد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس طرح مذہب اہل سنت والجماعت کی معتبر کتب اور مذہب شیعہ کے مجتہدین کی مشہور کتابوں سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سیدہ رقیہ، سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں، اسی طرح شیعہ مذہب کی معتبر کتابوں کے حوالہ جات سے اس حقیقت کو بھی آشکارا کیا جاتا ہے کہ سیدنا ابوالعاص، سیدنا عثمان ذی النورین اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم تینوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل تھا۔

ملا باقر مجلسی حضرت جعفر صادق سے معتبر سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں:

حضرت امیر المومنین فاطمہ را تزویج نمود۔ وزینب را ابوالعاص بن ربیعہ واو مردے بود از بنو امیہ و عثمان بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود۔ و پیش از آنک بخانہ او برود برحمت الٰہی واصل شد۔ وپس چوں بجنگ بدر رفتند حضرت رسول رقیہ را باو تزویج نمود۔[1]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح امیر المومنین (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے کیا۔ اور زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح بنو امیہ کے ایک فرد ابوالعاص بن ربیعہ کے ساتھ کیا۔ اور حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، مگر ان کے گھر جانے سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ بدر کے لیے جانے لگے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔

علامہ محمد باقر مجلسی ہجرت حبشہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پس یازدہ مرد چہار زن خفیہ از اہل مکہ گریختند وبجانب حبشہ رواں شدند۔ واز جملہ آنہا عثمان ورقیہ دختر حضرت رسول کے زن او بود۔[2]

---

[1] حیات القلوب ج ۲ ص ۵۸۸ باب ۵۱ در احوال اولاد امجاد

[2] حیات القلوب ج ۲ ص ۳۰۵ باب ۲۵ در بیان حبشہ

ترجمہ:......پس گیارہ مرد اور چار عورتیں اہل مکہ سے خفیہ طور پر بھاگ کر حبشہ کو روانہ ہوئے۔ان میں سے حضرت عثمان اور ان کی بیوی رقیہ دختر رسول اللہ بھی تھیں۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

عیاشی روایت کردہ است کہ حضرت صادق پرسیدند کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دختر خود را بعثمان داد۔ حضرت فرمود کہ بلی۔[1]

ترجمہ:......عیاشی روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دی تھی تو حضرت جعفر صادق نے فرمایا: ہاں دی تھی۔

شیعہ کے مشہور مصنف شیخ صدوق ابن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۲ھ امام جعفر صادق سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ولد لرسول اللہ من خدیجہ، القاسم والطاہر، وھو عبداللہ و ام کلثوم ورقیہ و زینب و فاطمہ۔ وتزج علی ابن ابی طالب فاطمہ۔ وتزویج ابوالعاص بن الربیع وھو رجل من بنی امیہ زینب وتزوج عثمان بن عفان ام کلثوم وماتت ولم یدخل بہا ولما سار والی بدر زوجہ رسول اللہ رقیۃ۔[2]

ترجمہ:......امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئیں۔ قاسم، طاہر رضی اللہ عنہما، انہی کو عبداللہ کہتے ہیں۔ ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ رضی اللہ عنہم۔ پھر علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ابوالعاص بن ربیع جو بنی امیہ میں سے ایک شخص تھا زینب کے ساتھ نکاح کیا اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم

---

[1] حیات القلوب، ج ۲ ص ۵۹۲ در بیان احوال رقیہ

[2] کتاب الخصال عربی ۳۷۵ باب السبعۃ، کتاب الخصال مترجم فارسی، ص ۳۷۱

سے نکاح کیا۔ رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں۔ پھر جب غزوہ بدر کی طرف چلنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

امام عالی مقام سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، امام مظلوم سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شان، مرتبہ و مقام کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

وصحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم كما صحبنا. وما ابن ابى قحافة ولا ابن الخطاب، باولى بعمل الحق منك. وانت اقرب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وشيجة رحم منهما. فقد نلت من صهره مالم ينالا۔[1]

ترجمہ:...... جس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف صحبت سے مشرف ہوئے، اسی طرح آپ بھی ہوئے (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) ابو بکر و عمر بھی عمل حق پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ سزاوار نہیں تھے، کیونکہ بہ اعتبار قرابت آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں کے مقابلے میں نزدیک تر ہیں۔ بلاشبہ آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف (دو مرتبہ) حاصل کیا جو انہیں نہیں ملا۔ (ترجمہ سید رئیس احمد جعفری)

عربی نہج البلاغہ میں اس مقام پر محشی علام لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر دامادی حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے فضیلت ہے، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں رقیہ و ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں آئیں۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو نور عطا فرمائے، یعنی رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما۔

یہ ایسے حقائق ہیں جن کا اقرار شیعہ مجتہدین اور علماء کو بھی کرنا پڑا۔ اس کے باوجود بھی اگر شیعہ شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تین شہزادیوں کا انکار کریں تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے:

يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾[2]

---

[1] نہج البلاغہ مترجم، ص ۱۰۹۸، نہج البلاغہ عربی مصری، ج ۲ ص ۸۵

[2] سورہ رعد

چار شہزادیاں

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

شاہ کونین، رحمت دارین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار شہزادیاں جن کی ولادت کی ترتیب میں علماء انساب، مؤرخین اور محدثین حضرات نے کئی اقوال بیان کیے ہیں، لیکن ہم حسب ذیل ترتیب کے لحاظ سے ان کی سیرت وسوانح کا تذکرہ کریں گے۔

(۱)......سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

(۲)......سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

(۳)......سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

(۴)......سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

چار شہزادیاں

شہزادیوں کی ترتیب ولادت

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادیوں کی تعداد چار ہونے میں علماء انساب، محدثین اور مورخین وغیرہ سب متفق ہیں، البتہ ان کی ترتیب ولادت میں بعض روایات میں کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہے۔

ابن ہشام، المتوفی ۲۱۸ھ اس طرح ترتیب لکھتے ہیں:

رقیہ، زینب، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن

علامہ ابن عبدالبر، المتوفی ۴۳۶ فرماتے ہیں:

عقیل ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ صاحبزادیوں کی ترتیب اس طرح ہے:

فاطمہ، زینب، ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن

قتادہ سے روایت ہے کہ زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ شہزادیوں کی ترتیب یوں ہے:

زینب، ام کلثوم، فاطمہ اور رقیہ رضی اللہ عنہن

ابن اسحاق اس طرح ترتیب بیان کرتے ہیں:

زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن

مصعب بن زبیر کہتے ہیں:

زینب، ام کلثوم، رقیہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔[1]

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

ان روایات میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ اس کی طرف توجہ نہ کی جائے اور جو بات دل کو بھاتی اور جو متواتر روایات سے معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ترتیب ہے:

[1] الاستیعاب برحاشیہ الاصابہ، ج ۴ ص ۲۸۱

پہلے حضرت زینب، پھر حضرت رقیہ، پھر ام کلثوم اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ [1]

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سب سے بڑی بیٹی نہیں ہیں اور نہ ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے بڑی ہیں۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔ [2]

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۳۰ لکھتے ہیں:

وقال ابن کلبی زینب ثم ام کلثوم ثم فاطمہ ثم رقیہ۔ وھذا ھو الصحیح۔ [3]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ رقمطراز ہیں:

وقال ابو عمر (ابن عبدالبر) اختلفوا ایتھن اصغر، والذی یسکن الیہ الیقین ان اکبرھن زینب ثم رقیہ ثم کلثوم ثم فاطمہ۔ [4]

ترجمہ:...... اور ابو عمر یعنی ابن عبدالبر کہتے ہیں اس میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ سب سے چھوٹی صاحبزادی کونسی ہیں؟ جس چیز پر اطمینان اور یقین غالب ہے وہ ترتیب یہ ہے: سب سے بڑی حضرت زینب، پھر حضرت رقیہ، پھر حضرت ام کلثوم اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

شہزادے

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سب سے پہلے "قاسم رضی اللہ عنہ"

---

[1] استیعاب، ج ۴، ص ۳۸۳ ذکر فاطمہ

[2] روض الانف، ج ۱ ص ۱۲۳ ذکر ولدہ منہا

[3] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۴۳۲

[4] الاصابہ، ج ۴ ص ۳۷۷ ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا

پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت نبوت سے پہلے ہوئی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اولاد تھے۔ ان ہی کے نام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب "ابوالقاسم" تھا۔

ان کی عمر کے متعلق متعدد اقوال پائے جاتے ہیں:

یہ دو سال زندہ رہے۔ ایک قول کے مطابق اتنے بڑے ہوگئے تھے کہ چلنا سیکھ چکے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اونٹ پر بیٹھنے کے قابل ہوگئے تھے۔ ایک قول میں صرف سات رات زندہ رہنا بھی منقول ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں آپ اعلان نبوت سے قبل مرنے والے ہیں۔[1]

علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۱۸ اور امام سہیلی المتوفی ۵۸۱ھ نے بھی "قاسم" کو سب سے بڑی اولاد قرار دیا ہے۔[2]

علامہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۷۶ھ رقمطراز ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے تھے۔ قاسم، طاہر اور طیب رضی اللہ عنہم۔[3]

مؤرخین اور محدثین اور علماء انساب کے نزدیک یہ قول راجح اور اصح ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۶۳ھ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند عبداللہ ہی کو طیب کہا جاتا ہے۔[4]

ایک قول کے مطابق طیب اور طاہر دونوں نام عبداللہ ہی کے تھے۔[5]

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۲۳ھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کرام کی تعداد پر مفصل بحث کے بعد فرماتے ہیں: علماء انساب اور مؤرخین کی بیان کردہ تعداد کا حاصل یہ ہے کہ

---

[1] سیرت حلبیہ اردو، ج ۶ ص ۴۴

[2] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۲، روض الانف، ج ۱، ص ۱۲۳

[3] معارف ابن قتیبہ، ص ۶۱

[4] الاستیعاب ج ۴ ص ۲۸۱ برحاشیہ الاصابہ

[5] سیرت حلبیہ اردو، ج ۶ ص ۴۰۴

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَهْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

آٹھ بیٹوں میں سے دو کی تعداد متفق علیہ ہے، یعنی قاسم اور ابراہیم اور چھ ناموں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ عبد مناف، عبداللہ، طیب، مطیب، طاہر اور مطاہر۔

والاصح انھم ثلاثۃ ذکور واربع بنات متفق علیھن وکلھم من خدیجۃ بنت خویلد الا ابراھیم۔[1]

ترجمہ:......اور صحیح قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ اس پر سب ہی متفق ہیں اور ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھی سوائے حضرت ابراہیم کے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام بیٹے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ارجمند عبداللہ کا جب وصال ہوا تو کفار نے کہا اب یہ بے نام ونشان ہو گئے ہیں۔ یہ بات عاص ابن وائل یا ابولہب یا متعدد کفار نے کہی، چونکہ عربوں میں صرف نرینہ اولاد کا ہی ذکر کیا جاتا تھا، اس پر اللہ جل مجدہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿١﴾[2]

''یقیناً آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔''

سورہ کوثر کا نزول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایسے محسوس ہوا کہ آپ کو اونگھ آ گئی، پھر تھوڑی ہی دیر میں آپ نے مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلاوت فرمائی:

---

1. سیرت حلبیہ اردو، ج ۶ ص ۴۰۴
2. مواہب الدنیہ ج ۲ ص ۳۱۲ معہ زرقانی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھٰتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝٣ [1]

''بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی۔ آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیں اور قربانی کیجیے، یقیناً آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔''

اولاد کے عقیقے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہونے والے ہر دو بیٹوں کے درمیان ایک سال کا وقفہ تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا لڑکے کا عقیقہ دو بکریوں سے اور بیٹی کا عقیقہ ایک بکری سے کرتی تھیں۔ [2]

۵۸ھ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آپ کی باندی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ان سے ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن دو بھیڑوں سے ان کا عقیقہ کیا۔ ان کا سر منڈوایا اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی اور بال دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ [3]

---

[1] تفسیر زاد المسیر، ج ۲ ص ۴۹۸

[2] صحیح مسلم، ج ۱ ص ۱۷۲ حدیث نمبر ۴۰۰ باب حجۃ من قال البسملۃ آیۃ

[3] سیرت حلبیہ اردو، ج ۲ ص ۴۰۶

شہزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

شہزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی چار شہزادیوں میں سب سے بڑی شہزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں اوران کی والدہ محترمہ ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

ولادت باسعادت

سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دس برس پہلے پیدا ہوئیں۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۰ سال تھی۔ظہور اسلام کے وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عمر دس برس کو پہنچ چکی تھی۔

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

زینب بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم كانت اكبر بناته رضی الله عنها، ولدت زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فی سنة ثلاثين من النبی صلى الله عليه وسلم۔[1]

ترجمہ:...... حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی زینب کی عمر مبارک ۳۰ سال تھی۔ظہور اسلام کے وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عمر دس برس کو پہنچ چکی تھی۔ان کی ولادت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تیس سال تھی۔

علامہ ابن اثیر المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم هی اكبر بناته۔ ولدت لرسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثون سنة۔[2]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب سب بیٹیوں سے بڑی ہیں،ان کی ولادت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تیس سال تھی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ رقمطراز ہیں:

۱۔ الاستیعاب،ج ۴ ص ۳۱۱ برحاشیہ الاصابہ

۲۔ اسد الغابہ،ج ۵ ص ۴۶۷

زینب بنت سید ولد آدم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب القرشیة الهاشمیة۔ هی اکبر بناته واول من تزوج منهن۔ ولدت قبل البعثه بمدة قیل انها عشر سنین۔[1]

ترجمہ:...... حضرت زینب بنت سید ولد آدم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب القرشیہ الہاشمیہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بڑی بیٹی ہیں اوران ہی کا نکاح سب سے پہلے ہوا۔ بعثت سے کچھ عرصہ پہلے پیدا ہوئیں۔ کہا گیا کہ دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔

قبول اسلام

اعلان نبوت کے بعد ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئیں اوران کے ساتھ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد بھی مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں بھی ابتدا سے ہی نور ایمان واسلام سے مشرف ہوئی ہیں اور یہ ہی اصول فطرت بھی ہے۔

علامہ ابن سعد المتوفی ۲۳۰ھ عامر شعبی سے روایت بیان کرتے ہیں:

ان زینب بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم كانت تحت ابن العاص بن الربیع۔ فاسلمت وهاجرت مع ابیها۔[2]

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

قال ابو عمر كان رسول الله صلی الله علیه وسلم محبا فیها۔ اسلمت وهاجرت حین ابی زوجها ابو الربیع ان یسلم۔[3]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی، جب کہ ان کے خاوند نے مسلمان ہونے سے انکار کیا۔

---

[1] الاصابہ ج ۴ ص ۳۱۲

[2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۵۸ ذکر بنات رسول اللہ

[3] استیعاب، ج ۲ ص ۳۱۲، برحاشیہ الاصابہ

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۴ھ رقمطراز ہیں:

واما بناته فادركن البعثه ودخلن فی السلام وهاجرن معه صلی الله علیه وسلم۔[1]

ترجمہ:......اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیٹیوں نے اسلام کا دور پایا، اسلام لائیں اور پھر ہجرت کا دور آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ہجرت کی سعادت حاصل کی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح

مؤرخ شہیر علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۱۸ھ ابن اسحاق کی روایت بیان کرتے ہیں:

وكان ابو العاص من رجال مكة المعدودين۔ مالًا وامانةً۔ وتجارة وكان امه هاله بنت خويلد۔ وكانت خديجة خالته۔ فسالت خديجة رسول الله صلى الله عليه وسلم لايخالفها۔ وذلك قبل ان ينزل عليه الوحى فزوجه وكانت تعده بمنزلة ولدها۔ فلما اكرم الله رسوله صلى الله عليه وسلم بنبوته آمنت به خديجة وبناته۔ فصدقته وشهدن ان ماجاء به الحق۔ ودن بدنية۔ وثبت ابو العاص على شركه۔[2]

ترجمہ:......ابوالعاص مکہ مکرمہ کے ان چنے چنے لوگوں میں سے تھے جو مال و دولت، امانت اور تجارت کے اعتبار سے خاصی شہرت رکھتے تھے۔ ان کی والدہ ہالہ بنت خویلد ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ زینب کا نکاح ان سے کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی رائے سے انکار نہیں فرماتے تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بیٹوں کی طرح ابوالعاص سے محبت کرتی تھیں۔

یہ واقعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی نازل ہونے سے پہلے کا ہے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۲ ص ۲۹۵

۲۔ سیرت ابن ہشام، ج ۲ ص ۲۶۳ عنوان سبب زوج ابی العاص من زینب

پر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور وحی نازل فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بیٹیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور مسلمان ہوگئیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص اپنے شرک پر قائم رہے۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مغلوب تھے۔ وہ حلال وحرام کا فیصلہ نہیں دے سکتے تھے، اگرچہ اسلام نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ابوالعاص میں تفریق کردی تھی، کیونکہ زینب مسلمان تھیں اور ابوالعاص مشرک تھے، تاہم زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص ہی کے پاس رہیں، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ [1]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

وکان الاسلام قد فرق بین زینب وبین ابی العاص حین اسلمت الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لایقدر علی ان یفرق بینھما وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغلوباً لایحل ولا یحرم۔ [2]

ترجمہ: ...... اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جب اسلام قبول کرلیا تو اسلام نے دونوں کے درمیان جدائی کرادی، لیکن حالات کی سنگینی کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میاں بیوی کے درمیان علیحدگی نہیں کراسکے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مغلوب تھے۔ حلال اور حرام کا فیصلہ دینے کی (قدرت) نہیں رکھتے تھے۔

ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں کہ ابوالعاص کا نام "القاسم" تھا اور بعض نے "مقسم" بیان کیا ہے۔ [3]

علامہ ابن اثیر المتوفی ۶۳۰ھ نے ابوالعاص کا نام "لقیط" لکھا ہے۔ [4]

سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے نکاح کے موقع پر اپنی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو دوسری اشیاء

---

[1] سیرت ابن ہشام، ج ۲ ص ۲۶۴ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۱۱

[2] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۴۶۷

[3] معارف ابن قتیبہ، ص ۶۱

[4] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۴۶۷

کے علاوہ عقیق کا ایک بیش بہا قیمتی یمنی ہار بھی تحفہ میں دیا جو ماں کی ممتا کی ایک انمول نشانی تھی۔

زعماء قریش ابوالعاص کے پاس گئے اور انہیں مجبور کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیں اور قریش کی جس عورت سے نکاح کرنا چاہیں وہ عورت انہیں پیش کر دی جائے گی، لیکن ابوالعاص شرافت و نجابت کے پیکر تھے۔ انہوں نے زعماء قریش کی اس پیش کش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا اور یوں گویا ہوئے:

لا واللہ! اذًا لا افارق صاحبتی وما احب ان لی بامرأتی امرأۃ من قریش۔[1]

ترجمہ:...... خدا کی قسم! میں اپنی زوجہ مکرمہ کو ہرگز جدا نہیں کر سکتا اور نہ ہی مجھے قریش کی کوئی عورت پسند ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر داد تحسین پیش فرمائی۔ ابوالعاص کا یہ جرأت مندانہ جواب لائق صد آفرین اور انتہائی قابل رشک تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شکر گزاری اور قدردانی کے الفاظ کے ساتھ سراہا اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔[2]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص کے اس کردار کا عموماً حوالہ دیا کرتے تھے، چنانچہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تو سیدہ رضی اللہ عنہا اس بات سے رنجیدہ خاطر ہوئیں اور جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سخت رنجیدہ ہوئے اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

میں نے ابوالعاص بن ربیع کو اپنی دختر نیک اختر نکاح کر کے دی اور اس نے ہمارے ساتھ بہت اچھا اور قابل تعریف معاملہ کیا۔ وہ اپنے قول کا سچا اور وعدہ کا پکا ہے۔ میں کسی

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۱۱

۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۱۱

حلال چیز کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا، لیکن بخدا اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

مزید فرمایا:

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس نے اس کو اذیت دی گویا اس نے مجھے اذیت دی۔[1]

دینی خدمات

رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو مکہ اور اطراف مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک طوفان بپا ہو گیا اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مشن سے ہٹانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا گیا، لیکن جس طرح کفار کی عداوت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، اس پیکر صبر و استقلال کا صبر بھی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ قریش کی روح فرسا ایذا رسانی کے وقت میں شہزادی زینب رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی قدر کا ساتھ دینے میں پیش پیش تھیں۔

الحارث بن الحارث بیان کرتے ہیں:

میں ایک دفعہ اپنے باپ کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا۔ دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں جسے وہ "صابی" کہتے تھے (یعنی نیا دین اختیار کرنے والا) یہ صاحب رسول خدا تھے جو لوگوں کو توحید اور ایمان کی دعوت دے رہے تھے لیکن لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رد کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کے درپے تھے۔ یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہا، حتیٰ کہ لوگ منتشر ہونے لگے، اتنے میں ایک نوعمر خاتون آئی جو پریشانی میں دوپٹہ پیچھے ڈالے ہوئے تھیں۔ پانی کا ایک بڑا پیالہ اور ایک رومال ان کے ہاتھ میں تھا۔ یہ چیزیں اس خاتون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی نوش فرمایا اور ہاتھ منہ صاف کیا۔ پھر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کا ارشاد فرمایا: جان من! دوپٹہ اپنے سینے پر ڈال

---

[1] بخاری شریف، ج ۱ ص ۸۳، ۳۰۳ اور ص ۵۲۸

لو اوران حالات میں اپنے والد پر (ہلاکت) کا کوئی خوف نہ کرنا۔ہم نے پوچھا یہ خاتون کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ رحمت عالم ﷺ کی شہزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔[1]

اسلام کا ابتدائی دور مصائب وآلام اور رنج والم میں انتہائی کربناک تھا۔رحمت عالم ﷺ کی ذات والا صفات بھی قریش کی ایذا رسانیوں سے محفوظ نہ تھی۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان مشکلات میں اپنے والد گرامی قدر کی معاونت میں ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف رہتی تھیں۔اس دور میں سرور دوعالم ﷺ کی معاونت کرنا جان جوکھوں میں ڈالنا ہوتا تھا، لیکن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ان جان گداز اور ہلاکت خیز حالات میں بھی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شفیق ورحیم بزرگوار باپ کی خدمت کے لیے کمربستہ رہیں۔

ابوالعاص کی مخلصانہ خدمت

اگرچہ ابوالعاص ایک عرصہ تک کفر پر قائم رہے، لیکن سرور دوعالم ﷺ کی دامادی کی لاج رکھی اور کسی بھی مرحلہ میں اس انتہائی نازک اور حساس تعلق پر آنچ نہیں آنے دی۔ جس زمانہ میں قریش نے رحمت عالم ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کو ''شعب ابی طالب'' میں قید کردیا تھا اوران سے اس قدر سخت سوشل بائیکاٹ کیا کہ بھوک کی شدت سے لوگ درختوں کے پتے اور گھاس کھانے پر مجبور اور بے بس ہوگئے تھے۔محصور حضرات کے فقر و فاقہ اور تنگی کے وقت ان کی امداد اور تعاون کرنا بڑی جرأت اور دل گردے کی بات تھی۔اس مشکل گھڑی میں ابوالعاص بن ربیع نے رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی اور تعاون کی حتی المقدور کوشش جاری رکھی۔موصوف کھانے پینے کی چیزیں اونٹ پر لاد کر گھاٹی کے دہانے پر پہنچا کر ایک آواز دے کر واپس لوٹ جاتے۔

یہ واقعہ شیعہ کے متعدد علماء نے بھی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔یہاں ملا باقر مجلسی کی بیان کردہ عبارت پیش کی جاتی ہے۔

---

[1] طبرانی کبیر، ج ۲۲ ص ۲۶۸ حدیث ۷۳ ۲۲ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۱ حدیث ۹۸۲۷

ابوالعاص بن ربیع که داماد حضرت رسول بود شتران بردر شعب مے آور که گندم و خرما برآنها بار کرده بود. وصدا میزد برآں شتراں که داخل دره من شاند و بر میگشت۔[۱]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ابوالعاص بن ربیع گندم اور چھوہارے لے کر اونٹوں پر لاد کر گھاٹی کے دہانے پر لے جاتے اور پھر آواز دے کر اونٹ گھاٹی کے اندر داخل کر کے واپس لوٹ جاتے تھے۔

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں:

وازکسانیکه گاهے بائے آنها خوردنی مے فرستاد ابوالعاص بن ربیع داماد پیغمبر صلی الله علیه وسلم و هشام بن عمرو وحکم بن حزام بن خویلد برادر زاده خدیجه بود.

ونقل شده که ابوالعاص شتران از گندم وخرما حمل داده بشعب مے بردور ها مے کرد. وازینجا است که حضرت پیغمبر صلی الله علیه وسلم فرموده که ابوالعاص حق دامادی مابگذاشت۔

ترجمہ:......شعب ابی طالب میں محصور حضرات کے لیے خوراک پہنچانے کا انتظام کرنے والوں میں ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ابوالعاص بن ربیع تھے۔ دوسرے عمرو اور تیسرے حکیم حزام بن خویلد تھے، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کے بیٹے تھے۔

اور نقل کیا گیا ہے کہ ابوالعاص اونٹوں پر گندم اور چھوہارے لاد کر گھاٹی کے اندر کر دیتا تھا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ابوالعاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔

---

[۱] منتہی الآمال از شیخ قمی ج ۱ ص ۴۹ طبع تہران تحت احوال شعب بن ابی طالب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

ابوالعاص کی اسارت اور زینب رضی اللہ عنہا کا ایثار

رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جب قریش کا ظلم و ستم کسی صورت بند نہ ہوا بلکہ روز بروز فزوں تر ہوتا چلا گیا تو اللہ جل مجدہ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی عام اجازت عطا فرمادی، چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہجرت کر کے مدینہ منور جلوہ افروز ہو گئے، لیکن کفار نابکار نے مدینہ میں بھی ان کو سکھ کا سانس نہ لینے دیا اور مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور پھر اس کے نتیجے میں بدر کا تاریخ ساز اور عبرت ناک معرکہ پیش آیا جس میں ستر (۷۰) مایہ ناز سرداران قریش واصل جہنم ہوئے اور ستر (۷۰) نامی گرامی سرغنے گرفتار کر لیے گئے۔ اس طرح کفار کا غرور خاک میں مل گیا اور ان کی کمر ٹوٹ گئی۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

جنگ بدر کے قیدی جب مرکز اسلام مدینہ منورہ میں لائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو، چار چار قیدی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تقسیم کر دیے اور رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے یہ الفاظ صادر ہوتے ہیں

استوصوا بالأساری خیراً۔[1]

''قیدیوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کرو۔''

چنانچہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابوعزیز بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ مجھے جس انصاری صحابی نے اپنے گھر میں قید رکھا تھا صبح شام جب کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجور کھا کر گزارا کر لیتے۔ مجھے شرم آتی اور میں ان کے ہاتھ میں روٹی دے دیتا لیکن وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے اور مجھے واپس کر دیتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کی تھی

[1] مجمع الزوائد ج ۶ ص ۸۲ حدیث نمبر ۱۰۰۰۷

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ [1]

ابوالعاص کا فدیہ

ابن اسحٰق کہتے ہیں:

بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ابوالعاص بھی تھے، جن کو بنی حرام کے ایک شخص خراش بن صمہ نے گرفتار کیا تھا۔ ابوالعاص مکہ کے ان لوگوں میں سے تھے جو امانت دار، متمول اور تجارت میں مشہور تھے۔

جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ بھیجا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابوالعاص کی رہائی کے لیے زر فدیہ کے ساتھ قیمتی ہار بھی گلے سے اتار کر بھیج دیا جو انہیں شادی کے موقع پر والدہ محترمہ نے جہیز میں دیا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب وہ ہار دیکھا تو ۲۵ برس کا محبت انگیز واقعہ یاد آ گیا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ اس رقت انگیز منظر کو دیکھ کر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آبدیدہ ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو اور قیدی کو رہا کر دو۔ سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ قیدی بھی رہا کر دیا گیا اور ہار بھی واپس ہو گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لے لیا کہ مکہ مکرمہ پہنچ کر زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیں۔ چنانچہ ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ [2]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتی ہیں:

لما بعث اهل مكة فى فداء اسراهم بعثت زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فى فداء ابى العاص بن ربيع بمال بعثت فيه بقلادة لها كانت لخديجة ادخلتها بها على ابى العاص حين بنى عليها۔

---

[1] مجمع الزوائد ج ۶ ص ۸۲ تاریخ طبری اردو ج ۱ ص ۱۹۲

[2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۴

قالت فلما رآها رسول الله صلى الله عليه وسلم رق لها رقة شديد وقال ان رأيتم ان تطلقوا لها اسيرها وتردوا عليها الذى لها فافعلوا فقالوا نعم يارسول الله فاطلقوه وردوا عليها الذى لها۔ [1]

ترجمہ:...... جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند ابوالعاص کے فدیے میں مال بھیجا، جس میں ہار بھی تھا جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بوقت نکاح بطور جہیز دیا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ ہار دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شدید رقت طاری ہوگئی اور فرمایا: اگر تمہاری رائے ہو تو اس کا قیدی چھوڑ دو اور اس کا مال بھی واپس کردو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اثبات میں جواب دیا۔

ابوداؤد شریف میں اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں:

وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم وعده ان يخلى سبيل زينب اليه۔ [2]

ترجمہ:...... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالعاص سے یہ عہد و پیمان لیا کہ زینب کو مدینہ روانہ کردے۔

شیعہ علماء کا اعتراف

اگرچہ اہل سنت والجماعت کی تمام معتبر و مستند کتابوں میں یہ تفصیلات موجود ہیں اور اہمیت اور فضیلت بھی انہی کو حاصل ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ مخمل کے ساتھ ٹاٹ کی پیوندکاری سجتی نہیں، لیکن جو شیعہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین شہزادیوں کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے ان ہی کی کتابوں سے ثبوت فراہم کرنا ان کے لیے تازیانہ عبرت ثابت ہوگا۔

---

1. مسند امام احمد ج ۶ ص ۲۷۶ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۱۲
2. ابوداؤد ج ۱ ص ۲۶۶ کتاب الجہاد، باب فی فداء الاسیر بالمال

مشہور شیعہ عالم باقر مجلسی لکھتے ہیں:

زینب دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ زوجہ ابو العاص بن ربیع بود گردن بند خود را کہ حضرت خدیجہ باو دادہ بود برائے فدای شوھر خود ابو العاص فرستاد۔ چون حضرت آن گردن بند را دید خدیجہ را بیاد آورد۔ ومتالم شد۔ چون صحابہ این حالت را در حضرت مشاھدہ کردند فدای زینب را بخشیدند و حضرت ابو العاص را بے فدیہ رہا کرد۔ بشرط انکہ زینب را مانع نہ شود از آمدن بخدمت آنحضرت واو وفا بشرط خود کرد۔ [1]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابو العاص بن ربیع کا فدیہ ادا کرنے کے لیے اپنے گلے کا ہار بھیجا۔ یہ ہار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جب ہار پر پڑی تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ حالت دیکھی تو حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیا اور ان سے یہ شرط لگا دی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے سے نہیں روکیں گے۔ پھر ابو العاص نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ یہ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر سے تھیں، ان کے لیے مقام عبرت ہے۔ شیعہ علماء کتنی وضاحت وصراحت سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادی بیان کر رہے ہیں اور ابو العاص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد گردانتے ہیں۔ سوتیلی بیٹی سے تعلق تو محض عارضی اور وقتی ہوتا ہے۔ بیوی کے انتقال کے بعد اولاد نسیا منسیا ہو جاتی ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ مکرمہ کے بعد وطن بھی چھوڑ چکے ہیں لیکن

[1] حیات القلوب، ج ۲ ص ۳۵۲

شفقت پدری ان کی جدائی پر ملول اور ان کی ملاقات کے لیے بے تاب ہے اور قیدی کی رہائی کے پس منظر میں اپنی لخت جگر کے ملاقات کے لیے کوشاں ہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت کا کربناک واقعہ

ابوالعاص نے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت اور روانگی کی اجازت دوں گا اور اس سلسلے میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بحفاظت مکہ سے لانے کے لیے دو صحابی بھیج دیے۔

وبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم زيد بن حارثه ورجلا من انصار. فقال كونا ببطن ياجج. حتى تمر بكما زينب. فتصحباها حتى تاتيا بها۔[1]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو بھیجا اور فرمایا: تم دونوں بطن یاجج (مکہ مکرمہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے) میں ٹھہرنا، یہاں تک کہ زینب تمہارے پاس پہنچ جائیں تو اس کے ساتھ ہو لینا اور اسے مدینہ لے آنا۔

ابوالعاص نے مکہ جا کر حسب وعدہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ اپنے والد بزرگوار کے پاس جانے کی اجازت دے دی اور جنگ بدر کے ایک ماہ بعد سیدہ نے سامان سفر تیار کیا اور ابوالعاص کے چھوٹے بھائی کنانہ کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔

چونکہ قریش کے تعرض کا اندیشہ تھا اس لیے کنانہ نے ہتھیار ساتھ لے لیے تھے۔ جب مقام ذی طویٰ میں پہنچے تو قریش کے چند آدمی بھی تعاقب میں پہنچ گئے۔ سب سے پہلے جو شخص ان تک پہنچا وہ ہبار بن الاسود بن عبدالمطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ الفہری تھا، جس نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو نیزہ سے زمین پر گرا دیا۔ وہ حمل سے تھیں، حمل ساقط ہو گیا۔

---

[1] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۶۶ کتاب الجہاد، سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ص ۲۶۴

کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا اب اگر کوئی آدمی قریب آیا تو تیروں کا نشانہ ہوگا۔ لوگ ہٹ گئے۔ اتنے میں ابوسفیان سرداران قریش کے ساتھ آیا اور کہا "تیر روک لو، ہم نے کچھ گفتگو کرنی ہے۔" کنانہ نے تیر ترکش میں ڈال دیئے۔ ابوسفیان نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہمیں کس قدر تکالیف پہنچی ہے۔ اب اگر تم اس طرح اعلانیہ ان کی بیٹی کو نکال کر لے جاؤ گے تو لوگ ہمیں طعن کریں گے۔ ہمیں زینب (رضی اللہ عنہا) کو روکنے کی ضرورت نہیں۔ جب شور و ہنگامہ کم ہو جائے تو چپکے سے لے جانا۔ کنانہ نے یہ رائے تسلیم کر لی اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ واپس ہوئے۔

چند دنوں کے بعد رات کے وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر روانہ ہوئے اور زید بن حارثہ اور ایک انصاری کے حوالے کیا، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقصد کے لیے بھیجا تھا۔ وہ دونوں ان کو لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔[1]

کنانہ بن ربیع نے اس موقع پر کچھ اشعار بھی کہے تھے:

عَجِبْتُ لِھُبَّارٍ وَّاَوْبَاشِ قَوْمِہٖ
یُرِیْدُوْنَ اِخْفَارِیْ بِبِنْتِ مُحَمَّدٍ
وَلَسْتُ اُبَالِیْ مَا حُیِیْتُ عَدِیْدَھُمْ
وَمَا اسْتَجْمَعَتْ قَبْضًا یَدِیْ بِالْمُھَنَّدِ[2]

ترجمہ:...... ہبار اور ان کی قوم کے اوباشوں پر مجھے تعجب ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صاحبزادی کے متعلق میرے عہد کو توڑنا چاہتے ہیں۔

میں جب تک زندہ ہوں اور ہندی شمشیر میرے قبضہ میں ہے۔ ان کی دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔

---

[1] زرقانی، ج ۲ ص ۳۱۸ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۷

[2] سیرت ابن ہشام، ج ۲ ص ۲۶۸

اوباشوں کے قتل کا حکم

ابن اسحاق کہتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ روانہ فرمایا۔ میں بھی اس میں شامل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اگر ہبار بن اسود یا وہ شخص (نافع بن عبدقیس) جس نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی طرف سبقت کی تھی، یہ دونوں تمہارے ہاتھ آجائیں تو ان کو آگ میں جلا دینا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم رات کو ہمیں دیا تھا۔ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے پاس ایک شخص کو کہلا بھیجا کہ میں نے تمہیں دو آدمیوں کو جلانے کا حکم دیا تھا۔ بعد میں مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شخص کے لیے یہ بات سزاوار نہیں کہ وہ آگ کی سزا کسی کو دے، لہٰذا تم ان دونوں کو قتل کر دینا۔[1]

شفیق ورحیم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بندہ پروری اور اللہ جل مجدہ کی رحمت نے مذکورہ دونوں اشخاص کو سریہ کے دوران صحابہ رضی اللہ عنہم کی عقابی نگاہوں سے محفوظ فرمایا اور پھر رحمت ایزدی نے ان کی دست گیری کی اور انہیں ایمان کی دولت سے سرفراز فرما دیا۔

ہُبار کی جان بخشی

علامہ ابن تاثیر المتوفی ۶۳۰ھ اور علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد جعرانہ کے مقام پر ہُبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

السلام علیکم یانبی اللہ۔ اشھد ان لاالٰہ الا اللہ واشھد ان محمدًا رسول اللہ۔

سلام پیش کرنے کے بعد توحید ورسالت کا اقرار کیا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواخذہ

---

[1] سیرت ابن ہشام، ج ۲ ص ۲۶۸ بخاری ج ۲ ص ۴۳۳ کتاب الجہاد

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

کے ڈر سے ملکوں پھرتا رہا۔ یہ ارادہ بھی ہوا کہ کسی عجمی بادشاہ سے پناہ حاصل کرلوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ درگزر کرنا، صلہ رحمی کرنا اور معاف کرنا یاد آئے تو جان بخشی کی امید پر حاضر خدمت ہوگیا ہوں۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم مشرک قوم تھے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں ہدایت عطا فرمائی اور ہلاکت وتباہی سے بچالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری جاہلانہ نازیبا حرکات کو معاف فرمادیں۔ میں اپنی بری حرکات اور جرموں کا اقرار واعتراف کرتا ہوں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قد عفوت عنك، وقد احسن الله اليك حيث هداك الى الاسلام والاسلام يجب ما قبله۔[1]

ترجمہ:...... میں نے تجھے معاف کردیا ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ نہایت عمدہ معاملہ فرمایا کہ اس نے تجھے اسلام کی ہدایت دی ہے اور اسلام سابقہ گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔

زبان نبوت سے ابو العاص کی تحسین

ابو العاص ایک زمانہ تک اپنے کفر پر قائم رہے، آخر عمر میں دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ لیکن کفر کے زمانہ میں بھی وہ بات کے سچے اور وعدہ کے پکے تھے، جس کی توصیف و تحسین سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر فرمائی ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ اس کی منظر کشی اس طرح فرماتے ہیں:

مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر جلوہ افروز ہوکر خطبہ دیا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں ابوجہل کی بیٹی (جویریہ) کو نکاح کا پیغام دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۵۳، الاصابہ ج ۲ ص ۵۹۸

اِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّيْ وَاَنَا اَتَخَوَّفُ اَنْ تُفْتَنَ فِيْ دِيْنِهَا

ترجمہ:...... فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھ سے ہے اور مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ (سوکن کے ساتھ غیرت کی وجہ سے) اپنے دین کے معاملہ میں آزمائش میں نہ مبتلا ہو جائے۔

ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ فَاَثْنٰى عَلَيْهِ فِيْ مُصَاهَرَتِهٖ اِيَّاهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ فَصَدَقَنِيْ وَوَعَدَنِيْ. فَوَفٰى لِيْ.

ترجمہ:...... اس کے بعد آپ نے اپنے بنی عبد شمس کے ایک داماد (ابوالعاص بن ربیع) کا ذکر کیا اور حق دامادی ادائیگی کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی تعریف کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے جو بات کہی سچ کہی۔ جو وعدہ کیا اسے پورا کیا۔

وَاِنِّيْ لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا اُحِلُّ حَرَامًا وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ اَبَدًا۔ [1]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں کسی حلال کو حرام نہیں کر سکتا اور نہ کسی حرام کو حلال بناتا ہوں، لیکن خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

عن مسور قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر صھرا له من نبی عبد شمس فاثنی علیه فی مصاھرته ایاہ فاحسن قال حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفی له۔ [2]

ترجمہ:...... مسور کے واسطے سے بیان کرتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنی عبد الشمس کے اپنے ایک داماد کا ذکر کیا اور حقوق دامادی کی ادائیگی

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۴۳۸ کتاب الجہاد، باب ماذکر فی درع النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعصاہ وسیفہ
[2] بخاری شریف، کتاب المناقب ج ۱ ص ۵۲۸ باب اصحاہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسند امام احمد ج ۴ ص ۳۲۶

میں ان کی وقیع الفاظ میں تعریف فرمائی اور پھر فرمایا مجھ سے جو بات بھی کہی سچ کہی اور جو وعدہ بھی کیا پورا کر دکھایا۔

علامہ ابن عبدالبر المتوفی ٣٦٣ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے:

فشکر له رسول الله صلى الله عليه وسلم مصاهرته واثنى عليه بذلك خيرا۔[1]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامادی میں ان کی تعریف فرماتے اور ان کو عمدہ تعریفی الفاظ سے یاد فرماتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ٧٧٤ھ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے:

وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يثنى عليه خيرا فى مصهارته۔[2]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص کی دامادی کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

شہزادی زینب رضی اللہ عنہا کا مدینہ میں ورود مسعود

شہزادی زینب رضی اللہ عنہا دل فگار حالات سے دوچار ہو کر مکہ مکرمہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ باسکینہ میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رافت میں پہنچ گئیں۔ قریش کے ہاتھوں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصائب و آلام اور ظلم و ستم کا تختہ مشق بنے۔ اسی طرح صنف نازک مسلمان خواتین بھی اذیتناک جبر و استبداد کا شکار ہوئیں۔ شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا جرم بے گناہی بھی تو یہی تھا کہ وہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر ہیں۔ انہیں بنت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حیثیت سے نہیں بلکہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناطے دل دوز و جاں گداز مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

خونے نہ کردہ ایم کسے را نہ کشتہ ایم
جرمم ہمیں است کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

---

[1] الاستیعاب ج ٤ ص ١٢٦

[2] البدایہ والنہایہ ج ٦ ص ٣٥٤

بہر حال سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ان تمام روح فرسا مراحل سے گذر کر دربار رسالت مآب میں پہنچنے میں کامیاب ہوگئیں۔

جان بچی سو لاکھوں پائے

سیدہ رضی اللہ عنہا نے دکھ بھری آپ بیتی اور پر آلام سرگزشت اپنے والد بزرگوار کے گوش گذار کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جگر پارے کے متعلق یوں شگفتہ دہن ہوئے۔

هِيَ خَيْرُ بَنَاتِيْ. اُصِيْبَتْ فِيَّ [1]

ترجمہ:...... میری بیٹیوں میں سب سے اچھی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ہے جسے میری وجہ سے مصائب و آلام برداشت کرنا پڑے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنی انگوٹھی بطور نشانی کے عطا فرمائی اور فرمایا زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے لانا ہے اور یہ انگوٹھی انہیں دے دیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بڑی سرعت رفتاری سے روانہ ہوئے اور مکہ کے قریب ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی۔ اس سے پوچھا یہ کھیت اور باغ کس کا ہے؟

اس نے کہا: ابوالعاص کا۔

پھر کہا:

فلمن هذه الغنم قال لزينب بنت محمد صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ:...... تو یہ ریوڑ کس کا ہے؟ اس نے بتایا یہ زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ اس کے ہمراہ روانہ ہوئے اور سیدہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں انگوٹھی پیش کی اور سیدہ نے اسے پہچان لیا۔ بعد میں سیدہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں انہوں نے اونٹ پر سوار ہونے کو عرض کیا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ آگے بیٹھیں میں پچھلی نشست پر بیٹھوں گی۔ اس طرح رواں دواں مدینہ منورہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] معجم طبرانی کبیر، ج ۲۲ ص ۴۳۲ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۰ حدیث نمبر ۱۵۲۳۱

کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہزادی کے متعلق ارشاد فرمایا:

ھی افضل بناتی. اصیبت فی۔[1]

ترجمہ:...... یہ میری بیٹیوں میں سے افضل بیٹی ہے۔ اس نے میری خاطر مصیبتیں اٹھائیں۔

"افضل بناتی" کے الفاظ مستدرک حاکم میں مذکورہ ہیں۔ علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تلخیص میں یہ الفاظ ذکر کیے ہیں۔ البتہ طبرانی کی روایت میں "خیر بناتی" کے الفاظ ہیں۔

دربار نبوت سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لیے یہ عظیم الشان نوید ہے، جس سے ان کے بلند مقام کا اظہار ہوتا ہے اور یہ خوشخبری اور اعزاز محض دین اسلام کی خاطر مصائب کے برداشت کرنے کے عوض حاصل ہوا تھا۔ یہ فضیلت سیدہ رضی اللہ عنہا کی انفرادی نوعیت کی ہے۔ دوسری ہمشیرگان کا تقابل مقصود نہیں ہے اور نہ ہی ان سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت اور برتری ثابت ہوتی ہے۔ ان کی شان اور مقام ان شاء اللہ ان کے تذکرہ میں بیان کیا جائے گا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت ابتدائی دور میں تھی۔

ثم وهب الله لفاطمة من الاحوال السنية والكمال، مالم يشاركها احد من نساء هذه الامة مطلقًا۔[2]

ترجمہ:...... پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شاندار حالات اور اعلیٰ کمالات سے نوازا جن میں اس امت کی کوئی عورت بھی ان کی شریک وسہیم نہیں ہے۔

ابوالعاص کی گرفتاری

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر ابوالعاص کو کفر کی حالت میں خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ

---

[1] مستدرک حاکم، ج ۴ ص ۴۳، معجم طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۴۳۲ حدیث نمبر ۱۰۵۱

[2] فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۵، کتاب فضائل الصحابۃ باب مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا

تشریف لے آئیں۔ ابوالعاص کو سیدہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کے مدینہ منورہ چلے جانے کے بعد بے چین اور پریشان رہنے لگے۔ ابوالعاص سیدہ رضی اللہ عنہا کے فراق میں بے قرار تھے اور ان کی مدح سرائی میں یہ شعر کہے:

ذکرت زینب لما ورکبت
ارما فقلت سقیا لشخص سکن الحرما
بنت الامین جزاھا اللہ صالحۃ
وکلّ بعل سیشنی بالذی علما

ترجمہ:...... مجھے زینب رضی اللہ عنہا یاد آئی تو میں نے کہا کہ حرم کا ہر ایک باشندہ سرسبز و شاداب رہے۔

زینب رضی اللہ عنہا تو امین کی بیٹی صالح ہے اور ایک شوہر ایسی بیوی کی تعریف ہی کرے گا، جیسا کہ اس کے اوصاف مجھے معلوم ہیں۔

جمادی الاول ۰۶ھ میں ابوالعاص اپنا اور قریش کا بہت سامال تجارت لے کر ملک شام گئے، چونکہ ابوالعاص بہت بڑے امانت دار تھے۔ ہر شخص اپنا مال ان کے سپرد کر دیتا تھا۔ وہاں سے خرید و فروخت سے فارغ ہو کر جب واپس لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک سریہ نے ان کا تمام مال و اسباب چھین لیا اور ابوالعاص چھپ چھپا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے اور ان سے پناہ طلب کی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے پناہ دے دی۔[1]

جن صحابہ نے قافلہ کا مال و اسباب چھینا اور کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ وہ مدینہ منورہ کچھ دیر سے پہنچے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ دینے کا علم کسی کو نہ تھا۔ اس لیے زینب رضی اللہ عنہا نے با آواز بلند کہا میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا:

۱۔ الاصابہ، ج ۴ ص ۳۱۲

لوگو! زینب رضی اللہ عنہا نے جو کچھ کہا تم نے سن لیا؟ آپ نے کہا بخدا مجھے پہلے اس کا علم نہیں تھا اور پناہ دینے کا حق تو ہر ادنیٰ مسلمان کو حاصل ہے۔

پھر اپنی دختر نیک اختر کے پاس تشریف لے گئے اور اسے فرمایا:

اِیْ بُنَیَّۃَ اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ وَلَا یَخْلِصَنَّ اِلَیْكَ۔ فَاِنَّكِ لَا تَحِلِّیْنَ لَہٗ۔

ترجمہ:...... بیٹی! ابوالعاص کو عزت سے ٹھہراؤ، اس کی خاطر مدارات کرنا، خود اس سے الگ رہنا، تو اس کے لیے حلال نہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا وہ قافلہ کا مال واپس کرنے کا آرزومند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

اس شخص کا جو تعلق ہمارے ساتھ ہے تم حضرات اس سے آگاہ ہو جو مال تمہارے ہاتھ لگا ہے یہ عنایت خداوندی ہے، مگر میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کر دو اور اگر مال واپس کرنے پر تم رضامند نہ ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ تم مال کے زیادہ حق دار ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رضا و رغبت سے تمام مال واپس کر دیا، یہاں تک کہ اونٹ کی نکیل کی رسی تک بھی واپس لوٹا دی۔ ابوالعاص تمام مال لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا۔ وہاں ہر کسی کا مال اس کے سپرد کیا اور یہ اعلان بھی کیا کہ اگر کسی کی کوئی چیز میرے ذمہ رہ گئی ہو تو بتا دے۔ سب نے کہا کہ اب ہمارا کوئی مال تمہارے پاس نہیں ہے۔ سب نے کہا:

جزاك الله خيرا فقد وجدناك وفيًا كريمًا

ترجمہ:...... اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے، ہم نے آپ کو بڑا شریف اور وفادار پایا ہے۔

پھر ابوالعاص نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

فانی اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ

ترجمہ:...... میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اللہ کی قسم! مدینہ شریف میں اسلام قبول کرنے سے صرف یہی چیز مانع رہی کہ کہیں تم یہ گمان کرنے لگو کہ میں نے تمہارا مال کھا جانے کی غرض سے کلمہ پڑھا ہے۔ اب تمہارا مال تمہیں مل چکا ہے، لہٰذا میں خلعت اسلام سے مزین ہوتا ہوں۔

اس طرح ابوالعاص بن ربیع مکہ سے سوئے مدینہ روانہ ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے، پھر ان کا اسلام بڑا عمدہ اور پختہ ہو گیا۔[1]

سیدہ رضی اللہ عنہا سے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا ملاپ

جب حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام قبول کر لیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھ سال مفارقت کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر رخصت کر دیا۔ ایک عرصے کے بعد بچھڑے ہوئے دو دلوں کا پھر ملاپ ہو گیا۔ فراق کی جاں گسل گھڑیاں الفت و محبت اور موانست میں بدل گئیں۔ سیدہ تجدید نکاح کے ساتھ ابوالعاص کے ہاں گئیں یا سابقہ نکاح ہی قائم رہا۔ اس سلسلہ میں دو روایتیں پائی جاتی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں سابقہ نکاح پر رخصتی کا ذکر ہے اور عمرو بن شعیب کی روایت میں تجدید نکاح اور تجدید مہر مذکور ہے۔

عن ابن عباس قال رد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابنته زينب على ابى العاص بالنكاح الاول لم يحدث شئًا قال محمد بن عمر فى حديثه بعد ست سنين وقال للحسن بن على بعد سنتين۔[2]

ترجمہ:..... ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ پر پہلے نکاح کے ساتھ لوٹا دیا تھا۔ کوئی نئی بات نہیں کی۔

---

[1] الاستیعاب ج ۴ ص ۳۱۸ بر حاشیہ الاصابہ۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۹

[2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۰ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۵۹ ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۲

محمد بن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدہ۔ قال اسلمت زینب بنت النبی صلی اللہ علیه وسلم قبل زوجها ابی العاص بسنة۔ ثم اسلم ابو العاص فردها النبی صلی اللہ علیه وسلم بنکاح جدید۔ ومهرًا جدید۔[1]

ترجمہ:...... سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شوہر ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ایک برس پہلے اسلام لائیں، پھر ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجدید نکاح اور تجدید مہر کے ساتھ زینب رضی اللہ عنہا کو رخصت فرمایا۔

امام ابی القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن الخثعمی السہیلی رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۵۸۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے نکاح پر ہی حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ہاں رخصت فرما دیا تھا اور کوئی نئی بات نہیں کی۔

یہ عمرو بن شعیب کی روایت کے برعکس ہے۔ ان کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو تجدید نکاح کے ساتھ لوٹا دیا تھا۔

اور اسی حدیث عمرو بن شعیب پر علماء عمل پیرا ہیں، جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والی روایت سند کے اعتبار سے بہت قوی ہے اور میرے علم کے مطابق (امام سہیلی) اسلام نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے درمیان میاں بیوی والا رشتہ منقطع کر دیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ۔[2]

ترجمہ:...... مسلمان عورت ان کافر مردوں کے لیے حلال نہیں اور کافر مرد مسلمان عورتوں کے لیے حلال نہیں ہیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۵۹ الاستیعاب ج ۴ ص ۱۲۸ بر حاشیہ الاصابہ و مستدرک ج ۴ ص ۶۳۹

[2] سورۃ الممتحنہ، آیت نمبر ۱۰

اور جن علماء نے ان دونوں روایات کے درمیان تطبیق دی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت "ردھا علیه علی النکاح الاول" کا معنی یہ ہے کہ پہلے نکاح کی طرح مہر اور تحائف وغیرہ تھے ان میں اضافہ یا زیادتی نہیں ہوئی۔ [1]

گویا کہ نکاح کی تجدید تو ہوئی تھی لیکن جتنا مہر پہلے مقرر ہوا تھا، اسی قدر دوبارہ نکاح کے وقت بھی مہر مقرر رہا۔ اس سے اضافہ یا زیادتی نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر پہلے نکاح کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کو کوئی تحفے تحائف دیے گئے تھے تو دوبارہ نکاح کے وقت بھی وہی تحائف پیش کیے گئے ہیں، ان میں اضافہ نہیں ہوا۔

محدث شہیر علامہ خلیل احمد سہارنپوری، المتوفی ۱۳۴۷ھ ابوداؤد شریف کے روایت کی تشریح میں فرماتے ہیں: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بعض روایات میں دو سال اور بعض میں تین سال بعد نکاح کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف اسی طرح رفع کیا جاسکتا ہے کہ چھ سال سے مراد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت اور ابوالعاص کے ایمان لانے کا درمیانی عرصہ ہے اور مغازی کی روایات میں یہ بات واضح ہے کیونکہ ابوالعاص رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں قید ہوئے، پھر انہوں نے اپنے فدیے میں زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مدینہ بھیج دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہی شرط طے فرمائی تھی، جسے انہوں نے پورا کردیا اور جن روایات میں دو یا تین سال کا ذکر ہے، ان سے مراد اس آیت کا نزول

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ۔

اور ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہوکر مدینہ منورہ آجانے کا درمیانی عرصہ ہے، کیونکہ ان دونوں واقعات میں دو سال اور چند ماہ کا فاصلہ تھا۔

اور نکاح کے متعلق دو متعارض حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک روایت جسے امام احمد اور اصحاب سنن (نسائی کے سوا) محمد بن اسحاق کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ

---

[1] روض الانف، ج ۱ ص ۸۴

نے زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے نکاح کے ساتھ لوٹا دیا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس روایت کی سند میں کوئی نقص نہیں اور امام حاکم کہتے ہیں۔ یہ صحیح روایت ہے۔

دوسری حدیث امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حجاج بن ارطاۃ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ الخ روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو نئے نکاح اور نئے مہر کے ساتھ لوٹا دیا تھا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی سند میں کلام ہے۔

پھر یزید بن ہارون سے روایت کی کہ اس نے یہ دونوں حدیثیں عن ابن اسحاق عن حجاج بن ارطاۃ روایت کی ہے۔ یزید کہتے ہیں کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سند کے اعتبار سے قوی تر ہے، مگر فقہائے عراق کا عمل عمرو بن شعیب کی یہ روایت ہے۔

ترمذی نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا ہے کہ لایعرف وجھہ۔ اس سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ دو تین اور چھ سال میں تعارض ہے کیونکہ یہ بات بعید ہے کہ عورت اتنی مدت تک عدت میں ہی رہے اور یہ کسی کا بھی مذہب نہیں کہ مشرک کا اسلام جب بیوی کے اسلام سے متاخر ہو تو عورت اتنی مدت تک مشرک ہی کے حق میں رہے، حالانکہ عدت بھی گذار چکی ہو۔

جن حضرات نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، ان میں علامہ ابن عبدالبر بھی شامل ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض اہل ظاہر نے اس کا جواز بیان کیا ہے مگر ان کا یہ قول اجماع کے باعث مردود ہے۔ علامہ ابن عبدالبر کا بھی علماء نے تعقب کیا ہے کہ اس میں قدیم سے اختلاف موجود ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے، جسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور ان روایات کی اسناد قوی ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حماد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔

علامہ خطابی نے اس کا یہ جواب دیا ہے اتنی مدت تک عدت کی بقاء ممکن ہے، اگرچہ غالب عادت کے خلاف ہے۔ بالخصوص دو سال چند ماہ تک ممکن ہے، کیونکہ بعض اوقات

حیض ذات الاقراء (حیض والی عورتیں) سے کسی عارضے یا علت یا بیماری کی وجہ سے متاخر ہوجاتا ہے۔ امام بیہقی نے بھی اس قسم کا جواب دیا ہے اور اس پر اعتماد اولیٰ ہے۔

علامہ ابن عبدالبر عمرو بن شعیب کی حدیث کی ترجیح کی طرف مائل ہیں اور وہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس کے معارض نہیں سمجھتے۔ ان کی رائے میں ایسے معاملات میں حدیث کو ترک کردینے کی نسبت ترجیح اور تطبیق دینا بہتر ہوتا ہے۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں "بنکاح اول" کے لفظ سے "شروط نکاح اول" مراد ہیں اور "لم یحدث شیا" کا مطلب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پہلے نکاح کی شرائط پر اضافہ نہیں فرمایا جبکہ عمرو بن شعیب کی روایت کو اصول کی تائید حاصل ہے اور اس میں یہ صراحت موجود ہے کہ جدید نکاح ہوا اور جدید مہر رکھا گیا۔

علاوہ ازیں عمرو بن شعیب کی حدیث میں ایک اضافہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نہیں ہے اور مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے لیکن ائمہ حدیث نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سند کے اعتبار سے ترجیح دی ہے، پھر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ایک ایسی وجہ پر محمول کیا جاسکتا ہے جو ممکن ہے اور عدت کا طویل ہونا کہ وہ آیت تحریم کے نزول سے لے کر ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے اسلام تک مقدر رہے۔[1]

ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی وفات

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۴ لکھتے ہیں:

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ چھ سال کا عرصہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے علیحدہ رہے اور عمرۃ الحدیبیہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمان خواتین کو مشرکین پر حرام قرار دیا تھا۔ اس کے دو سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ رضی اللہ عنہا کو ان کے ہاں رخصت فرمایا تھا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا۔

---

[1] ابذل المجہود، ج ۲ ص ۹۰ کتاب الطلاق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دامادی کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۱۲ھ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔[1]

علماء شیعہ کی ہمنوائی

شیعہ مؤرخین، سیرت نگار اور مفسرین بھی مسلم و مشرک کے مابین نکاح اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے نکاح، اسلام اور ہجرت وغیرہ کے واقعات کو اہل حق کی طرح بیان کرتے ہیں۔ بطور نمونہ چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔

مشہور شیعہ عالم شیخ ابوعلی الفضل بن حسن الطبرسی اپنی تفسیر میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی لڑکیوں کے واقعہ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

وکذا کان یجوز ایضا فی مبتدا اسلام وقد زوج النبی صلی الله علیه وسلم بنته من ابی العاص بن الربیع قبل ان یسلم ثم نسخ ذلك۔[2]

ترجمہ:...... ابتداء اسلام میں مسلمان عورت کا کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ اس کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کر دیا تھا۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا۔

ملا باقر مجلسی نے اہل حق کی مانند ابوالعاص اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح، اسلام اور ہجرت کو مفصل بیان کیا ہے۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو۔ حیات القلوب ج دوم ص ۵۸۹،۵۸۸ باب ۵۱، عنوان: در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت۔

اسی طرح شیخ عباس قمی نے منتہی الامال ج ۱ ص ۱۰۸ فصل ہشتم، در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت میں اسے ذکر کیا ہے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۵۴

[2] تفسیر مجمع البیان الطبرسی، ج ۲ ص ۵۷۳ آیت قال یقوم ھولاء بناتی

سیدہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق وعادات

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے شوہر نامدار سے بہت محبت کرتی تھیں اور حضرت ابوالعاص کے دل میں بھی ان کی شدید محبت تھی۔

وکان زوجها محبًا فيها [۱]

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا خوش پوش تھیں۔ عمدہ اور قیمتی لباس بھی زیب تن فرمایا، چونکہ اسلام نے عورتوں کو ریشمی لباس استعمال کرنا جائز قرار دیا ہے، اس لیے سیدہ رضی اللہ عنہا نے قیمتی اور ریشمی لباس استعمال فرمایا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

رأيت علي زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قميص حرير سيراء۔ [۲]

ترجمہ:...... میں نے سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، ریشمی قمیص (یا چادر) جس میں زرد دھاریاں تھیں پہنے ہوئے تھیں۔

اولاد امجاد

شہزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد امجاد جو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی، اس کی تعداد محدثین اور مؤرخین نے دو سے زائد بیان کی ہیں، البتہ سیدہ کے وصال کے وقت ایک بیٹا اور ایک بیٹی بقید حیات تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ایک بچہ قریب المرگ ہوگیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا قریب المرگ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی کی طرف سلام بھیجا اور پیغام دیا۔

۱۔ الاستیعاب ج ۴ ص ۳۱۲ برحاشیہ الاصحابہ

۲۔ نسائی شریف، ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب الزینۃ باب ذکر الرخصۃ للنساء فی لبس السیراء طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۶۰ کر بنات رسول اللہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَمَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ اِلٰی اَجَلٍ

ترجمہ:...... اور جو کچھ اللہ تعالیٰ لے لیتے ہیں وہ بھی اللہ ہی کا ہے اور جو وہ عطا فرمادے وہ بھی تو اللہ ہی کا ہے اور ہر چیز کا اللہ نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا پریشانی اور حزن و ملال میں تھیں۔ انہوں نے قسم دے کر بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور تشریف لائیں۔ اب کی بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے ہوئے۔ جان بلب بچہ آپ کی گود میں پیش کیا گیا۔

وَنَفْسُہٗ تَقَعْقَعُ

اس کی جان اضطراب میں تھی اور آخری سانس لے رہا تھا۔ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آنسو جاری ہو گئے۔

حاضرین مجلس میں سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ عرض گذار ہوئے۔ اللہ کے حبیب! یہ کیا ہے؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انھا رحمۃ یضعھا اللہ فی قلوب من یشاء۔ وانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء۔[1]

ترجمہ:...... یہ تو رحمت ہے جو اللہ کریم نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے، یعنی نرم دل بندوں پر ہی اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہیں۔

امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، التوفی ۲۳۵ھ کی بیان کردہ روایت میں یہ تصریح بھی ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

عن اسامۃ بن زید قال دمعت عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اتی بابنۃ زینب ونفسھا تقعقع کانھا فی شن۔ قال فبکی قال فقال لہ رجل تبکی وقد نھیت عن البکاء فقال انما ھذہ رحمۃ

---

[1] ابوداؤد، ج۲ ص ۳۵ کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت، سنن ابن ماجہ، ص ۱۱۴

جعلها الله فی قلوب عبادہ وانما یرحم الله من عبادہ الرحماء۔[1]

ترجمہ:...... حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، جیسے مشک سے پانی ٹپکتا ہے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند کو عالم نزع میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ آپ رو رہے ہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رونے سے منع فرمایا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"یہ رحمت ہے جو اللہ کریم نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے۔"

علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے علی یا ان کی بیٹی امامہ کا پیش آیا تھا، لیکن اللہ نے اسے اس بیماری سے شفا عطا فرما دی تھی۔[2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، المتوفی ۱۰۵۲ھ اس حدیث شریف کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں:

"اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی زینب زوجہ ابوالعاص بن ربیع نے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ میرا بیٹا حالت نزع میں ہے اور اس کی روح قبض ہونے والی ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں، ہماری حالت ملاحظہ فرمائیں، ہماری فریاد کا مداوئی کریں اور دیکھیں کہ ہم پر کیا گذر رہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی آدمی کو اپنی بیٹی کی طرف سلام اور پیغام دے کر بھیجا کہ یقین کر لو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے وہ بھی اللہ کا ہی ہے اور اسی کا ہے جو اس نے عطا فرمایا اور اس نے ہر ایک چیز کا وقت مقرر کر رکھا ہے اور اس بچے کی زندگی بھی مقرر کر رکھی ہے،

[1] مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۳ ص ۲۶۶ کتاب الجنائز، باب من اخص فی البکاء علی المیت

[2] مرقاۃ المصابیح، ج ۲ ص ۸۵ کتاب بالجنائز، باب البکاء علی المیت

اس لیے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھیں۔
زینب رضی اللہ عنہا نے دوبارہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور قسم دی کہ آپ ﷺ ضرور بالضرور تشریف لائیں۔

سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ پس وہ بچہ جس کی جان نکل رہی تھی، رسول اللہ ﷺ کی گود میں رکھ دیا گیا اور وہ جان بلب تھا۔ مرنے والے کی طرح اس کی سانس کی آواز آ رہی تھی۔
رسول ﷺ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو کی ندیاں بہہ نکلیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ رونا کیسا؟ آپ ﷺ تو قوت صبر، بلند مرتبہ و کمال کے سبب پیکر صبر ہیں، پھر یہ رونا کیسا ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو اس مہربانی اور نرم دلی کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت اور مہربانی کا معاملہ کرتے ہیں جو دوسروں پر نرم دل، مہربان اور شفیق ہوتے ہیں۔[1]

علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہ

شہزادی زینب رضی اللہ عنہا کے لخت جگر علی بن ابی العاص بن الربیع بن عبد شمس جو امامہ بنت ابو العاص کے حقیقی بھائی ہیں جو حضرت علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی غاضرہ کی ایک خاتون کا دودھ پیا تھا، یعنی شیر خوارگی کا زمانہ آپ نے مذکورہ قبیلہ میں گزارا تھا۔ رضاعت کی مدت پوری ہو جانے پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے زیر کفالت لے لیا تھا، کیونکہ ان کے باپ ابو العاص اس وقت مکہ میں مقیم تھے اور ہنوز اسلام نہیں لائے تھے۔
مؤرخین کا بیان ہے:

---

1. اشعۃ اللمعات، ج۱ ص۷۰۰

وکان علی مترضعا فی بنی غاضرة. فضمه رسول الله صلی الله علیه وسلم الیه۔[1]

ترجمہ:...... علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو بنی غاضرہ میں دودھ پینے کے لیے بھیجا گیا، شیرخوارگی سے فارغ ہونے پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر کفالت وتربیت پروان چڑھتے رہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ فاتحانہ شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس نواسے کو اپنے ساتھ سوار کر رکھا تھا۔

لما دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم مكة یوم فتح اردف علیا خلفه۔[2]

ترجمہ:...... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے بعد مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو علی بن ابوالعاص کو اپنے پیچھے سوار کر رکھا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں بلوغت کے قریب پہنچ کر علی بن ابوالعاص نے وفات پائی۔[3]

امامہ بن ابوالعاص رضی اللہ عنہا

نام امامہ بنت ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ ابن عبدشمس بن عبدمناف۔ والدہ ماجدہ سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔

عام حالات

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقتوں اور محبتوں کا محور ومرکز، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری راج دلاری

1۔ اسد الغابہ، ج ۴ ص ۴۱، الاصابہ ج ۲ ص ۵۱۰

2۔ معجم طبرانی کبیر، ج ۲۲، ص ۴۲۴ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۰

3۔ اسد الغابہ، ج ۴ ص ۴۱

نواسی دوشِ نبوت کی شہسوار امامہ رضی اللہ عنہا کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں رچی بسی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ نبوت میں عالم وجود میں آئیں، یعنی ولادت باسعادت نبوت کے مبارک دور میں ہوئی اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیرتربیت پرورش پاتی رہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امامہ سے نہایت درجہ پیار تھا، چونکہ مادری اور پدری شفقتوں سے محروم تھیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت ہمہ وقت ان پر رہتی۔ محبت و پیار کا یہ عالم تھا کہ نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے دوران بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جدا نہیں فرماتے تھے۔

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور امامہ بنت ابو العاص آپ کے دوش مبارک پر سوار تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں نماز پڑھائی۔ جب رکوع فرماتے تو اسے زمین پر بٹھا دیتے اور جب رکوع، سجدہ سے اٹھتے تو یہ پھر سوار ہو جاتیں۔ اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی۔[1]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ شاہ حبشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیش بہا قیمتی تحائف بھیجے، ان میں ایک ہار بے حد قیمتی تھا۔ اس قت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس تھیں اور امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا معصومانہ انداز میں گھر کے ایک گوشے میں کھیل رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں یہ ہار اپنی محبوب ترین اہل کو دوں گا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا خیال تھا کہ یہ شرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوگا، لیکن یہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اتنا بڑا اعزاز معصوم کلی امامہ کا مقدر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ کو بلا کر اپنے دست مبارک سے اس کے گلے کی زینت بنایا۔[2]

---

[1] بخاری شریف، ج ۱ص ۷۴، کتاب الصلوۃ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ حقہ فی صلوۃ، بخاری ج ۲ باب ۸۸۷ باب رحمۃ الولد مسلم ج ۱ص ۲۰۵ کتاب الصلوۃ

[2] الاستعیاب ج ۴ص ۲۴۵ برحاشیہ الدصابہ اسد الغابہ ج ۵ ۴۰۰ تحت امامہ بنت ابو العاص الاصابہ ج ۴ص ۲۳۸

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ابن سعد کی روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں:

لاعطینھا احبکن الی۔ [1]

یہ ہار میں اسے دوں گا جو تم بیویوں میں سب سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔ پھر آپ نے امامہ کو بلایا، اس کی آنکھوں کے گرد وغبار کو اپنے دست نبوت سے صاف کیا اور خود اس کے گلے میں ہار ڈالا۔ [2]

علامہ ابن عبد البر کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

لادفعنھا الی احب اھلی الی۔ [3]

ترجمہ:...... میں یہ ہار اسے عطا کروں گا جو مجھے اہل میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کی بیان کردہ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لاعطیھا ارحمکن۔ [4]

ترجمہ:...... یہ اسے دوں گا جو تم میں سب سے زیادہ نرم دل ہے۔

مسند احمد کی ایک روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بادشاہ نجاشی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ زیورات بھیجے جس میں ایک سونے کی انگوٹھی بھی تھی جس کا نگ حبشی عقیق کا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ قیمتی انگوٹھی امامہ کو عطا فرما دی تھی۔ [5]

یہ سب کچھ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت، محبت اور قلبی تعلق کا اظہار تھا جو اپنی دختر زادی

---

1. طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۴۵ تحت امامہ بنت ابو العاص
2. الاستیعاب ج ۴ ص ۲۴۵
3. الاستیعاب ج ۴ ص ۲۴۶ برحاشیہ الاصابہ تحت امامہ بنت ابو العاص۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۰
4. اصابہ ج ۴ ص ۲۳۸
5. اصابہ ج ۴ ص ۲۳۶

امامہ سے پایا جاتا تھا، یہ غایت درجہ محبت اور التفات اس ہونہار بچی کے ساتھ شفقت پدری سے بدرجہا بڑھ کر تھی۔

امامہ رضی اللہ عنہا کے حق میں خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی وصیت

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت پیاری امامہ رضی اللہ عنہا سن شعور کو پہنچ چکی تھی، اس لیے سیدہ فاطمۃ الزہرا خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال سے پہلے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میرے بعد آپ نے شادی کرنی ہو تو میری بہن زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی امامہ سے نکاح کر لینا۔ وہ میری اولاد کے حق میں میری قائم مقام ہوگی۔ چونکہ امامہ اپنے والد گرامی قدر کی وصیت کے مطابق زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت تھیں۔

وامامہ بنت ابی العاص واوصی بہا ابو العاص الی الزبیر بن عوام۔ [1]

ترجمہ:...... ابو العاص نے اپنی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی نگرانی کی وصیت کی تھی۔

علامہ بن عبد البر کے الفاظ میں یہ وصیت اس طرح ہے۔

الزبیر بن العوام وکان ابوھا ابو العاص قد اوصی بہا الیہ۔ [2]

شیعہ علماء بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کو تسلیم کرتے ہیں۔

سلیم بن قیس اس وصیت کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔

وانا اوصیك ان تزوج بنت اختی زینب، تکون لولدی مثلی۔ [3]

ترجمہ:...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں آپ کو وصیت کرتی ہوں کہ میری بہن

---

[1] کتاب نسب قریش المصعب زبیری ۲۲ بحوالہ بنات اربعہ ۱۳۸

[2] الاستیعاب ج ۴ ص ۲۴۶ ما اسد الغابہ ج ص ۴۰۰

[3] کتاب سلیم بن قیس الکوفی ۲۲۶ تحت وصیت فاطمۃ لعلی طبع ایران بحوالہ بنات اربعہ ۱۳۸

زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی سے نکاح کرلینا، کیونکہ وہ میری اولاد کے حق میں میرے قائم مقام ہوگی۔

علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

دختران آنحضرت چهار نفربودند۔ وهمه از حضرت خدیجه بوجود آمدند، اول زینب۔ وحضرت پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافران دادن اورا بابی العاص بن ربیع تزویج نمود۔ وامامه دختر ابی العاص از او بوجود آمد۔ وحضرت امیر المومنین بعد از حضرت فاطمه بمقتضائے وصیت آنحضرت امامه رابنکاح خوددر آورد۔ [1]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں اور ساری حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی تھیں اور پہلی بیٹی زینب تھیں اور کفار کے ساتھ نکاح کی حرمت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے کردیا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ابوالعاص کی بیٹی امامہ تولد ہوئی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کی بنا پر امیر المومنین نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد امامہ سے نکاح کرلیا تھا۔

امامہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں رہیں، لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ۴۰ھ میں جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا، تو انہوں نے مغیرہ بن نوفل جو عبدالمطلب کے پڑپوتے تھے کو امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی وصیت فرمائی، چنانچہ مغیرہ نے وصیت کی تعمیل کرتے ہوئے امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا، اس سے قبل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیغام بھی امامہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا تھا، لیکن امامہ رضی اللہ عنہا نے مغیرہ کو اطلاع دی تو انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اجازت سے نکاح کرلیا اور بالآخر امامہ نے مغیرہ ہی کے ہاں وفات پائی اور مشہور روایت کے مطابق ان سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ [2]

---

[1] حیات القلوب ج ۲ ص ۵۸۸ در بیان احوال الاد امجاد باب نمبر ۵۱

[2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۵۸ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۰ الاستیعاب ج ۴ ص ۲۳۶ بر حاشیہ الاصابہ

علامہ سید احمد رضا بجنوری تلمیذ رشید حافظ الحدیث علامہ انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں۔

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا حسن و جمال اور چہرہ کی تر و تازگی آخر عمر تک بحال رہی اور کوئی بھی فرق نہ آیا تھا، کیونکہ ان کو بچپن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پلنے بڑھنے کا شرف خاص حاصل رہا تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا سانحہ ارتحال

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں اپنے شوہر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت تھوڑا عرصہ زندہ رہیں۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ ۷ ھ میں مسلمان ہوکر مدینہ منورہ آئے تھے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے ۸ ھ میں بعمر اکتیس سال جان عزیز جان آفریں کے سپرد کردی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کے وقت جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا اور ہبار بن اسود کے ہاتھوں جو زخم آئے تھے۔ وقتی طور پر ان میں تخفیف ہوگئی تھی، لیکن پوری طرح نہ وہ منہدم ہوئے تھے اور نہ ہی سیدہ ان سے شفایاب ہوئی تھیں، بلکہ وہی زخم جان لیوا ثابت ہوئے، اسی لیے محدثین اور مؤرخین سیدہ کو شہید قرار دیتے ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے۔

فاسقطت ورهيقت دمًا...... فلم تزل وجعة۔ حتّٰى ماتت من ذلك الوجع۔ فكانوا يرون انها شهيدة۔[1]

ترجمہ:...... سیدہ اونٹ سے گر گئیں اور خون بہنے لگا ان کا یہ زخم منہدم نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ اسی درد اور زخم سے ان کا انتقال ہوگیا۔ اس بناء پر اہل اسلام انہیں ''شہیدہ'' قرار دیتے ہیں۔

سیدہ کے وصال کا صدمہ ایسا دلفگار تھا کہ ضبط وتحمل کے بندھن ٹوٹ گئے اور مرد و زن بے ساختہ رونے لگے۔ اسی کیفیت کا تذکرہ ان روایات میں پایا جاتا ہے۔

1۔ معجم طبرانی، ج ۲۲ ص ۴۳۲ حدیث ۱۰۵۲ مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۵۴ البدایہ، ج ۵ ص ۳۰۷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے کسی کا (یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو عورتیں جمع ہو کر ان پر رونے لگیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہیں رونے سے منع کیا (جو اجنبی شامل ہو گئے تھے) مار مار کر بھگانے لگے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا: عمر! انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ آنکھیں رو رہی ہیں اور دل مصیبت زدہ ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ہمشیرگان سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن و دیگر مسلمان خواتین بھی اس حادثہ فاجعہ سے سخت غمزدہ اور دل آزردہ ہوئیں کہ بلا اختیار رونے لگیں اور چیخ و پکار تک نوبت پہنچ گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کو سختی سے منع کرنے لگے، مگر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روکا اور سخت گیری سے منع کیا۔[1]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ماتت زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فبكت النساء فجعل عمر يضربهن بسوطه فاخره رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده، وقال مهلا يا عمر۔ ثم قال اياكن ونعيق الشيطان۔ ثم قال انه مهما كان من العين ومن القلب فمن الله عزوجل ومن الرحمة وما كان من اليد ومن اللسان فمن الشيطان۔[2]

ترجمہ:...... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو عورتیں رونے لگیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں کوڑے مارنے اور روکنے لگے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہاتھ سے الگ کیا اور فرمایا عمر! نرمی اختیار کرو۔

پھر عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم بھی شیطانی آواز نکالنے سے پرہیز کرو (یعنی چیخنا

۱؎ معجم طبرانی کبیر، ج ۲۲ ص ۴۳۲ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۲

۲؎ مسند امام احمد، ج ۱ ص ۲۳۷ مشکوۃ ج ۱ ص ۱۵۲

چلانا یہ تو شیطانی حرکت ہے) اور جو آنسو آنکھ سے بہتے ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کی رحمت میں سے ہے اور جو کچھ ہاتھ یا زبان سے صادر ہوتا ہے۔ وہ شیطان کی طرف سے ہیں۔

غسل اور تکفین

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دینے میں حسب ذیل خواتین شامل تھیں۔

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ، ام المومنین سیدہ ام سلمہ، ام ایمن اور ام عطیہ رضی اللہ عنہن

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی کی وفات ہوئی۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بھی دے سکتی ہو۔ غسل پانی اور بیری کے پتوں سے ہونا چاہیے اور آخر میں کافور کا استعمال کر لینا چاہیے اور غسل سے فارغ ہونے پر مجھے اطلاع دینا۔[1]

حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کے غسل کے وقت فرمایا تھا کہ دائیں طرف اور اعضائے وضو سے غسل شروع کرنا۔[2]

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ طاق مرتبہ غسل دینا۔ تین یا پانچ یا سات مرتبہ غسل دینا اور میت کے دائیں طرف سے اور اعضاء وضو سے غسل کے ابتدا کی جائے۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے غسل سے فارغ ہو کر ان کے بالوں میں کنگھی کر کے تین حصوں میں ان کے بال تقسیم کر دیے تھے۔[3]

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی

---

[1] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۱۶۷ مسلم، ج ۱ ص ۳۰۴

[2] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۱۶۷ صحیح مسلم، ج ۱ ص ۳۰۵

[3] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۱۶۷ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۵

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا کہ طاق مرتبہ غسل دیں۔ تین یا پانچ مرتبہ اور پانچویں مرتبہ کافور یا کچھ حصہ کافور کا استعمال کریں اور جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کر دینا۔

جب ہم نے غسل دے دیا تو آپ ﷺ کو اطلاع دی۔

فاعطانا حقوة وقال اشعرنها اياه۔[1]

ترجمہ:......آپ نے اپنا ازار بند (چادر) عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا اسے کفن میں قمیص کی جگہ استعمال کرو۔

حضرت لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

میں بھی ان خواتین میں شامل تھی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو غسل دیا۔ حضور انور ﷺ کفن لے کر دروازہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے کفن کے لیے ایک ایک کر کے یہ کپڑے ہمیں دے دیے۔ پہلے آزار بند عنایت فرمائی۔ پھر چادر، اوڑھنی اور پھر لفافہ۔ پھر انہیں کپڑے میں لپیٹ دیا گیا۔

مذکورہ بالا واقعہ مسلم کی روایت میں آپ ﷺ کی صاحب زادی زینب رضی اللہ عنہا کی صراحت ہے، لیکن ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۷ ۳ باب کفن المرأة اور مسند امام احمد ج ۶ ص ۳۸۰ کی روایت میں سیدہ ام کلثوم بنت رسول ﷺ کا نام مذکورہ ہے۔ ان روایات میں تطبیق اور ترجیح کی محدثین نے حسب ذیل صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

ممکن ہے یہ متعدد واقعات پیش آئے ہوں۔

ویمکن الجمع بان تکون حضرتهما جمیعًا۔[2]

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱ ص ۳۰۵ ابوداؤد، ج ۲ کتاب الجنائز

۲۔ فتح الباری، ج ۳ ص ۱۲۸ کتاب الجنائز باب غسل المیت ووضوءہ

ترجمہ:...... دونوں روایات کو جمع کرنے کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا دونوں کے غسل میں شریک ہوئی ہوں۔

ابن عبد البر نے یہ صراحت کردی ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا عموماً غسل دینے کی خدمت انجام دیا کرتی تھیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس بیٹی کو غسل دینے کا ذکر حدیث میں پایا جاتا ہے۔ جمہور کے نزدیک وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ بعض اہل سیر نے کہا ہے کہ وہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں اور صحیح یہی ہے کہ وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے واضح ہے۔ [1]

علامہ بدالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

حدیث میں جس بیٹی کو غسل دینے کا ذکر ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہی ہوں، کیونکہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا تو عام طور پر غسل دینے کی خدمت انجام دیا کرتی تھیں تو بہت ممکن ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما دونوں کو غسل دیا ہو۔ [2]

مذکورہ بالا حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عورت کا کفن پانچ کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ فقہاء اس کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں:

(۱)...... لفافہ، یعنی اوپر والی بڑی چادر

(۲)...... ازار بند یا تہبند، یعنی اندر والی چادر

(۳)...... درع یا قمیص، جسے کفنی کہا جاتا ہے، جو کندھوں سے پاؤں تک لمبی ہوتی ہے۔

(۴)...... خمار، یعنی اوڑھنی (جو تقریباً ساڑھے چار فٹ لمبی ہوتی ہے)

(۵)...... سینہ بند، چھاتیوں پر سینہ بند باندھنا جو سینے سے رانوں تک لمبا ہو۔ [3]

---

[1] شرح مسلم، ج ۱ ص ۳۰۴

[2] عمدۃ القاری، ج ۸ ص ۴۰ کتاب الجنائز

[3] ردالمختار، ج ۱ ص ۶۳۷

اللّٰھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی وازواجہ امھات المؤمنین وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علی ال ابراھیم انک حمید مجید

تہبند نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا متبرک کفن

کفن کے مسنون کپڑوں میں کسی بزرگ اور اللہ والے کی کوئی چادر وغیرہ بطور تبرک شامل کر لینا علماء احناف کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں اپنی چادر شامل کرنے کے لیے عطا فرمائی تھی، لیکن اس میں غلو اور اس تبرک کے بھروسہ پر عمل سے غفلت نہ ہونے پائے۔

زنانہ میت کے لیے ڈولی

عورت کی عزت وعصمت کا تحفظ زندگی اور موت کے بعد بھی لازمی ہے، اس لیے اگر عورت کی میت پر اس انداز سے پردہ کا اہتمام کر لیا جائے کہ غیر نظروں سے محفوظ رہے تو یہ صورت بہت عمدہ اور مناسب ہے۔

چنانچہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا غسل مکمل ہونے پر جب کفن بھی دے دیا گیا تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو اس وقت حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی نکاح میں تھیں، کہنے لگیں کہ ہم نے ملک حبشہ میں دیکھا ہے کہ عورتوں کی پردہ داری کے لیے میت کی چارپائی پر کھجور کی شاخوں سے ایک ڈولی بنادی جاتی ہے، جس سے میت کی جسامت پوری طرح پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے مشورہ کے مطابق سیدہ زینب کی چارپائی پر بھی ڈولی بنا کر پردہ داری کا مکمل انتظام کر لیا گیا اور یہ پہلی مسلم خاتون ہیں جن کا جنازہ اس اہتمام و تکریم سے اٹھایا گیا۔

علامہ بلاذری المتوفی ۲۷۹ھ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

وجعل لها نعش فكانت اول من اتخذ لها ذلك. والذى اشارت باتخاذه اسماء بنت عميس رائته بالحبشه. وهى مع زوجها جعفر بن ابى طالب [۱]

---

[۱] انساب الاشراف للبلاذری، ج ۱ ص ۴۰۰ بحث ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وولدہ

ترجمہ:......سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی میت کی پردہ داری کے لیے چار پائی پر ڈولی بنائی گئی۔ یہ رائے حضرت اسماء بنت عمیس نے پیش کی تھی۔ انہوں نے حبشہ میں اس طرز کی ڈولی دیکھی تھی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایسی ڈولی بنانے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کی تفصیلات ان کے تذکرہ میں بیان ہوں گی۔ (انشاء اللہ)

علامہ زرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

وصلی علیہا صلی اللہ علیہ وسلم ونزل فی قبرہا ومعہ ابو العاص وجعل لہا نعش قبل وکانت اول من اتخذ لہا ذلک۔ ولا یعارضہ ما یاتی ان فاطمۃ اول من غطی نعشہا۔ کما لا یخفی ذکر ابن اسحاق وغیرہ۔[1]

ترجمہ:......اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور ابوالعاص کے ساتھ قبر میں اترے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی چار پائی پر ڈولی سے پردہ بنایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ سیدہ پہلی خاتون ہیں جن کے لیے اس طرح ڈولی کا پردہ بنایا گیا اور یہ اس کے مخالف نہیں ہے، جس میں کہا جاتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے سب سے پہلے ڈولی بنائی گئی تھی، جیسا کہ واضح ہے اور ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

نماز جنازہ

شہزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین کا مرحلہ جب پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو نماز جنازہ پڑھنے کے لیے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کو یہ عظیم شرف بھی نصیب ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی، اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی سیدہ کے حق میں پورا ہوا۔

---

[1] زرقانی شرح مواہب، ج ۴ ص ۳۱۸

وصل علیھم ان صلاتك سكن لھم [1] وصلی علیھا رسول الله صلی الله علیه وسلم. [2]

ترجمہ:......اور دعا دیجیے ان کو بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ان کے لیے تسکین ہے۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں:

شیعہ کی معتبر کتب میں جہاں اس اعزاز کا تذکرہ ہے کہ سیدہ کی نماز جنازہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی۔ وہاں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر مسلمان خواتین کا سیدہ کی نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے دریافت کیا کہ جنازہ میں عورتیں شامل ہوسکتی ہیں، نیز عورتیں نماز جنازہ ادا کرسکتی ہیں یا نہیں؟

امام صاحب نے فرمایا:

ان زینب بنت النبی صلی الله علیه وسلم اذا توفیت۔ وان فاطمة علیھا السلام خرجت فی نساءھا فصلت علی اختھا۔ [3]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی دوسری عورتوں کے ساتھ نکلیں اور اپنی بہن کی نماز جنازہ پڑھی۔

شیعہ علماء کی ان تصریحات سے بھی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نہیں تھیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔ دوسری وضاحت یہ بھی ہوتی ہے کہ یہ چاروں بیٹیاں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدا ہوئی تھیں، پہلے شوہر سے نہیں تھیں۔

---

[1] سورہ توبہ، آیت نمبر ۱۰۳

[2] زرقانی ج ۳ ص ۲۱۸ انساب الاشراف ج ۱ ص ۴۰۰

[3] تہذیب الاحکام، ج ۳ ص ۳۳۳ باب فی الصلوۃ علی الاموات مطبوعہ تہران ۱۳۹۰ استبصار ج ۱ ص ۴۸۵ مطبوعہ طہران ۱۳۹۰

تدفین

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تدفین کا مرحلہ آیا تو رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر، پیاری لاج دلاری بیٹی کو اپنے ہاتھوں آغوش قبر کے سپرد کیا، چہرہ انور سے حزن وملال کے آثار نمایاں اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کی تدفین کے وقت ہم صحابہ رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے۔ ہم میت لے کر قبر پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حد مغموم ومحزون تھے۔ ہم میں سے کسی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہ تھی۔ قبر کی لحد تیار کرنے میں ابھی کچھ دیر تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ہم صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آس پاس بیٹھ گئے۔ ہم سب پر ایک قسم کی حیرانی و پریشانی کی کیفیت طاری تھی۔ اسی اثنا میں اطلاع دی گئی کہ قبر تیار ہے۔ حضور اقدس قبر میں اترے، آپ کا چہرہ انور غمگین اور اداس تھا، لیکن تھوڑی سی دیر بعد حزن و ملال کے آثار ماند پڑ گئے اور طبیعت میں مسرت و بشاشت نمایاں نظر آنے لگی۔ پہلے تو ہمیں بات کرنے کی ہمت نہ تھی مگر اب حوصلہ بڑھا اور چہرہ مبارک کے آثار کے تغیر وتبدل کے سبب دریافت کیا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر کی تنگی وتکلیف اور خوفناک منظر میرے سامنے تھا اور زینب رضی اللہ عنہا کا ضعف وکمزوری اور انتہائی نازک مزاجی کا بھی مجھے علم تھا۔ مجھے یہ بات بڑی شاق اور ناگوار گزر رہی تھی کہ میری معصوم بیٹی قبر کے ان مراحل سے کیسے گزرے گی۔ میں اللہ جل جلالہٗ کی بارگاہ جلالت میں عرض گزار ہوا۔ پروردگار! زینب کے لیے قبر کی منزل کو آسان فرما دے۔ اللہ جل مجدہ کی رحمت پہ قربان جاؤں کہ اس نے میری دعا و التجا کو شرف قبولیت سے نوازا اور زینب کے لیے اس مشکل کو آسان فرما دیا۔

حدیث مبارک کے الفاظ اس طرح ہیں:

فقلنا یارسول الله صلی الله علیه وسلم. رایناك مهتمًا حزينًا. فلم نستطع ان نكلمك ثم رأيناك سرى عنك فلم ذلك قال كنت اذكر ضيق القبر وغمه وضعف زينب. فكان ذلك يشق علی. فدعوت الله عزوجل ان يخفف عنها. ففعل ولقد ضغطها سمعها من بين الخالفين الا الجن والانس۔ [1]

سوانحی خاکہ

(۱)......سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔

(۲)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے تیسویں سال سیدہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔

(۳)......اپنی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زیر تربیت پرورش پائی، انہی کی نگرانی میں ہوش سنبھالا۔ باشعور زندگی حاصل کی اور جوان ہوئیں۔

(۴)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ سے ابوالعاص بن ربیع سے سیدہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا۔

(۵)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے پہلے مرحلہ پر ہی آپ کی صاحبزادیاں اپنی والدہ مکرمہ کے ساتھ دولت ایمانی سے مشرف ہوئیں۔

(۶)......مشرکین مکہ نے ابوالعاص پر دباؤ ڈالا کہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دو لیکن وہ ثابت قدم رہے اور رشتہ نبوی کو قطع کرنا گوارا نہیں کیا۔

(۷)......جنگ بدر میں ابوالعاص قریش مکہ کے ہمراہ گرفتار ہوئے فدیہ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ کا عطا کردہ ہار بھیجا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے مشورے سے وہ یادگار ہار واپس لوٹا دیا اور بغیر فدیہ ابوالعاص کو رہا کر دیا۔

(۸)......ابوالعاص نے حسب وعدہ مکہ پہنچ کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیا۔

---

[1] مجمع الزوائد، ج ۳ ص ۱۲۸ احیدث ۴۲۵۸ کتاب الجنائز اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۸

(۹)......ایفائے عہد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کو داد تحسین پیش فرمائی۔

(۱۰)......سفر ہجرت میں سیدہ رضی اللہ عنہا کو جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی منقبت میں زبان نبوت سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔

ھی خیر بناتی ھی۔ افضل بناتی۔ اصیبت فی۔

(۱۱)......دوسری مرتبہ ابوالعاص گرفتاری سے بچ کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پناہ کو قبول فرمالیا۔

(۱۲)......اس واقعہ کے بعد ابوالعاص مکہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے اور پھر مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

(۱۳)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص کے ہمراہ رخصت فرمادیا۔

(۱۴)......سیدہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت کے موقع پر آنے والے زخم ہی کے سبب ۸ھ میں ۳۱ سال کی عمر میں ہوئی۔

(۱۵)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی میں غسل کا انتظام فرمایا۔

(۱۶)......کفن میں خاص طور پر اپنی چادر مرحمت فرمائی۔

(۱۷)......خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱۸)......قبر کی تنگی اور فتنہ سے حفاظت کے لیے دعا فرمائی جو قبول ہو گئی۔

(۱۹)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کے ساتھ مل کر سیدہ رضی اللہ عنہا کو قبر کے سپرد فرمایا۔

(۲۰)......سیدہ زینب رضی اللہ عنہا وہ پہلی خوش نصیب خاتون ہیں جنہیں ''شہیدہ'' کا خصوصی لقب عطا ہوا۔

شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْقَاسِمِ وَالطَّاهِرِ اِبْنَیْ نَبِيِّكَ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُقِيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَالْعَنْ مَنْ آذٰى نَبِيِّكَ

(تہذیب الاحکام (شیعہ) ج ۳ ص ۱۲۰)

شہزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

حضورانور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کی سیرت وکردار ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

ولادت باسعادت

علامہ ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ رقمطراز ہیں:

ولدت زینب بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ابن ثلاثین سنة. ولدت رقیه بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ورسول الله صلی الله علیه وسلم ابن ثلاث وثلاثین سنة۔[1]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تینتیس سال ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

اس طرح سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے تین برس بعد پیدا ہوئیں، یعنی تین سال ان سے چھوٹی تھیں۔

مشرف بہ اسلام

مردوں وعورتوں میں اور بالخصوص عورتوں میں سب سے پہلے ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کی صاحبزادیاں بھی اسلام اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئیں۔

واسلمت حین اسلمت امها خدیجة بنت خویلد. وبایعت رسول الله صلی الله علیه وسلم هی وأخواتها حین بایعه النساء۔[2]

---

[1] الاستیعاب ج ۲ ص ۲۹۹ برحاشیہ الاصابہ

[2] طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۴۲۱ الاصابہ، ج ۴، ص ۳۰۴ تحت رقیہ بنت سید البشر تفسیر قرطبی سورہ احزاب، آیت نمبر ۵۹ ج ۱۴ ص ۲۴۲

ترجمہ:...... حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی ایمان لائیں اور جب دوسری عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی بہنوں کے ساتھ بیعت کی سعادت حاصل کی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے گرامی قدر والد ماجد اور والدہ مکرمہ کی زیر کفالت اور حسن تربیت سے پروان چڑھیں اور سن شعور کو پہنچیں۔

ازدواجی تعلق

قدیم دستور کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بالترتیب اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ صرف انتساب نکاح تھا۔ رخصتی اور عروسی کی نوبت نہیں آئی تھی۔

پھر جب اسلام کا دور شروع ہوا اور آپ پر وحی نازل ہونے لگی۔ توحید کی تبلیغ اور شرک و کفر کی مذمت برملا ہونے لگی، تو یہ آیات بھی "تبت یدا ابی لھب" نازل ہوئیں تو ابولہب کی ترغیب پر اس کے دونوں بیٹوں نے سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی۔

محدثین، مفسرین اور مورخین اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں۔

ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو حکم دیا کہ تم محمد بن عبداللہ کی بیٹیوں کو طلاق دے دو، ورنہ میں تم سے کبھی منہ بھی نہ لگاؤں گا اور تمہارا چہرہ تک نہیں دیکھوں گا۔

امام ابن سعد، المتوفی ۲۳۰ لکھتے ہیں:

كان تزوجها عتبه بن ابی لهب بن عبد المطلب قبل النبوة. فلما بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم وانزل الله "تبت يدا ابی لهب" قال له ابوه ابولهب رأسي من راسك حرام ان لم تطلق ابنته. ففارقها ولم يكن دخل بها۔ [1]

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۶۱ ذکر بنات رسول اللہ

علامہ ابن قتیبہ، التوفی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں:

وأما رقية فتزوجها عتبه بن ابي لهب، فامره ابوه ان يطلقها. فطلقها قبل ان يدخل بها۔ [1]

علامہ ابن عبدالبر، التوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

وقال مصعب وغيره من اهل النسب، كانت رقية تحت عتبه بن ابي لهب. وكانت اختها ام كلثوم تحت عتيبة ابن ابي لهب فلما نزلت "تبت يد ابي لهب" قال لهما ابوهما ابولهب وامهما حمالة الحطب فارقا ابنتي محمد وقال ابولهب راسى من راسكما حرام. ان لم تفارقا ابنتي محمد. ففارقهما۔ [2]

ترجمہ:...... مصعب وغیرہ علماء انساب کہتے ہیں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں اوران کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا عتیبہ بن ابی لہب کے ہاں تھیں۔ جب سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو ان دونوں کوان کے والد ابولہب اور والدہ حمالۃ الحطب (اس کا نام ام جمیل تھا) نے کہا کہ تم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو فارغ کردو۔ اگر تم انہیں فارغ نہیں کروگے تو تمہارے ساتھ میرا بیٹھنا اٹھنا حرام ہے، چنانچہ دونوں نے باپ کے حکم کی تعمیل میں دونوں صاحبزادیوں کو فارغ کردیا۔

اسی طرح حضرات مفسرین نے بھی سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے نکاح کی یہی تفصیل بیان کی ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی، التوفی ۶۷۱ھ نے سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ ج ۲ ص ۲۴، حافظ جلال الدین سیوطی، التوفی ۹۱۱ھ نے سورہ تبت یدا کی تفسیر میں درمنثور،

---

[1] معارف ابن قتیبہ، ص ۶۲

[2] الاستیعاب ج ۲ ص ۲۹۹ برحاشیہ الاصابہ تحت رقیہ رضی اللہ عنہا

ج ۸، ص ۶۰۸ اور سید محمود الوسی، التوفی ۱۲۷۰ھ نے روح المعانی، ج ۱۵، ص ۳۰۶ سورہ لہب کی تفسیر میں لکھا ہے۔

محدثین کرام نے بھی اسی طرح روایات نقل کی ہیں۔

حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، التوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

عن قتادة۔ قال تزوج ام کلثوم رضی الله عنها بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم عتبه بن ابی لهب، فلم یبن بها حتی بعث النبی صلی الله علیه وسلم وکانت رقیة عند اخیه عتبة بن ابی لهب۔ فلما انزل الله عزوجل "تبت ید ابی لهب" قال ابولهب لابنیه عتیبه وعتبه راسی من راسکما حرام ان لم تطلقا ابنتی محمد۔ وقالت امهما بنت حرب بن امیه۔ وهی حمالة الحطب طلقاهما یابنی فانهما قد صبتا۔ فطلقاهما۔[1]

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان، ۸۵۶ھ کتاب المناقب باب ذکر اصهار النبی کے ضمن میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔[2]

علامہ ابن حجر عسقلانی التوفی ۸۵۲ھ نے کتاب المناقب باب ذکر اصہار النبی کے ضمن میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔ (فتح الباری، ج ۶ ص ۸۶)

علامہ القسطلانی، التوفی ۹۲۳ھ نے مواھب الدنیہ اور اس کے شارح علامہ زرقانی التوفی ۱۱۲۲ھ نے بھی ان روایات کو نقل کیا ہے۔ شرح زرقانی ۳۲۲ ج ۴ فی ذکر اولاد الکرام۔

نکاح نہ کہ شادی

مولانا نور الحسن شاہ بخاری التوفی ۱۴۰۴ھ میں اس عنوان "نکاح! نہ کہ شادی" کے

---

[1] المعجم طبرانی کبیر، ج ۲۲ ص ۴۳۵ حدیث نمبر ۱۰۶

[2] مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۵۴ کتاب المناقب، رقیہ

تحت لکھتے ہیں:

روایت میں گو لفظ تزویج کا موجود ہے، لیکن اس سے مراد نکاح یعنی ناطہ، نسبت اور منگنی ہے، نہ کہ شادی، جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ابو عمر یعنی علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی متابعت میں ذکر کیا ہے کہ ابولہب کے لڑکوں نے۔

تزوجه رقيه وام کلثوم قبل البعثه۔

حضور ﷺ کی بعثت سے پیشتر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے تزویج یعنی شادی کی۔

یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ ابو عمر رضی اللہ عنہ ہی نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اکبر البنات حضور ﷺ کی سب صاحبزدیوں سے بڑی ہیں جو کہ بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔

فاذا كانت اكبرهن بهذا السن فكيف تزوج من هو اصغر منها نعم ان ثبت ذالك ويكون عقد نكاح الى حين يحصل التاهل۔ فكان الفراق وقع قبل ذالك۔

پس! جب ان سب سے بڑی صاحبزادی کا یہ سن ہو تو جو اس سے چھوٹی ہیں ان کی شادی بعثت سے پہلے کیوں کر ہو سکتی ہے؟

ہاں اگر یہ تزوج ثابت ہو جائے تو تزوج سے مراد متاہل زندگی گزرنے کے قابل ہونے تک محض عقد نکاح یعنی نسبت اور منگنی ہوگا اور یہ وقت آنے سے پہلے جدائی واقع ہو گئی۔

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لا اعلم خلافاً ان زينب اكبر بناته صلى الله عليه وسلم

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بالاتفاق حضور ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔

---

1. الاصابہ، ج ۲ ص ۴۶۶ ترجمہ سیدہ ام کلثوم

ابو العاص محمد بن اسحاق اسراج نے عبداللہ بن محمد بن سلیمان ہاشمی سے روایت کی ہے کہ سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی پیدائش حضور ﷺ کی عمر مبارک کے تیسویں اور سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی پیدائش حضور ﷺ کی عمر مبارک کے تینتیسویں سال میں ہوئی۔ [1]

جب حضور ﷺ کے دعویٰ نبوت کے وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عمر دس سال کی تھی اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی سات سال کی تو حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے بھی چھوٹی ہیں کی عمر کوئی پانچ سال ہوگی اور پانچ، سات سال کی عمر میں ظاہر ہے کہ شادی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ درحقیقت حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے خاندانی دستور اور روایات کے مطابق بنات رسول اللہ ﷺ کی نسبت اور منگنی پانچ، سات سال کی عمر میں ابنائے ابولہب سے ہو چکی تھی، جو حضور ﷺ کی نبوت کے اعلان اور بعثت مقدمہ کے فوراً بعد منسوخ کر دی گئی۔ [2]

شہزادی رقیہ اور شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو کس جرم کی پاداش میں یا قصور اور عیب کی سزا میں طلاق دے کر ان کے دلوں کو چھلنی نہیں کیا گیا بلکہ محض سرور دو عالم ﷺ کی اولاد ہونے کی وجہ سے یہ اذیت ناک سلوک روا رکھا گیا اور خود رسول رحمت ﷺ کے قلب اطہر کو بھی ٹھیس پہنچی اور آپ ﷺ نے ان ظالموں کے خلاف بددعا کی۔

رسول اللہ ﷺ نے دل برداشتہ ہو کر بددعا دی:

اللھم سلط علیہ کلبًا من کلابك

ترجمہ:...... اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے۔

چنانچہ ایک روز عتبہ جنگل میں تھا کہ ایک شیر آگیا، اس نے سب لوگوں کے جسم کو سونگھا

---

[1] الاستیعاب باب الراء ترجمہ رقیہ بنت رسول اللہ

[2] سیرت ذی النورین ج ۱ ص ۳۷ تا ۳۹

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اور جب اس بدبخت کے پاس پہنچا تو اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

خود ابولہب بھی کسی بیماری کا شکار ہو گیا، جس کی تکلیف سے کتوں جیسی آواز نکالتا تھا۔ وہ حسین وجمیل چہرہ بگڑ گیا۔ اسی حالت میں واصل جہنم ہوا اور اس کی بیوی ام جمیل جو ناز نخروں سے گردن میں قیمتی ہار ڈالا کرتی تھی، لکڑیوں کی گانٹھ سر پر اٹھائے، گانٹھ کی رسی اس نے گلے میں ڈالی تھی، ٹھوکر کھا کر جو گری رسی پھندے کی طرح گلے میں پھنس گئی اور تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ جس گلے کی زینت کبھی قیمتی ہار اور زریں گلوبند ہوا کرتے تھے اس کی زینت رسی کا پھندا بنا جو موت کا باعث بن گیا۔[1]

ایک اشکال کا ازالہ

مذکورہ بالا تفصیلات کے ضمن میں ابولہب کے بیٹے عتبہ کا ذکر اس طرح آیا ہے کہ ایک درندے نے ہلاک کر دیا تھا، لیکن مؤرخین کی تفصیل کے مطابق عتبہ اور معتب بن ابولہب دونوں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خطا معاف فرما دی تھی، اس لیے ممکن ہے یہ عتبہ صغیر ہو جسے درندے نے ہلاک کیا تھا۔

علامہ ابن اثیر، المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

اسلم هو واخوه معتب يوم الفتح وكانا قدهر بامن النبى صلى الله عليه وسلم فبعث النبى صلى الله عليه وسلم العباس بن عبدالمطلب عمهما اليهما. فأتى بهما فاسلما فسر رسول الله صلى الله عليه وسلم باسلامهما. وشهدا مع رسول الله حنينًا. وكانا ممن ثبت ولم ينهزم. وشهداء الطائف.[2]

ترجمہ:...... عتبہ اور ان کے بھائی معتب فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ دونوں

---

[1] تفسیر روح المعانی، ج ۱۵ ص ۳۰۳ تفسیر معارف القرآن ادریس ج ۸ ص ۵۷۱

[2] اسد الغابہ، ج ۳ ص ۳۶۶ تحت عتبہ بن ابولہب

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈر سے بھاگ گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو ان کو تلاش کرنے بھیجا۔ وہ دونوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور دونوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ان کے مسلمان ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ہوئی۔ پھر دونوں غزوہ حنین اور غزوہ طائف میں بھی شریک ہوئے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی، ۸۵۲ھ نے بھی ان دونوں کے فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونا ذکر کیا ہے۔[1]

علماء شیعہ کی تصریحات

اگرچہ شیعہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کا انکار اس لیے کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے شرف دامادی کا انکار کیا جاسکے، لیکن ان کے متقدمین اور نابغہ روزگار علماء جابجا سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن کا ذکر خیر بھی کرتے ہیں۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

دوم رقیه و گویند که او رعتبه پسر ابولهب تزویج نمود در مکه و پیش از دخول او ر اطلاق گفت و در مدینه عثمان اورا تزویج نمود۔ وعبدالله ازا وبوجود آمد۔ ودر کودکی مرد۔ ورقیه در مدینه برحمت ایزدی واصل شد۔ در هنگامے جنگ بدر رود۔[2]

ترجمہ:...... دوسری رقیہ کہتے ہیں، حضرت رقیہ مکہ میں پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ کے نکاح میں تھیں اور رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی اور مدینہ میں عثمان سے ان کا نکاح کر دیا اور رقیہ کے ہاں عثمان سے عبداللہ پیدا ہوا، جو بچپن ہی میں فوت ہوگیا اور رقیہ نے جس وقت جنگ بدر رونما ہوئی، مدینہ میں انتقال کیا۔

---

[1] الاصابہ، ج ۲ ص ۴۵۵ تحت عتبہ، ج ۳ ص ۴۴۳ تحت معتب

[2] حیات القلوب، ج ۲ ص ۵۸۹

شیخ نعمت اللہ الجزائری لکھتے ہیں:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو عتبہ بن ابی لہب نے نکاح میں لیا، پھر اس نے شادی ہونے سے پہلے رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ اس طریق کار کی وجہ سے رقیہ رضی اللہ عنہا کو عتبہ کی طرف سے نہایت تکلیف پہنچی تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کے حق میں بددعا فرمائی اور فرمایا: یا اللہ! اپنے درندوں میں سے ایک درندہ عتبہ پر مسلط فرما دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منظور ہوگئی، ایک موقعہ پر عتبہ اپنے ساتھیوں میں موجود تھا کہ ایک شیر نے آکر عتبہ بن ابی لہب کو پکڑ کر چیر پھاڑ ڈالا۔[۱]

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا عقدِ عثمان رضی اللہ عنہ میں

چونکہ اب نبوت کا دور دورہ شروع ہو چکا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل حکم خداوندی کے تابع اور منشاء ایزدی کے عین مطابق ہوتا اور نطق آزاد نہ رہی بلکہ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴ [۲]

اسی طرح افعال بھی اللہ جل مجدہ کے حکم ہی سے صادر ہوں گے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاتون سے اپنا نکاح کریں یا اپنی لخت جگر کا نکاح کسی سے کریں۔ اب یہ معاملہ حکم خداوندی سے ہی طے ہوگا، جیسا کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

ما انا ازوج بناتی ولکن اللہ تعالیٰ یزوجھن۔[۳]

ترجمہ:...... میں اپنی لخت جگر شہزادیوں کا نکاح اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ نہیں کرتا بلکہ اللہ جل مجدہ کی جانب سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں۔

جب شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کو عتبہ نے فارغ کر دیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی چہیتی بیٹی

۱۔ الانوار النعمانیہ، ج ۱ ص ۳۶۷ بحوالہ بنات اربعہ ص ۱۷۹

۲۔ سورۃ النجم، آیت نمبر ۳

۳۔ مستدرک حاکم، ج ۴ ص ۴۹

کے دوسرے عقد کے لیے ایک صالح، دین دار، وفا شعار اور اچھے داماد کی جستجو ہوئی۔ اللہ جل شانہ نے اس رشتہ کے لیے ایک ایسی ہستی کا فیصلہ فرمایا جو سچ مچ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کے شایان شان تھی اور یہ خوش نصیب ہستی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وما زوجته الا بالوحی من الله۔[1]

ترجمہ:...... میں نے اپنی بیٹی کا نکاح عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ کے حکم سے کیا ہے۔

قتادہ سے روایت ہے کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں، اس نے جب طلاق دے دی

فتزوج عثمان بن عفان رضی الله عنه رقية وتوفيت عنده۔[2]

ترجمہ:...... پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے گھر میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خالہ جان سعدی بنت کرز کی باتیں سن کر میرے دل پر گہرا اثر ہوا، چونکہ میری نشست و برخاست زیادہ تر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہاں ہوا کرتی تھی، اس لیے میں ان کے پاس گیا اور انہیں تمام باتیں سنائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عثمان! تمہاری خالہ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے، تم تو خود ہی صاحب عقل و دانش ہو، ذرا غور کرو، یہ مٹی اور پتھر کے بت جن میں اتنی سکت نہیں کہ وہ اپنے اوپر بیٹھی ہوئی ایک ادنیٰ مکھی کو ہنکا سکیں، بھلا وہ کسی کے حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد رس کیسے بن سکتے ہیں؟ عثمان! تم میرے عزیز دوست ہو، اس لیے تمہاری خیر خواہی کے لیے تمہیں اللہ وحدہٗ لاشریک کے دین کی طرف بلاتا ہوں اور

[1] کنز العمال، ج ١٣ ص ٥٨ حدیث نمبر ٣٦٢٤٦

[2] معجم طبرانی کبیر، ج ٢٢ ص ٤٣٤

ان خودساختہ بتوں کی پرستش سے روکتا ہوں۔

ابھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ توحید پرستانہ تقریر ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ داعی اسلام رسول رحمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے اور آتے ہی ارشاد فرمایا:

عثمان! اللہ تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہے، کیا تم اس بلاوے کو قبول کرتے ہو؟ سنو! میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں۔

عثمان کہتے ہیں: کہنے کو تو یہ صرف چند جملے تھے مگر یہ میرے قلب وروح میں نشتر بن کر اتر گئے۔ اللہ گواہ ہے کہ میرا دل قابو میں نہ رہا اور میں بے اختیار پکار اٹھا:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد عتبہ نے حضرت رقیہ ؓ کو طلاق دے دی اور وہ میرے نکاح میں آگئیں۔ اس طرح سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی الٰہی کی تعمیل میں خاص حکم الٰہی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی جگر گوشہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔[1]

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیت اللہ شریف کے قریب قریش کے چند لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آکر اطلاع دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی رقیہ عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں دے دی ہے۔

وکانت رقیۃ ذات جمال رائع

ترجمہ:...... رقیہ رضی اللہ عنہا خوبصورت اندام اور خوش جمال تھیں۔

مجھے دل میں حسرت ہوئی کہ کیا اچھا ہوتا کہ میں اس رشتہ کی درخواست پہلے پیش کر دیتا۔ اسی افسردگی میں گھر آیا، اپنی خالہ سعدی بنت کریز بن ربیعہ جو فن کہانت میں بڑی مہارت رکھتی تھیں، انہوں نے میرا اداس چہرہ دیکھ کر چند اشعار کہہ کر میرا غم غلط کیا۔ خالہ یوں گویا ہوئیں۔

---

[1] کنز العمال، ج ۱۳ ص ۷۷ حدیث نمبر ۳۶۲۸۴ الاصابہ ج ۲ ص ۳۲۷ ذکر سعدی بنت کریز

ابشرو حییت ثلاثًا تترى ثم ثلاثًا وثلاثًا اخرى
ثم باخرى کی تتمّ عشرًا اتاك خيرٌ ووقيت الشرا
انكحت والله حصانًا زهرا وانت بكر ولقيت بكرا
وافيتها بنت عظيم قدرا بنت امرئٍ لقد اشاد ذكرا
لك الجمال ولك اللسان هذا نبی معه البرهان
ارسله بحقه الديان وجاءه التنزيل والفرقان
فاتبعه لاتغتا لك الاوثان

عثمان! تجھ پر سلامتی ہو اور بار بار ہو، تیرے پاس بھلائی آئی اور تو برائی سے بچا۔ تو نے ایک باعصمت خاتون سے شادی کی اور ایک بڑے عظیم القدر شخص کی بیٹی تو نے حاصل کر لی۔ آج تک تو کنوارا تھا اور اب تجھے کنواری دوشیزہ مل گئی۔

میں نے عرض کیا: خالہ جان! آپ کی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔ آپ کا کیا مطلب ہے؟ اس پر وہ بولیں:

لك الجمال ولك اللسان هذا نبیٌ
معه البرهان ارسله بحقه الديان
وجاءه التنزيل والفرقان
فاتبعه لاتغاتا لك الاوثان۔[1]

ترجمہ:...... عثمان تو صاحب جمال ہے اور صاحب شان ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم برہان ہیں۔ وہ قرآن لے کر آئے ہیں اور ایک اکیلے معبود کی طرف بلاتے ہیں۔ ان کا چراغ دراصل چراغ ہدایت ہے اور ان کا دین ذریعہ فلاح ہے، تو ان کی پیروی کر اور بتوں کی پوجا ترک کر دے۔

---

[1] کنز العمال ج ۱۳ ص ۷۷ حدیث نمبر ۳۶۲۸۴ زرقانی ج ۴ ص ۳۲۴

ابن اسحاق کی روایت میں ہے جب عتبہ نے طلاق دے دی تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حسب دستور اپنے والدین کے گھر ہی رہیں، یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

سیدعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح کیا۔

تزوج عثمان بنتًا بعد بنتٍ — فایُّ شرفٍ اعظم من ذا؟
لو کان لی اربعون بنتًا — زوجت عثمان واحدةً بعد واحدةٍ[1]

ترجمہ:...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آئیں۔

اس سے بھی بڑا کوئی اور اعزاز اور شرف ہوسکتا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد دوسری عثمان کے نکاح میں دیتا رہتا۔

سیدنا عثمان ذی النور رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بہت بڑی سعادت اور خوش نصیبی ہے کہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے ساتھ دوہری دامادی کا شرف نصیب ہوا۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

این سعادت بزور بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تعریف وتوصیف

اللہ جل جلالہ نے شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کو حسن و جمال کی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ صورت میں نکھار اور نہایت ہی خوش رنگ تھیں اور قدرت نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بے حد حسین وجمیل بنایا۔ اس مقدس جوڑے کی صورت وسیرت پر مرد وزن رشک کرتے تھے۔

---

[1] کنز العمال، ج ۱۳ ص ۶۰ روایت

سیدہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں:

وکانت ذات جمال رائع [1]

ترجمہ:...... حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نہایت عمدہ جمال کی حامل تھیں۔

وکانت بارعة الجمال [2]

ترجمہ:...... حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بے مثال حسن و جمال کی حامل تھیں۔

قریش کی عورتیں ان دونوں کے خوش اندام ہونے پر رشک کرتی تھیں اور ان کی مدح سرائی سے رطب اللسان تھیں۔ علامہ قرطبی بیان کرتے ہیں:

وتزوجها عثمان بن عفان وکانت نساء قریش یقلن حین تزوجها عثمان احسن شخصین رائی انسان رقیة وبعلها عثمان شخصین رائی انسان رقیة وبعلها عثمان۔ [3]

ترجمہ:...... انسان نے جو حسین ترین جوڑا دیکھا وہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

جس طرح سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت سے نوازا تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی حسینوں میں اپنی مثال آپ تھے۔

وکذا کان عثمان جمیلاً [4]

ترجمہ:...... اور اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی صاحب جمال تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا بھرا ہوا ایک پیالہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچانے کا

---

[1] تاریخ الخمیس، ج ۱ ص ۲۷۴ بحوالہ بنات اربعہ، ص ۱۸۳

[2] زرقانی شرح مواہب ج ۴ ص ۳۲۳ الاصابہ ج ۴ ص ۳۲۷

[3] تفسیر قرطبی، ج ۱۴ ص ۲۴۲

[4] زرقانی شرح مواہب ج ۴ ص ۳۲۳ الاصابہ ج ۴ ص ۳۲۷

حکم فرمایا۔ میں وہ ہدیہ لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا دونوں گھر پر تشریف فرما تھے۔ میں نے حضور انور ﷺ کا ہدیہ پیش کیا۔ میں نے ایسا جوڑا پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دونوں میاں بیوی حسن و جمال کے پیکر تھے۔

ما رأيت زوجًا أحسن منهما۔ فجعلت مرة انظر الى وجه عثمان ومرة انظر الى وجه رقية۔[1]

میری ایک نظر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر پڑتی اور ایک نظر سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ مبارکہ کا مشاہدہ کرتا۔

سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی خالہ سعدی بنت کریز رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کی مدح سرائی میں یہ قصیدہ تخلیق کیا تھا۔

هدى الله عثمان الصفى بقوله — فارشده والله يهدى الى الحق

فبايع بالرأى السديد محمدًا — وكان ابن أروى لايصد عن الحق

وانكحه المبعوث احدى بناته — وكان كبدر مازج الشمس فى الافق

فداؤك ياابن الهاشيمين مهجتى — فانت امين الله ارسلت فى الخلق[2]

ترجمہ: (۱)...... اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے قول واللہ یهدی الی الحق کے مطابق رشد و ہدایت سے سرفراز فرمایا۔

(۲)...... پس انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی یقین محکم کے ساتھ متابعت کی اور عثمان رضی اللہ عنہ قبول حق سے باز نہیں رہ سکتا تھا۔

(۳)...... حضور، رسول مبعوث نے ایک اپنی صاحبزادی کا ان سے نکاح کر دیا، تو

---

[1] کنز العمال، ج ۱۳ ص ۶۳ روایت نمبر ۳۶۲۵۸

[2] الاصابہ ج ۲ ص ۱۳۲۸ زرقانی شرح مواہب ج ۴ ص ۳۲۳

گویا افق عالم پر آفتاب و ماہتاب کا قران السعدین ہو گیا۔

(۴)......اے خاندان ہاشمی کے چشم و چراغ (محمد مصطفیٰ ﷺ) میری جان آپ پر قربان! آپ اللہ کے امین ہیں، جو خلق خدا کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

ہجرت حبشہ

علامہ شبلی نعمانی المتوفی ۱۹۱۴ء ہجرت حبشہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ قریش کے ظلم و تعدی کا بادل جب پیہم برس کر نہ کھلا تو رحمت عالم ﷺ نے جاںنثاران اسلام کو ہدایت کی کہ ملک حبش کو ہجرت کر جائیں۔ حبش قریش کا قدیم تجارت گاہ تھا، وہاں کے حالات پہلے معلوم تھے۔ اہل عرب حبش کے فرماں روا کو نجاشی کہتے ہیں اور اس کے عدل و انصاف کی عام شہرت تھی۔ جان نثاران اسلام ہر قسم کی تکلیف جھیل سکتے تھے اور ان کا پیمانہ صبر لبریز نہیں ہو سکتا تھا، لیکن مکہ میں رہ کر فرائض اسلام کا آزادی سے بجالانا ممکن نہ تھا۔ اس وقت حرم کعبہ میں کوئی شخص بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود جب اسلام لائے تو انہوں نے کہا میں اس فرض کو ضرور ادا کروں گا۔ لوگوں نے منع کیا، لیکن وہ باز نہ آئے، حرم میں گئے اور مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر سورۃ الرحمٰن پڑھنا شروع کی۔ کفار ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور ان کے منہ پر طمانچے مارنے شروع کر دیے۔ اگرچہ انہوں نے جہاں تک پڑھنا تھا پڑھ کر دم لیا، لیکن واپس گئے تو چہرہ پر زخم کے نشان لے کر گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جاہ اقتدار میں دیگر رؤسائے قریش سے کم نہ تھے، لیکن آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے اور اسی بناء پر ایک بار ہجرت کے لیے آمادہ ہو گئے۔

اس کے علاوہ ہجرت سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی تھا کہ جو شخص اسلام لے کر جہاں جاتا وہاں اسلام کی شعائیں خود بخود پھیلتی تھیں۔[1]

اللہ جل مجدہ مہاجرین کی منقبت و فضیلت میں فرماتے ہیں:

---

[1] سیرت النبی، ج ۱ ص ۱۴۱

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ [1]

ترجمہ:...... جن لوگوں نے ستم رسیدہ ہونے کے بعد اللہ کے راستے میں ہجرت کی اور وطن چھوڑا۔ ان لوگوں کو ہم دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر بہت بڑا ہے، کاش وہ جانتے۔

سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ بھی اپنی وجاہت اور خاندانی عزت کے باوجود عام بلاکشان اسلام کی طرح جفا کاروں کے ظلم وستم کا نشانہ تھے، انہیں چچا نے باندھ کر مارا۔ اعزہ واقارب نے سردمہری کا ثبوت دیا اور رفتہ رفتہ ان کی سخت گیری اور جفا کاری یہاں تک بڑھی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی برداشت سے باہر ہوگئی۔ بالآخر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر ملک حبش روانہ ہوگئے۔ یہ پہلا قافلہ تھا جو حق وصداقت کی محبت میں وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر جلاوطن ہوا۔ ہجرت فی سبیل اللہ کا شرف وامتیاز اور طغرہ افتخار سید عثمان ذی النورین اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے جو ہجرت میں بھی سبقت لے گئے۔

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

هاجر الى ارض الحبشه فارا بدينه مع زوجته بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان اول خارج اليها وتابعه سائر المهاجرين الى ارض الحبشه۔ [2]

ترجمہ:...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ مکرمہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دین کی خاطر ملک حبش کی طرف ہجرت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی رفیقہ حیات

---

[1] سورۃ النحل ۴۱

[2] الاستیعاب، ج ۳ ص ۷۰ عنوان عثمان

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ہجرت کے لیے روانہ ہوئے، پھر تمام مہاجرین ان کے پیچھے حبش کی طرف ہجرت کر گئے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

فکانت اول هجرة الاسلام فکان اول من خرج من المسلمين عثمان بن عفان وزوجته رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قتادة: اول من هاجر الى الله تعالى باهله عثمان بن عفان رضى الله عنه۔[1]

ترجمہ:...... اسلام میں پہلی ہجرت حبش کی طرف تھی اور مسلمانوں میں سب سے پہلے جو شخص ہجرت کے لیے نکلا۔ وہ عثمان بن عفان ہے اور ان کی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قتادہ کہتے ہیں اپنی اہلیہ کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے پہلے شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابن مندہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیده انه اول من هاجر بعد ابراهيم ولوط۔[2]

ترجمہ:...... اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلا شخص ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما كان بين عثمان و رقية ولوط من مهاجر يعنى انهما اول من هاجر

---

[1] البدایہ ج ۳ ص ۶۷ باب ہجرۃ الی ارض الحبشہ

[2] الاصابہ ج ۲ ص ۳۰۲ تحت رقیہ بنت رسول اللہ

الی الحبشة۔[1]

ترجمہ:...... حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور رقیہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہجرت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، یعنی دونوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبش کی طرف ہجرت کی، لیکن ان کی خیر و عافیت کی کوئی اطلاع حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ملی، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان خاطر ہوئے۔ ایک دن ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو حبش میں بخیریت جاتے دیکھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صحبهما الله۔ ان عثمان اوّل من هاجر باهله۔[2]

ترجمہ:...... اللہ تعالیٰ ان دونوں کا ساتھی ہو، بلاشبہ عثمان رضی اللہ عنہ اس امت میں پہلا شخص ہے جس نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔

گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زبان حال سے ان کے حق میں فرمارہے ہیں۔

ہر جا کہ باشی خدا یار تو الٰہی ہمیشہ مددگار تو

حبشہ سے مراجعت

مسلمان مہاجرین چند سال تک حبش میں مقیم رہے، پھر قریش کی طرف سے ایک غلط خبر پاکر دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی مکہ مکرمہ واپس آگئے۔ مکہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ خبر جھوٹی تھی، اس بناء پر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم دوبارہ ملک حبش کی طرف لوٹ گئے، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دوبارہ نہ گئے۔

والذی علیه اهل السیر ان عثمان رجع الی مكة من حبشه مع من

[1] طبرانی کبیر ج ۵ ص ۱۴۰ حدیث نمبر ۸۸ ۴ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۵۸

[2] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۴۵۷ الاصابہ ج ۴ ص ۴۰۵ البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۶۷

رجع ثم هاجر باهله الى المدينة۔[1]

ترجمہ:...... اہل سیر کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حبشہ سے واپس آنے والوں کے ساتھ مکہ لوٹ آئے تھے، پھر اپنی اہلیہ کے ساتھ مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔

ہجرت ثانیہ

اسی اثناء میں مدینہ منورہ کی ہجرت کی صورت نکل آئی۔ حضور انور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا خوش نصیب انسان ہیں جنہیں دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا۔ اور یہ اعزاز بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا، پھر ہجرت حبشہ میں سبقت کا اعزاز بھی انہی کو حاصل ہوا۔ ہجرت اولیٰ کے مہاجرین میں سب سے اسبق و اول آپ ہی تھے۔ گویا کہ "ام المہاجرین" کی حیثیت کے حامل تھے اور لسان نبوت سے بھی اس شرف وافتخار کا اعلان ہوا۔

ایک دفعہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کہ ہمیں مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے میں تم پر سبقت حاصل ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تم سے زیادہ حق دار ہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو یہ بات ناگوار گزری، انہوں نے دربار نبوی ﷺ میں شکایت کردی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ یوں کہتے ہیں۔ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

له ولاصحابه هجرة واحدة ولكم انتم اهل السفينة هجرتان۔[2]

ترجمہ:...... عمر اور ان کے ساتھیوں کو صرف ایک ہجرت کا شرف حاصل ہے اور اے اہل سفینہ! تمہیں دو ہجرتوں کا اعزاز حاصل ہے۔

---

[1] الاصابہ، ج ۴ ص ۳۰۴ ذکر رقیہ رضی اللہ عنہا

[2] صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۲ کتاب المناقب

جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ملک حبشہ کے لیے ہجرت کی تھی سمندری راستہ سے کشتی میں سوار ہو کر گئے تھے، اس لیے انہیں ''اہل السفینہ'' کہا جاتا ہے۔

دوہری ہجرت کی سعادت کا تذکرہ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ بطور انعام خداوندی کیا کرتے تھے اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں یہ شرف صرف آپ رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

هاجرت الهجرتين الاولیين۔[1]

''مجھے پہلی دونوں ہجرتوں کا شرف حاصل ہے۔''

علماء شیعہ کی تائید

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت حبشہ کا تذکرہ شیعہ علماء کی کتابوں میں بھی اسی طرح پایا جاتا ہے۔ بطور نمونہ صرف ایک حوالہ پر اکتفا کیا جاتا۔ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل مکہ گریختند۔ وبجانب حبشہ رواں شدند واز جملہ انہا بودند عثمان ورقیہ دختر حضرت رسول کہ زن او بود۔[2]

ترجمہ:...... گیارہ مرد اور چار عورتیں مکہ مکرمہ سے خفیہ طور پر ملک حبش کی طرف ہجرت کر گئے اور ان میں سے عثمان رضی اللہ عنہ اور رقیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی بھی تھیں جو عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

اولاد امجاد

شہزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ سے جو اللہ رب العزت نے

---

[1] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۵۴۶ باب بنیان الکعبہ

[2] حیات القلوب، ج ۲ ص ۳۰۵ باب ۲۵ در بیان ہجرت حبشہ

عطا فرمائی، وہ دو بیٹیوں پر مشتمل ہے۔ مؤرخین کی تصریحات کے مطابق ایک ناتمام بچہ حبشہ میں پیدا ہوا۔ پھر اس کے بعد دوسرا بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔

امام محمد بن سعد بن منیع الزہری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۳۰ھ بیان کرتے ہیں۔

وکانت فی الھجرۃ الاولی قد اسقطت من عثمان سقطا ثم ولدت له بعد ذلك ابنًا۔ فسماہ عبداللہ۔ وکان عثمان یکنی بہ فی الاسلام وبلغ ست سنتین فنقرہ دیك فی وجھه۔ فمطر وجھه فمات ولم تلد له شیئًا بعد ذلك۔[1]

ترجمہ:...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پہلی ہجرت (حبشہ) میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا بچہ ناتمام پیدا ہوا پھر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیٹا تولد ہوا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اور اسی کی نسبت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ چھ سال کی عمر میں مرغ نے بچے کے چہرے پر ٹھونگ ماری۔ چہرہ پر ورم آ گیا۔ اسی عارضہ میں بچے کا انتقال ہو گیا، پھر اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

علامہ ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ لکھتے ہیں:

وولدت لعثمان عبداللہ وھلك صبیًا لم یجاوز ست سنین وکان نقرہ دیك ولی عینه فمرض ومات۔[2]

ترجمہ:...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیٹا رقیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ چھ سال کی عمر پائی۔ بچے کی آنکھ میں مرغ نے ٹھونک ماری۔ یہ موت کا سبب بن گیا۔

امام ابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ نے الاستیعاب ج ۴ ص ۳۰۰ بر حاشیہ الاصابہ، علامہ ابن اثیر، المتوفی ۶۳۰ھ نے اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۶ علامہ ابن حجر عسقلانی، المتوفی

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۶۱ ذکر رقیہ رضی اللہ عنہا

[2] معارف ابن قتیبہ، ص ۶۲

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَھْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

۸۵۲ھ نے الاصابہ ج ۴ ص ۳۰۴ اور اسی طرح دیگر مؤرخین نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عبداللہ ہی کا ذکر کیا ہے جو بچپن میں انتقال کر گیا تھا۔ اس کے علاوہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہ تھی۔

شیعہ علماء نے بھی صرف عبداللہ کا ذکر کیا، البتہ اکبر واصغر کی تقسیم بھی بیان کی ہے۔

شیخ نعمت اللہ الجزائری شیعی مجتہد لکھتے ہیں:

فولدت له عبدالله ومات صغير آنقره ديك على لمينه فمرض ومات۔ [1]

اسی طرح مشہور مورخ مسعودی شیعی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے دو لڑکے پیدا ہوئے عبداللہ اکبر اور عبداللہ اصغر۔

وكان له من الولد عبدالله الاكبر وعبدالله الاصغر۔ امها رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ [2]

ترجمہ:...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دو لڑکے عبداللہ اکبر اور عبداللہ اصغر تھے اور دونوں کی والدہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔

صاحبزادہ عبداللہ کا انتقال

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن عثمان بن عفان کی والدہ مکرمہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ ملک حبش میں ان کی ولادت ہوئی اور اسی نسبت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ چھ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اترے اور ان کو سپرد قبر کیا۔

علامہ ابن اثیر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے مکہ مکرمہ سے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

۱؎ انوار النعمانیہ، ج ۱ ص ۸۰ بحوالہ بنات اربعہ، ص ۱۹۲

۲؎ مروج الذہب، ج ۲ ص ۳۳۱

وہاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا اور اسی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

جب بچہ چھ سال کا ہوا تو مرغ نے آنکھ میں ٹھونک ماردی، جس سے منہ پر ورم ہو گیا اور بیمار ہو گیا اسی مرض میں انتقال ہوا۔

جمادی الاول ۴ھ میں عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیٹے کی تدفین کے لیے قبر میں اترے۔[۱]

علامہ زرقانی رضی اللہ عنہ المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے حبشہ میں بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اسی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ وہ بچہ پرورش پاتا رہا، چھ سال تک زندہ رہا۔

ابن سعد کہتے ہیں: ۴ھ میں مرغ کے ٹھونگ مارنے کے باعث موت واقع ہوئی۔ عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقال اپنی والدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بعد ہوا۔[۲]

ام عیاش

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خادمہ ''ام عیاش'' تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں مصروف رہتی تھیں۔ گھریلو امور سرانجام دیتی تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرانے کی خدمت بھی بعض اوقات ادا کرتیں۔ مؤرخین حضرات ان کی اس خدمت کو یوں بیان کرتے ہیں:

قالت کنت اوضئ رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا قائمة وهو قاعد۔[۳]

---

[۱] اسد الغابہ، ج ۳ ص ۲۲۴ ترجمہ عبداللہ بن عثمان

[۲] زرقانی علی مواہب ج ۴ ص ۲۲۳ فتح الباری، ج ۷ ص ۵۴

[۳] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۶۰۷ ذکر عیاش، الاصابہ ج ۴ ص ۴۸۱

ترجمہ:...... میں رسول اللہ ﷺ کو وضو کراتی، جبکہ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہوتے اور میں کھڑے ہوکر یہ خدمت انجام دیتیں۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی خادمہ ام عیاش اپنی لخت جگر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو بطور تحفہ عطا فرمائی تھی، تاکہ وہ گھریلو کام کاج میں آپ کا ہاتھ بٹائے۔

ام عیاش رضی اللہ عنہا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہتی تھیں۔

نعتها مع ابنته الی عثمان رضی الله عنه۔ [1]

"خادمہ اپنی صاحبزادی کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجی۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہدیہ

حضور انور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

تهادوا تحابوا۔ [2]

ترجمہ:...... تحفے تحائف لیتے دیتے رہو، اس سے محبت بڑھے گی۔

سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ سرور عالم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے، لیث بن ابی سلیم بیان کرتے ہیں:

"اول من خبص الخبيص، عثمان۔ خلط بين العسل والنقی۔ ثم بعث به الی رسول الله صلی الله علیه وسلم الی منزل ام سلمة۔ فلم يصارفه فلما جاء وضعوه بين يديه۔ فقال من بعث هذاء قالوا عثمان! قالت فرفع يديه الی السماء فقال "اللهم ان عثمان يترضاك فارض عنه۔" [3]

---

[1] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۶۰۷، الاصابہ ج ۴ ص ۴۸۱

[2] مشکوٰۃ شریف

[3] البدایہ والنہایہ

ترجمہ:...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہد اور گھی کا مرکب ایک لذیذ کھانا تیار کیا، جسے اہل عرب خبیص کہتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس وقت حضور ﷺ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف رکھتے تھے، جس وقت یہ ہدیہ پہنچا، آپ ﷺ گھر میں موجود نہ تھے۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ ہدیہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہدیہ کس نے بھیجا ہے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے آیا ہے۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور انور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی: اے اللہ! عثمان تجھے راضی کرنا چاہتا ہے، تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

سرور کونین ﷺ کی نظر عنایت اور توجہات کریمہ کا یہ مظاہرہ تھا کہ خادمہ عنایت فرمائی اور ہدایا کا لین دین بھی باہمی عمدہ تعلقات اور اپنی صاحبزادی اور اپنے داماد کی طرف خصوصی توجہ مبذول رہتی تھی۔

شوہر کی خدمت گذاری

جیسا کہ ایک وفا شعار بیوی خاوند پر تن من دھن سے نثار ہوتی ہے اور خاوند کی خدمت گزاری کو اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر نامدار کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی تھیں اور سرور عالم ﷺ کی بھی یہی تربیت اور ترغیب تھی۔

حدیث شریف میں ہے: حضور اقدس ﷺ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو اس وقت سیدہ اپنے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ کے سر کو دھو رہی تھیں اور کنگھی سے ان کے بال سنوار رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر ارشاد فرمایا:

یابینۃ! احسنی الی ابی عبداللہ فانہ اشبہ اصحابی بی خلقًا۔[1]

ترجمہ:...... اے جان پدر! اپنے شوہر کے ساتھ حسن معاملہ اور عمدہ سلوک کرنا۔

---

[1] کنز العمال، ج ۱۱ ص ۱۴۱ مستدرک حاکم ج ۴ ص ۴۸

حسن اخلاق کے اعتبار سے وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں میرے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے:

اکرمیہ فانہ من اشبہ اصحابی بی خلقاً[1]

ترجمہ:...... ان کے ساتھ عزت وتکریم سے پیش آنا، وہ اخلاق کے لحاظ سے سب سے زیادہ میرے قریب ہیں۔

اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کرشمہ تھا کہ وہ ناز پروردہ صاحبزادی شوہر کی خدمت میں مصروف ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی کتنے خوش نصیب ہیں جن کی توصیف لسان نبوت سے کی جارہی ہے۔

شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی باہمی محبت والفت اور حسن معاشرت لوگوں میں ضرب المثل بن گئی تھی اور ان کے قابل تقلید لائحہ عمل کے پیش نظر یہ بات زبان زد عام تھی۔

احسن الزوجین راھما الانسان
رقیۃ وزوجھا العثمان[2]

ترجمہ:...... میاں بیوی کا سب سے اچھا جوڑا جو لوگوں نے دیکھا ہے وہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

سانحہ ارتحال

۲ ہجری میں جب اسلام اور کفر کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ جنگ بدر برپا ہونے والا تھا، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوہ بدر کی تیاری میں مصروف تھے، شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کو خسرہ کا عارضہ لاحق ہوگیا اور نہایت سخت تکلیف ہوئی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رقیہ بیمار ہیں، آپ ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ ہی میں رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم خاص حضرت اسامہ

---

[1] کنز العمال، ج ۱۱ ص ۱۴ روایت نمبر ۳۶۱۹۷ مستدرک حاکم ج ۴ ص ۴۸

[2] زرقانی شرح مواہب جدید، ج ۴ ص ۳۲۳ تذکرہ رقیہ رضی اللہ عنہا

بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی مدینہ شریف میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔

عن عبداللہ بن عمر قال انما تغیب عثمان من بدر فانہ کانت تحتہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت مریضۃً۔ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لک اجر رجل ممن شھد بدرًا وسھمہ۔[1]

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں، بیمار تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی تیمارداری کرو اور تمہیں اس شخص کے برابر اجر اور مال غنیمت میں حصہ ملے گا، جتنا بدر میں شریک ہونے والے کو ملے گا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

تخلف بالمدینۃ علی امرأتہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت معزۃ وجعۃ فضرب لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسھمہ۔ قال واجری یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال واجرک۔[2]

ترجمہ:...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ میں پیچھے رہ گئے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی جو آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، ان کی تیمارداری آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مال غنیمت کے حصوں میں سب کے برابر حصہ مقرر فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اجر وثواب کے متعلق کیا حکم ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا اجر وثواب بھی باقی اہل بدر کے ساتھ برابر ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رضی اللہ عنہ المتوفی ۴۶۳ھ رقمطراز ہیں:

---

[1] صحیح بخاری، ج۱ ص ۴۴۲ کتاب الجہاد، باب اذا بعث الامام رسولاً فی حاجۃ، ج۱ ص ۵۲۳ ج۲ ص ۵۲

[2] معجم طبرانی کبیر، ج۱ ص ۸۵ ج۲۲ ص ۴۳۴

تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں محض اس وجہ سے شریک نہ ہو سکے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے آپ اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری پر مامور تھے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں مال غنیمت میں حصہ عطا فرمایا اور شرکت بدر کے اجر و ثواب کی بشارت بھی سنائی۔[1]

چونکہ امر و ارشاد نبوت کی تعمیل میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے، لہٰذا وہ بدر میں عملاً شریک نہ ہو کر بھی شرکاء بدر میں شمار کیے گئے۔

جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فھو معدود فی البدریین لذلك۔[2]

''لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ شرکاء بدر میں شمار ہوتے ہیں۔''

سید نور الحسن شاہ بخاری المتوفی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں عدم شرکت کے متعلق رقمطراز ہیں:

جہاد فی سبیل اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ جہاد بالمال اور جہاد بالنفس۔ جہاد بالمال میں تو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی نظیر آپ ہیں۔ اصحاب رسول ﷺ کی پوری جماعت میں آپ کا اس سلسلے میں کوئی حریف و مثیل نہیں۔ عہد نبوت میں آپ کی مالی قربانیوں کی مثال ملنی مشکل ہے۔ رہا جہاد بالنفس! سو اس میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ جان نثاری و فداکاری کے ہر موقع پر آپ رضی اللہ عنہ پیش پیش نظر آتے ہیں۔ غزوہ بدر کے سوا جو کفر و اسلام کی اولین مسلح جنگ ہے، آپ رضی اللہ عنہ سب غزوات میں اپنے محبوب حضور اکرم ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ کی عدم شرکت ایک خاص مجبوری اور ضرورت کی بناء پر تھی۔

1۔ الاستیعاب ج ۴ ص ۳۰۲ برحاشیہ الاصابہ ذکر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

2۔ الاستیعاب ج ۳ ص ۷۰ ذکر مناقب عثمان برحاشیہ الاصابہ

علامہ ابن عبدالبر رضی اللہ عنہ المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عروہ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ اسی دوران سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا انتقال فرما گئیں اور یہ حضرات سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن فرما رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تکبیر کی آواز سنی۔ انہوں نے فرمایا: اسامہ یہ کیا ہے؟ دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جدعا پر سوار خوشخبری سنا رہے ہیں۔

بشیرًا بقتل اهل بدر من المشركين۔[1]

ترجمہ:...... جنگ بدر میں قتل مشرکین اور فتح اسلام کی بشارت لے کر آئے تھے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے سلسلہ میں صحیح یہی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے غزوہ بدر میں شامل نہ ہوں۔ عین اسی دن جس دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ آ کر فتح کا مژدہ سنایا، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔[2]

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۴ھ رقمطراز ہیں:

فلما كانت وقعة بدر اشتغل بتمريض ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ واقام بسببها فى المدينة وضرب له رسول الله صلى الله عليه وسلم بسهمه منها واجره فيها فهو معدود فيمن شهدها۔[3]

ترجمہ:...... جب غزوہ بدر پیش آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں مشغول تھے اور ان کی وجہ سے مدینہ میں قیام پذیر رہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مال غنیمت اور اجر و ثواب میں انہیں حصہ عطا فرمایا اور

۱، ۲ الاستیعاب، ج ۴ ص ۳۰۲ برحاشیہ الاصابہ ذکر رقیہ رضی اللہ عنہا

۳ البدایہ والنہایہ، ج ۷ ص ۱۹۹

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شرکا بدر میں شمار ہوئے۔

سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس الزام پر کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شامل نہ تھے، مفصل بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"کتنے ظالم ہیں وہ لوگ جو ان حقائق کے بعد نہ صرف خدا اور رسول خدا کے حکم کے خلاف آپ رضی اللہ عنہ کو شرکا بدر میں شمار نہیں کرتے بلکہ بدر میں غیر حاضری اور عدم موجودگی کا الزام دیتے ہیں۔" [1]

تاریخ وصال

علامہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں:

وماتت بها بعد مقدمه يعنى النبى صلى الله عليه وسلم المدينه بسنة وعشرة اشهر وعشرين يومًا۔ [2]

ترجمہ:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے یعنی ہجرت کرنے کے ایک سال دس ماہ اور بیس دن بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۲۳۰ھ رقمطراز ہیں:

فتوفيت ورسول الله صلى الله عليه وسلم ببدر فى شهر رمضان على رأس سبعة عشر شهرًا من مهاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ [3]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے سترہ ماہ بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۴۶۳ھ نے مطلق وصال کا ذکر کیا ہے۔

وماتت رقية فى سنة اثنتين من الهجرة۔ [4]

---

[1] شہادت امام مظلوم، ج ۲ ص ۱۵۸

[2] معارف ابن قتیبہ، ص ۶۲

[3] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۶۱ ذکر رقیہ

[4] الاستیعاب ج ۳ ص ۷۰ برحاشیہ الاصابہ

ترجمہ:......اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہجرت کے دوسرے سال ہوا۔

بہر حال شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا نے بیس سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔

وھی ابنۃ عشرین سنۃ۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وکان عمر رقیۃ لما ماتت عشرین سنۃ۔[2]

ترجمہ:......حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک انتقال کے وقت بیس سال تھی۔

بدیع الجمال قمر داٹکڑا پریاں دی شہزادی
شہر ستانوں رخصت ہو کے قبر سے سُتی جا کے

ایک الزام کا الزامی جواب

امام عالی مقام سیدنا عثمان خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ کی عظیم و جلیل اور بے داغ شخصیت کو داغدار کرنے کی نابکار اور کمینہ کوشش کی گئی۔ آپ کی ذات ستودہ صفات پر کتنے بے بنیاد الزامات عائد کیے گئے، جن میں سے ایک یہ الزام بھی تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ گزشتہ تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جاں بلب رفیقہ حیات سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔

اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہی شیوہ مسلمانی ہے اور اسی اطاعت شعاری کا مظاہرہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کیا تھا، لہٰذا یہ بے بنیاد الزام ناقابل التفات ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی میں اپنے اہل خانہ نہیں نبی کی

---

[1] زرقانی طبع جدید ج ۴ ص ۳۲۴

[2] فتح الباری، ج ۷ ص ۵۹ مناسب عثمان

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

لخت جگر کی دیکھ بھال کے پیش نظر غزوہ میں عدم شرکت موردِ الزام ہے تو پھر "خاکم بدہن" اس الزام سے امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کا دامن تقدس بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لیکن اہل سنت والجماعت نے کبھی بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ گستاخی کرنے کی جرأت نہیں کی۔ تحریراً، تقریراً، اشارۃً کسی بھی صورت آج تک اہل سنت نے اس واقع کو بطور الزام کے ذکر تک نہیں کیا۔

جس طرح امیر المومنین امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے حکم سے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے غزوہ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے، اسی طرح امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہی اہل بیت اطہار کی حفاظت کی وجہ سے غزوہ تبوک میں شرکت سے محروم رہے تھے۔

۹ ھ میں رسول اللہ ﷺ نے اہل حرم کی حفاظت کے لیے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم فرمایا۔ شیر خدا کو شرکت جہاد سے محرومی کا شدید غم تھا۔ منافقین کی طعنہ زنی نے اور بھی رنجیدہ کر دیا۔ سرور عالم ﷺ کو اس حال کا علم ہوا تو ان کا غم دور کرنے کے لیے فرمایا: علی! کیا تم اسے پسند کرو گے کہ میرے نزدیک تمہارا وہ رتبہ و مقام ہو جو ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ [1]

نبی ﷺ کا حزن و ملال

رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کو شدید علالت میں چھوڑ کر غزوہ بدر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ بعد میں سیدہ رضی اللہ عنہا نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

اتی قبرها بعد قدومها المدينة۔ وبكاء النساء عليها بعد ذلك۔ [2]

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر سے فارغ ہو کر جب مدینہ منورہ تشریف فرما

1۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب

2۔ طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۶۱

ہوئے تو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر گئے (آپ ﷺ کی آمد کی بناء پر کچھ عورتیں بھی جمع ہوگئیں) اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر رونے لگیں۔

رسول اللہ ﷺ کی زبان پاک پر یہ الفاظ جاری تھے:

الحقی بسلفنا عثمان بن مظعون، فبکت النساء علی رقیة۔ فجاء عمر بن الخطاب فجعل یضربھن بسوطه۔ فاخذ النبی صلی الله علیه وسلم بیده۔ ثم قال: دعھن یا عمر یبکین۔ ثم قال: ابکین وایاکن ونعیق الشیطان فانه مھما یکن من القلب والعین۔ فمن الله والرحمة۔ ومما یکن من الید واللسان فمن الشیطان۔[1]

ترجمہ:...... (رقیہ رضی اللہ عنہا) تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ جاملی ہو۔ زبان رسالت سے یہ الفاظ سن کر عورتوں نے آہ وبکا شروع کردیا۔ عورتوں کے رونے کی آواز سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے سختی کے ساتھ انہیں روکنا چاہا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سخت رویہ اختیار کرنے سے منع فرمایا اور عورتوں کو ارشاد فرمایا: شیطانی آواز سے باز رہو، جب تک آنکھ اور قلب سے رونا صادر ہو تو یہ علامت رحمت اور شفقت کی ہے، لیکن جب زبان سے واویلا اور ہاتھ سے جزع وفزع ظاہر ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے۔

شہزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے والد گرامی کے ساتھ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر حاضر ہوئی تھیں۔ فرط غم میں زار وقطار رونے لگیں۔ رحمت عالم ﷺ نے شفقت کے ساتھ اپنی لخت جگر کے چہرے سے آنسو اپنے دست مبارک سے صاف فرماتے اور انہیں تسلی دیتے اور صبر وسکون کی تلقین فرما رہے تھے۔[2]

علماء شیعہ کا اعتراف

شہزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تدفین سے متعلق جو تفصیلات اہل سنت والجماعت کے

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۶۱، الاصابہ ج ۲ ص ۳۰۴، الوفا ج ۳ ص ۸۹۴ طبع جدید

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۶۱ م الاصابہ ج ۳۰۴، ۴، الوفا ج ۳ ص ۸۹۲

نزدیک مشہور و معروف ہیں، علماء شیعہ کو بھی ان کا اعتراف ہے اور اس حقیقت کو متقدمین اور متاخرین سب نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مذہب شیعہ کی انتہائی معتبر کتاب ''فروع کافی'' مصنفہ مجتہد محمد بن یعقوب کلینی رازی المتوفی ۳۲۹ھ لکھتے ہیں:

قال لما مات رقية ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحقي بسلفنا الصالح عثمان بن مظعون واصحابه۔ قال وفاطمة عليه السلام على شفير القبر تنحدر دموعها في القبر۔ ورسول الله صلى الله عليه وسلم يتلقاه بثوبه قائم يدعو قال اني لاعرف ضعفها وسالت الله عزوجل ان يجيرها من ضمة القبر۔[1]

ترجمہ:...... جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنی بیٹی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ شامل رہو اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن کی تربت کے کنارے بیٹھی فرط غم سے رونے لگے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو قبر رقیہ رضی اللہ عنہا پر گر رہے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شفقت کے ساتھ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو پونچھ رہے تھے اور زبان پاک پر یہ الفاظ جاری تھے۔ مجھے رقیہ رضی اللہ عنہا کے ضعف کا علم ہے۔ میں نے اللہ کریم سے التجا کی کہ اے اللہ! تو رقیہ رضی اللہ عنہا کو قبر کی گرفت سے محفوظ فرما۔

مجتہد کلینی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لائے، آسمان کی طرف سر مبارک اٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری تھے۔ لوگوں نے فرمایا: مجھے رقیہ کی تکلیف یاد آئی اور جن مصائب سے وہ دوچار ہوئیں، میں نے اللہ کریم سے دعا کی کہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو قبر کی گرفت اور قبر کی تکلیف سے محفوظ فرما۔

---

[1] فروع کافی، ج ۱ ص ۱۳۴ کتاب الجنائز، باب السفة في القبر

مجتہد کلینی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لائے، آسمان کی طرف سرِ مبارک اٹھایا اور آپ ﷺ کے آنسو جاری تھے۔ لوگوں سے فرمایا: مجھے رقیہ کی تکلیف یاد آئی اور جن مصائب سے وہ دوچار ہوئی، میں نے اللہ کریم سے دعا کی کہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو قبر کی گرفت اور قبر کی تکلیف سے محفوظ فرما۔[1]

شیخ عباس قمی المتوفی ۱۳۵۹ھ لکھتے ہیں:

''چوں رقیہ دختر رسول خدا ﷺ وفات یافت۔ حضرت رسول اورا خطاب نمود کہ ملحق شو بگذشتگان شائستہ، عثمان بن مظعون واصحاب شائستہ او وجناب فاطمہ علیہا السلام بر کنار قبر رقیہ نشستہ بود وآب از دیدہ واش در قبرمی ریخت۔ حضرت رسول اللہ ﷺ آب از دید نور دیدۂ خود پاک میکرد۔ و در کنار قبر ایستادہ بود ودعا میکرد۔ پس فرمود کہ من دانستم ضعف و توانائی اوواز حق تعالیٰ خواستم کہ اور امان دید از فشار قبر۔[2]

ترجمہ:...... جب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ تم مل گئی ہو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے کنارے بیٹھی گریہ وزاری کر رہی تھیں اور ان کے آنسو قبر پر گر رہے تھے اور رحیم وکریم آقا ﷺ قبر کے پاس کھڑے اپنی نور چشم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو پونچھ رہے تھے اور دعا فرما رہے تھے کہ مجھے رقیہ کی ناتوانی اور ضعف کا علم ہے اور حق تعالیٰ سبحانہ سے میں نے درخواست کی ہے کہ رقیہ کو قبر کی گرفت سے امان عطا فرما۔

---

[1] فروع کافی ج ۱ ص ۱۲۹

[2] منتہی الامال ج ۱ ص ۱۰۸ فصل ہشتم۔ در بیان اولاد امجاد آنحضرت ﷺ

شیعہ علماء کی ان تصریحات سے اہل سنت والجماعت کا موقف واضح اور مستحکم ہو جاتا ہے کہ شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی حقیقی صاحبزادی تھیں۔ شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر حاضر ہوئیں اور ان کے فراق کے غم سے گریہ وزاری کی۔ رحمت کائنات ﷺ نے اپنی شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے حق میں دعا فرمائی جو یقیناً بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کریں گی۔ حضور انور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون اور فوت شدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا سلف صالح قرار دیا۔

درود برر قیہ رضی اللہ عنہا

درود شریف جیسا عظیم الشان ورد اور عظیم المرتبت عبادت سرور دو عالم ﷺ اور ان کے طفیل ان کی آل اور اصحاب اس کے سزاوار ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک ان ہی مقدس ہستیوں کا یہ استحقاق ہے، لیکن اس ضمن میں شیعہ مقتدر علماء کا نظریہ انتہائی تعجب انگیز اور حیرت افزا ہے کہ کہیں تو رسول اللہ ﷺ کی ایک سے زائد بیٹیوں کے انکاری ہیں اور کبھی ان مقدس بیٹیوں پر درود بھیجنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ شیعہ مذہب کے اصول اربعہ کی مشہور کتاب ”تہذیب الاحکام“ میں محمد بن حسن بن علی الطوسی المتوفی ۴۲۰ھ لکھتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی الْقَاسِمِ وَالطَّاھِرِ اِبْنَیْ نَبِیِّكَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُقَیَّةَ بِنْتِ نَبِیِّكَ وَالْعَنْ مَنْ اٰذٰی نَبِیِّكَ فِیْھَا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمِّ کُلْثُوْمِ بِنْتِ نَبِیِّكَ وَلْعَنْ مَنْ اٰذٰی نَبِیِّكَ فِیْھَا۔[1]

ترجمہ:...... اے اللہ! تو اپنے نبی ﷺ کے دو فرزندوں قاسم اور طاہر پر درود و صلوٰۃ بھیج۔ اے اللہ! اپنے نبی ﷺ کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا پر درود صلوٰۃ بھیج اور جس شخص نے تیرے نبی ﷺ کو رقیہ رضی اللہ عنہا کے حق میں اذیت پہنچائی، اس پر تو لعنت کر۔ اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا پر درود و صلوٰۃ بھیج اور اس شخص پر جس نے تیرے نبی ﷺ

[1] تہذیب الاحکام، ج ۳ ص ۱۲۰ کتاب الصلوٰۃ الدعا فی الیوم من شہر رمضان

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

کوام کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی تو اس پر لعنت کر۔

مشہور شیعہ عالم حسن بن علی نے بھی مذکورہ درود کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی الْقَاسِمِ وَالطَّاھِرِ اِبْنَیْ نَبِیِّكَ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُقَیَّةَ بِنْتِ نَبِیِّكَ وَالْعَنْ مَنْ آذٰی نَبِیَّكَ فِیْھَا. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمِّ كُلْثُوْمِ بِنْتِ نَبِیِّكَ وَلْعَنْ مَنْ آذٰی نَبِیَّكَ فِیْھَا۔[۱]

شیعہ مذہب کی کتب بھی شیعہ علماء کی دست رس سے محفوظ نہیں ہیں۔ ترمیم و تنسیخ کا عمل تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں طبع ہونے والی تحفۃ العلوم اس کی زندہ مثال ہے۔ پہلے نام میں اضافہ ہوا۔ ''تحفۃ العلوم معتبر و مکمل'' پھر اس میں جابجا قطع برید اور پیوندکاری کا مظاہرہ بھی ہوا۔ اس مذکورہ بالا درود اور بنات النبی ﷺ کو سرے سے کتاب سے حذف کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ باب کے ص ۱۰۶ پر صرف دو صاحبزادوں کے اسماء مذکورہ ہیں اور سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے اسماء گرامی شیعہ کے تعصب کی نذر ہو گئے ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اب یہ محاکمہ اور فیصلہ خود شیعہ حضرات کر سکتے ہیں، جن کی کتابوں میں "والعن من اذی نبیك فیھا" مرقوم ہیں اس کا مصداق کون لوگ ہو سکتے ہیں اور سرور دوعالم ﷺ کی ان شہزادیوں کو اس سے زیادہ کس بات سے اذیت ہوگی کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں ہونے ہی کا انکار کر دیا جائے۔

سوانحی خاکہ

(۱)......شہزدی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی بہن شہزادی زینب رضی اللہ عنہا سے تین سال چھوٹی تھیں۔

(۲)......اپنے والدین کریمین رسول اللہ ﷺ اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے زیر سایہ تربیت پائی اور جوان ہوئیں۔

---

[۱] تحفۃ العوام، حصہ اول، ص ۶۱۲ مطبوعہ ۱۹۳۱ تحفۃ العوام ۱۰۵ باب سترواں ماہ رمضان کے بیان میں۔

(۳)......اپنی والدہ مکرمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئیں اور بیعت نبوی ﷺ کی سعادت حاصل ہوئی۔

(۴)......نوعمری میں ابولہب کے بیٹے عتبہ سے منسوب ہوئیں، پھر اسلام کے ساتھ عناد کی وجہ سے رخصتی سے قبل اس نے طلاق دے دی۔

(۵)......اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

(۶)......قریش کی عورتوں نے شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کی تعریف کی۔

(۷)......سیدہ رقیہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما دونوں ہجرت حبشہ کی فضیلت سے سرفراز ہوئے، بلکہ مہاجرین اولین کا سہرا ان کے سر سجا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف برداشت کی اور اخروی اجر و ثواب کے مستحق ٹھہرے۔

(۸)......ہجرت حبشہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو مدینہ منورہ کی ہجرت کی سعادت بھی عطا فرمائی۔

(۹)......شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے صرف ایک بیٹے عبداللہ کی ولادت ہوئی جو چھ برس کی عمر میں ۴ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوا۔

(۱۰)...... ۲ھ میں شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کو خسرہ کی بیماری لاحق ہوئی۔ ان کی تیمارداری کے لیے رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر میں شریک ہونے سے منع فرمایا۔

(۱۱)......سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غزوہ بدر میں عدم شرکت کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے دوسرے مجاہدین کے برابر مال غنیمت کا حصہ بھی عطا فرمایا اور اُخروی اجر کا مژدہ بھی سنایا۔

(۱۲)......سیدہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۲ھ میں ہوا جبکہ ہجرت مدینہ کے سترہ ماہ گزر چکے تھے۔

(۱۳)......غزوہ بدر کی مشغولیت کے باعث رسول اللہ ﷺ سیدہ رضی اللہ عنہا کے نماز جنازہ میں شرکت نہ فرما سکے۔ مدینہ واپسی پر ان کی قبر پر تشریف لائے۔

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُقَیَّةَ بِنْتِ نَبِیِّكَ
وَالْعَنْ مَنْ اٰذٰی نَبِیِّكَ فِیْهَا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمِّ كُلْثُوْمِ بِنْتِ
نَبِیِّكَ وَالْعَنْ مَنْ اٰذٰی نَبِیِّكَ فِیْهَا

(شیعہ کی معتبر کتاب تہذیب الاحکام، ج ۳ ص ۱۲۰)

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا

ولادت باسعادت:

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ولادت کے متعلق مورخین کی مختلف آرا ہیں، لیکن زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ وہ اپنی بہن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی اور اپنی بہن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑی تھیں۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، امها خديجة بنت خويلد ولدتها قبل فاطمة وقبل رقية رضی الله عنها فيما ذكره معصب، وخالفه اكثر اهل العلم بالانساب. والاخبار في ذلك. وتابعه قوم.

والاختلاف الصغریٰ من بنات رسول الله صلى الله عليه وسلم كثير. والاختلاف في اكبر هن شذوذ. والصحيح ان اكبرهن زينب. وقد تقدم في ابوابهن. مايغني عن اعادته هنا. وبالله التوفيق.

ولم يختلفوا ان عثمان انما تزوج ام كلثوم بعد رقية. وفي ذلك دليل على ماقاله الذين خالفوا مصعبًا في ذلك لان المتعارف تزوج الكبرىٰ قبل الصغرىٰ۔[1]

ترجمہ:...... حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کی والدہ خدیجہ بنت خویلد تھیں۔ ان کی پیدائش مصعب کے بیان کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ہوئی۔ علم الانساب کے اکثر علماء کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی کے متعلق بھی بہت اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن بڑی بیٹی کے

۱۔ الاستیعاب برحاشیہ، الاصابہ ج ۴ ص ۴۸۲ ذکر ام کلثوم رضی اللہ عنہا

متعلق اختلاف شاذ ہے (یعنی بڑی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عقد کیا اور اس میں بھی یہ دلیل ہے کہ بڑی رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھوٹی، کیونکہ عام دستور یہی ہے کہ پہلے بڑی کا عقد ہوا کرتا ہے اور پھر چھوٹی کا۔

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

قال الزبير ام كلثوم أسن من رقية ومن فاطمة، وخالفه غيره والصحيح انها اصغر من رقية، لان رسول الله صلى الله عليه وسلم زوج رقية من عثمان، فلما توفيت زوجه ام كلثوم، وما كان ان ليزوج الصغرىٰ ويترك الكبرىٰ، والله اعلم۔ [1]

ترجمہ:......زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی بہن رقیہ رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑی تھیں اور صحیح یہ ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا اور جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اور ایسا نہیں ہوا کرتا کہ بڑی بیٹی کو چھوڑ کر پہلے چھوٹی کا نکاح کر دیا جائے۔ واللہ اعلم!

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۷۴ھ طویل بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

فاما زينب۔ فقال عبدالرزاق عن ابی جريج۔ قال لی غير واحد كانت زينب اكبر بنات رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت فاطمة اصغرهن۔ [2]

ترجمہ:......عبدالرزاق ابو جریج سے نقل کرتے ہیں کہ بہت سے علماء نے مجھ سے

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۶۱۲

[2] البدایہ والنہایہ، ج ۵ ص ۳۰۸

بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا تھیں اور سب سے چھوٹی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

اسم گرامی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تیسری شہزادی ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ یہ اپنی کنیت ''ام کلثوم رضی اللہ عنہا'' ہی کے نام سے شہرت رکھتی تھیں رضی اللہ عنہا، اس کے علاوہ کوئی نام معلوم نہ ہوسکا۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

واما ام کلثوم ولا یعرف لها اسم۔ انما تعرف بکنیتها۔ [۱]

ترجمہ:......اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نام معلوم نہیں، وہ کنیت ہی سے مشہور ہیں۔

اس کی شرح میں علامہ زرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں:

لا اعلم احد اسماها۔ والظاهر ان اسمها کنیتها۔ [۲]

مشرف بہ اسلام

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی والدہ محترمہ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور اپنی دوسری ہمشیرگان کے ساتھ ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئی تھیں اور اپنے والد گرامی اور والدہ مکرمہ کے زیر تربیت پرورش پائی۔ امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۳۰ھ رقمطراز ہیں:

فلم تزل بمکة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ واسلمت حین اسلمت امها۔ وبایعت رسول الله صلی الله علیه وسلم مع اخواتها حین بایعه النساء۔ [۳]

۱۔ شرح زرقانی علی المواہب، ج ۴ ص ۳۲۵

۲۔ شرح زرقانی علی المواہب، ج ۴ ص ۳۲۵

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۶۲ تفسیر قرطبی، ج ۱۴ ص ۲۴۲

ترجمہ:.......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مقیم رہیں اور جب ان کی والدہ مکرمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں تو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کیا اور جب دوسری عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بھی بیعت کی سعادت حاصل کی۔

نکاح اول

جیسا کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں بیان ہو چکا ہے کہ آغاز اسلام سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دور کے دستور کے مطابق سیدہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی نسبت منگنی یا ناطہ اپنے چچا ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دی تھی۔ اعلان نبوت کے بعد جب سورہ "تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ" نازل ہوئی تو ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے اسلام دشمنی میں دونوں بیٹوں کو طلاق دے کر بیویوں کو فارغ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دونوں لڑکوں عتبہ اور عتیبہ نے ماں باپ کی رضا جوئی کی خاطر اللہ اور اس کے رسول کی عداوت میں اپنی بیبیوں کو فارغ کر دیا۔

اللہ جل مجدہ کی رحمت سے ان پاک بیویوں کا مقدر جاگ اٹھا اور یہ پاک طینت شہزادیاں خوش نصیب سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔

وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم زوج رقية و ام كلثوم من عتبه و عتيبه ابني ابي لهب، فلما انزل الله عزوجل تبت يدا ابي لهب. قال ابولهب لابنيه رأسي من رؤسكما حرام ان لم تطلقا ابنتي محمد صلى الله عليه وسلم.

قالت ام جميل! امها حمالة الحطب، بنت حرب بن امية. لابنيها أن رقيه وام كلثوم قد صبتا. فطلقاهما. ففعلا فطلقاهما قبل الدخول بها۔ [1]

[1] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۶۱۲، ذکر ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ البدایہ والنہایہ، ج ۵ ص ۳۰۸

ترجمہ:...... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹیوں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا نکاح ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کیا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے "تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ" اتاری تو ابولہب نے دونوں بیٹوں سے کہا کہ میرا تمہارا بیٹھنا، اٹھنا اور بول چال اس وقت تک حرام ہے کہ جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دونوں بیٹیوں کو طلاق نہیں دیتے۔

ام جمیل جو عتبہ اور عتیبہ کی ماں تھی جسے حمالۃ الحطب کہا گیا ہے جو حرم بن امیہ کی بیٹی تھی نے اپنے دونوں لڑکوں کو کہا کہ رقیہ اور اور ام کلثوم (رضی اللہ عنہما) نے اپنے باپ دادا کا قدیم مذہب چھوڑ دیا ہے۔ (نعوذ باللہ) وہ بے دین ہوگئی ہیں، تم نے ابھی اپنی بیویوں کو جو میرے دشمن کی بیٹیاں ہیں طلاق نہ دی تو تم میرے بیٹے نہیں۔

دونوں نے ماں باپ کے حکم کی تعمیل کی اور پیارے رسول کی ان معصوم و کمسن پیاری بیٹیوں کو جنہوں نے ابھی سسرال کی شکل تک نہیں دیکھی تھیں بغیر قصور کے طلاق دے دی۔

شعب ابوطالب

یہ ایسا سخت دور تھا کہ مکہ میں خدا کی وحدانیت کا اقرار و اظہار مصائب و آلام کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ایک ظلم سے نجات نہیں ملتی تھی کہ دوسری مصیبت شروع ہو جاتی تھی۔ ۷ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مشرکین مکہ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور خاندان کو ابوطالب کی گھاٹی میں نظر بند کر دیا اور ایسی سختی سے بائیکاٹ کیا کہ اناج کا ایک دانہ بھی میسر ہونا محال ہو گیا۔ درختوں کے پتے اور گھاس کھا کر بھوک کی آگ بجھاتے تھے۔

تکلیف و مصائب کا یہ سلسلہ چند ماہ نہیں بلکہ پورے تین سال تک جاری رہا۔ اس طویل مدت میں جہاں مردوں اور عورتوں نے پورے صبر و استقلال کے ساتھ ہنسی خوشی ان دکھوں کو اللہ کی رضا کے لیے برداشت کیا، وہیں تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ننھی منی معصوم شہزادیوں سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن اور ان جیسے کتنے معصوم بچوں اور بچیوں نے بھی اسلام کی راہ میں سب کچھ جھیلا اور آزمائش کی اس بھٹی سے کھرے سونے کی

طرح نکھر کر نکلیں۔

والدہ ماجدہ کا انتقال

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور آپ کی بہنیں شعب ابی طالب کی قید سے رہائی کے بعد راحت اور سکھ حاصل نہ کر سکیں۔ چند ماہ بعد ان کی پیاری ماں ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جنت کو سدھار گئیں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور آپ کی بہنیں ہمیشہ کے لیے ماں کی شفقت بھری گود سے محروم ہو گئیں۔ چند ہی دنوں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا بزرگوار جناب ابو طالب بھی چل بسے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ سال بڑے رنج و غم کا تھا، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے "عام الحزن" کے نام سے موسوم فرمایا۔

یہ دونوں ہستیاں مکہ میں اپنی خاص حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کے جیتے جی کفار ان کا لحاظ کر کے داعی اسلام پر کھل کر ظلم و ستم نہیں کر سکتے تھے۔ اب ان کا راستہ صاف ہو گیا اور چاروں طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم کی یلغار شروع ہو گئی۔ یہ زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہایت سخت اور پُر آشوب تھا۔ کفار کے مظالم کا مقابلہ کرنا، دوسرے مظلوم مسلمانوں کی تسلی و غمگساری کرنا، اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کا کام انجام دینا اور پھر گھر میں بن ماں کے معصوم بچیوں سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ زینب اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن کی پرورش و خبر گیری اتنے سارے کام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ساتھ کرنے پڑتے تھے۔

ہجرت مدینہ

حالات بایں جا رسید کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے مکہ کی سرزمین میں امن و سکون کا سانس لینا دشوار ہو گیا۔ مشرکین کی ہمتیں اس حد تک بڑھ گئیں کہ وہ پیغمبر اسلام کے قتل کے ناپاک منصوبے بنانے لگے اور تحریک اسلامی کو کچلنے کی تدابیر سوچنے لگے، لیکن قدرت نے مکہ سے کوسوں دور "یثرب" میں اسلام اور مسلمانوں

کے لیے حالات سازگار کر دیے تھے اور وہاں کے باشندوں کی خاصی تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھی۔ یہ لوگ دل و جان سے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہونے کی تمنا رکھتے تھے۔ ان حالات میں اللہ جل مجدہ نے اپنے محبوب کو ہجرت کی اجازت عطا فرمائی۔ اسی کے ساتھ مکہ کے دوسرے بلا کشانِ حق کو بھی مدینہ چلے جانے کا اذن عام ہو گیا۔

رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی، پھر اپنے خادم خاص زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیج کر اپنے اہل بیت بھی مدینہ بلوا لیا۔ اس طرح شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی خاندان کے دوسرے افراد کی طرح مکہ سے مدینے جا پہنچیں۔

نکاح کے غیبی اسباب

ادھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی اور یہ رشتہ محبت تادم آخر قائم رہا۔ شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ان کے فراق میں ہر وقت مضطرب اور غمگین رہتے تھے۔

ایک دن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اسی رنج و غم کے عالم میں بیٹھے تھے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کرم آپ پر پڑی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے افسردہ و ملول دیکھ کر پوچھا: ابوعبداللہ! تمہیں کیا ہوا ہے، جو چہرے سے حزن و ملال کے آثار ظاہر ہیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا مجھ سے زیادہ کوئی ملول و غمگین ہوگا؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رقیہ کی جدائی نے میری کمر توڑ دی ہے۔ رقیہ کی موت سے خاندان نبوت سے میرا رشتہ ٹوٹ گیا اور اب دوبارہ اس مقدس رشتہ کے قائم ہونے کی کوئی امید نہیں۔

توفيت بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم عندى رحمها الله۔

وانقطع الظهر ۔ وذهب الصهر فيها بيني وبينك ۔ [1]

رسول رحمت ﷺ کے قلب اطہر پر یہ فکر لاحق تھی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے غم فراق کا مداوا ہونا چاہیے اور ان کا رنج وملال پھر مسرت وشادمانی سے بدل جائے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا بھائی عثمان! میں دیکھتا ہوں کہ جب سے تمہاری وفا کیش بیوی رقیہ (رضی اللہ عنہا) کا انتقال ہوا ہے، تم ہر وقت اداس اور غمگین رہتے ہو۔ تمہاری گرہستی بھی خراب ہو رہی ہے۔ میں نے اس صورت حال کا ایک حل تجویز کیا ہے کہ آپ میری بیٹی حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے نکاح کرلو۔ لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے پہلوتہی کی اور معاملے پر غور کرنے کو کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند دن کے انتظار کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو توجہ دلائی۔ انہوں نے کہا فی الحال نکاح کا ارادہ نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جواب سے ناگواری ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بھی یہ رشتہ قبول کرنے کی پیشکش کی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی کسی مصلحت کے پیش نظر خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک غیرت منداور خوددار شخص تھے اپنی اس غیر متوقع ناکامی پر آپ رضی اللہ عنہ کو طیش بھی آیا اور رنج بھی ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت عثمان اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی بے اعتنائی کی شکایت کی۔

کچھ روز بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ملاقات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے کہا عمر! آپ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی پیشکش کی اور میں نے خاموشی اختیار کی۔ آپ کو میری خاموشی بلکہ بے التفاتی ناگوار گزری، لیکن میرے جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ فرمایا تھا اور

[1] کنز العمال، ج ۹۳ ص ۴۲ حدیث ۳۶۴۰۰

میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نہ کرتے تو پھر میں اس کے لیے آمادہ تھا۔[1]

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعل الله تعالىٰ يا عمر ان يأتيك بصهر هو خير لك من عثمان. فتزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم بابنة عمر رضي الله عنه. وزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم ام كلثوم من عثمان.[2]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عمر! بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عثمان سے بہتر داماد عطا کر دے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح فرمالیا اور اپنی بیٹی کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دی۔

ایک روایت میں ہے:

قال النبي صلى الله عليه وسلم يا عمر! الا ادلك على خير لك من عثمان. وادل عثمان على خير له منك. قال نعم: يا نبي الله! قال زوجني ابنتك وازوج عثمان ابنتي.[3]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! کیا میں تمہیں عثمان سے بہتر داماد اور عثمان کے لیے تیری بیٹی سے بہتر بیوی نہ بتاؤں؟ حضرت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ضرور بتائیں اے اللہ کے نبی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی بیٹی کا عقد میرے ساتھ کر دو اور میں اپنی بیٹی کا نکاح عثمان سے کیے دیتا ہوں۔

---

[1] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۷۶۷ کتاب النکاح باب عرض الانسان ابنۃ او اختہ علی اهل الخیر
[2] مستدرک حاکم ج ۲ ص ۴۹
[3] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۰۷ کنز العمال ج ۱۳ ص ۳۱

ایک روایت میں ہے:

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قد زوج الله عثمان خيرًا من بنتك فتزوج رسول الله حفصة. وزوج ام كلثوم من عثمان بن عفان.

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اللہ تعالیٰ نے عثمان کے ساتھ تیری بیٹی سے بہتر عورت کا نکاح کر دیا ہے اور تیری بیٹی کے لیے عثمان سے بہتر خاوند عطا کر دیا ہے۔[1]

ابن سعد کہتے ہیں:

فخار الله لهما جميعًا. كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لحفصة خيرًا من عثمان. وكانت بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم لعثمان خيرًا من حفصة بنت عمر.

ترجمہ:...... اللہ تعالیٰ نے سب ہی کے لیے فخر ناز کا موجب بنا دیا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (ام کلثوم) عمر کی بیٹی حفصہ سے بہتر عثمان کو عطا فرما دی۔[2]

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خوش آئند ارشاد سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پریشانی اور حزن و ملال کافور ہو گیا۔ اور مسرت و اطمینان سے چہرہ شگفتہ ہوا جاتا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ خوش کن خبر سن کر جھوم اٹھے کہ محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر ہونے کا شرف حاصل ہونے والا ہے۔

حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۸۵

[2] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۸۶

کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ وہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہ نفس نفیس خود رشتہ زوجیت قائم کرنے کا فیصلہ فرمالیا تھا۔

مذکورہ بالا احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حق میں لفظ "خَیْرٌ" استعمال فرمایا، جو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے لیے بہت بڑا اعزاز اور اکرام ہے۔ یہی لفظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے بھی استعمال فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات تو بالیقین سب سے بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے لیے استعمال فرما کر ان کی شان اور مقام کو اجاگر فرما دیا ہے۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وبه استدل على فضل بناته على زوجاته۔[1]

ترجمہ:...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں پر بیٹیوں کی فضیلت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حفصہ رضی اللہ عنہا سے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو لفظ "خَیْرٌ" سے تعبیر فرمایا، جن نیک سرشت صاحبزادیوں کو زبان نبوت سے "خَیْرٌ" کہا جائے، پھر ان کے بنت رسول ہونے سے انکار کس قدر شقاوت اور بدبختی ہے۔

نکاح عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے امر ربی

یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کے نکاح اللہ جل مجدہ کے حکم سے ہی کیے تھے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ما انا ازوج بناتي. ولكن الله تعالى يزوجهن۔[2]

ترجمہ:...... میں اپنی لخت جگر شہزادیوں کا نکاح اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ نہیں کرتا بلکہ اللہ جل مجدہ کی جانب سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں۔

---

[1] زرقانی شرح مواہب جدید، جدید، ص ۳۲۶

[2] مستدرک حاکم، ج ۴ ص ۴۹

لیکن یہ اعزاز بالخصوص اور بالالتزام سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے مقدر میں تھا کہ ایک مرتبہ نہیں بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت عظمیٰ سنائی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اللہ کا حکم لائے ہیں کہ میں ام کلثوم کا نکاح عثمان سے کر دوں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یاعثمان هذا جبریل علیه السلام یامرنی عن امر الله عزوجل ان ازوجك اختها ام کلثوم علی مثل صداقها وعلی مثل عشرتها. فزوجه رسول الله صلی الله علیه وسلم ایاها۔[۱]

ترجمہ:......اے عثمان! یہ حضرت جبرائیل امین ہیں۔ خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے میں رقیہ کی بہن ام کلثوم سے آپ کا نکاح کر دوں اور جو مہر رقیہ کے لیے مقرر ہوا تھا اس کے موافق ام کلثوم کا مہر ہو اور ان کی مصاحبت اور رفاقت بھی انہیں کے مطابق ہو گی۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هذا جبریل اخبرنی ان الله عزوجل امرنی ان ازوجك اختها رقیة واجعل صداقها مثل صداق اختها۔[۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتانی جبریل فقال: ان الله یامرك ان تزوج عثمان ام کلثوم علی مثل صداق رقیة وعلی مثل صحبتها۔[۳]

ترجمہ:......حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا: اللہ جل شانہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ حضرت ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) کا نکاح حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں اور جتنا مہر رقیہ (رضی اللہ عنہا) کا تجویز ہوا تھا اس کے برابر ہو اور صحبت و معاشرت بھی انہی کی مثل ہو۔

۱۔ مستدرک حاکم، ج ۴ ص ۴۹ کنز العمال ج ۱ ص ۵۸۹ حدیث نمبر ۳۲۸۱۶ ج ۱۳ ص ۴۳ حدیث نمبر ۳۶۲۰۰

۲۔ کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۸۸ حدیث نمبر ۳۲۸۱۴ ج ۱۳ ص ۴۴ حدیث نمبر ۳۶۲۰۶

۳۔ کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۸۸

تاریخ نکاح

شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ربیع الاول ۳ھ میں ہوا اور چند ماہ بعد جمادی الثانی ۳ھ میں رخصتی ہوئی تھی۔ اس طرح قلیل مدت میں یہ تقریب سعید پوری ہوئی۔

فلما توفیت رقیة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم خلف عثمان بن عفان على ام كلثوم بنت رسول الله۔ وكانت بكرًا وذلك فى شهر ربيع الاول سنة ثلاث من الهجرة، وادخلت عليه فى هذه السنة فى جمادى الاخرة۔ [1]

ترجمہ:...... جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا دوشیزہ تھیں۔ نکاح ماہ ربیع الاول تین ہجری میں ہوا اور اسی سال جمادی الثانی میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔

رخصتی کے وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہزادی سے فرمایا:

اما انه اشبه الناس بجدا ابراهيم وابيك محمد۔ [2]

ترجمہ:...... جانِ پدر! تو خوش نصیب ہے کہ تیرے شوہر کی شکل وصورت تیرے دادا ابراہیم (علیہ السلام) اور تیرے والد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملتی جلتی ہے۔

سیدنا عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری شہزادی کا نکاح بھی اللہ جل شانہ کے حکم سے کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۶۲ الاستیعاب برحاشیہ الاصابہ ج ۴ ص ۴۸۷ اسد الغابہ ج ۵ ص ۶۱۲ ذکر ام کلثوم رضی اللہ عنہا

[2] کنز العمال، ج ۱۱ ص ۵۹۰ حدیث نمبر ۳۲۸۲۳

ما زوجت عثمان ام كلثوم الا بوحی من السماء۔ [1]

ترجمہ:...... میں نے عثمان کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح اللہ کے حکم سے کیا ہے۔

ذوالنورین رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونور نظر یکے بعد دیگرے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں عطا فرمائی تھیں اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دوبارہ داماد رسول صلی اللہ علیہ وسلم بننے کا شرف حاصل ہوا تھا، اس لیے بارگاہ نبوت سے آپ رضی اللہ عنہ کو ''ذی النورین'' کا یگانہ وفرزانہ خطاب عطا ہوا، یعنی دونور والے۔

علماء امت اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے سوا دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا جس کے عقد میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں آئی ہوں۔ یہ ایسی امتیازی فضیلت ہے کہ بنی نوع انسان میں کوئی بھی اس میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا شریک و سہیم نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله اوحى الى ان ازوج كريمتی من عثمان۔ [2]

ترجمہ:...... اللہ جل جلالہ نے میری طرف وحی بھیجی کہ میں اپنی دو صاحبزادیوں کا یکے بعد دیگرے عثمان سے نکاح کردوں۔

عن عائشه رضی الله عنها قالت سمعت خليلی رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: اوحى الله الى ان ازوج كريمتی عثمان بن عفان، يعنی رقية وام كلثوم رضی الله عنهما۔ [3]

---

[1] کنز العمال، ج ۱۱ ص ۵۹۰ حدیث نمبر ۳۲۸۲۳ ص ۵۸۸ حدیث ۳۲۸۱۲

[2] کنز العمال، ج ۱۳ ص ۴۴

[3] کنز العمال، ج ۱۳ ص ۵۳ حدیث نمبر ۳۶۲۲۶

ترجمہ:......ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ میں اپنی دو پیاری بیٹیوں کا نکاح عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کردوں یعنی سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ "نور" ہے۔ عرض کیا گیا "نور" سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وانی زوجته ابنتی فذلك سماء الله عند الملائكة ذالنور۔ وسماء فی الجنان ذالنورین۔

ترجمہ:......اور بے شک میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح کیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں ان کا نام نور رکھا اور جنت میں انہیں "ذالنورین" کہا گیا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کو "ذی النورین" کس وجہ سے کہا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح مجھ سے فرمایا، اسی لیے آسمانوں سے مجھے "ذی النورین" کہا جانے لگا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

ذاك امرؤیدعن فی السما ذالنورین۔[1]

ترجمہ:......یہ ایسا خوش نصیب آدمی ہے جس کو آسمانوں میں ذالنورین کہا جانے لگا۔

علماءشیعہ کی تائید

علماءشیعہ بھی تسلیم کرتے ہیں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا اور ان ہی کے ہاں انتقال فرمایا تھا۔

[1] کنز العمال، ج ۱۳ ص ۵۳

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

وعثمان بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود۔ [1]

ترجمہ:.....اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

وسوم ام کلثوم اور انیز عثمان بعد از رقیہ تزویج نمود۔ [2]

ترجمہ:.....اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد نکاح کیا۔

وعثمان بن عفان ام کلثوم را بزنے گرفت۔ [3]

شیخ صدوق قمی شیعہ عالم لکھتے ہیں:

شیخ نعمت اللہ الجزائر لکھتے ہیں:

واما ام کلثوم فتزج ایضاً عثمان بعد اختہا رقیۃ وتوفیت عندہ۔ [4]

ترجمہ:.....اور صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے نکاح میں فوت ہوئیں۔

خاوند کا بلند مقام

وفا شعار بیوی ہر جگہ اپنے شوہر کو بلند مرتبہ پر دیکھنا چاہتی ہے۔ سرچشمہ مہر و وفا، جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دل میں بھی یہ جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ ایک مرتبہ انہیں یہ شوق ہوا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں ان کے

۱۔ حیات القلوب، ج ۲ ص ۵۸۹

۲۔ حیات القلوب، ج ۲ ص ۵۸۹

۳۔ کتاب الخصال، ص ۳۷۱

۴۔ انوار النعمانیہ، ج ۱ ص ۳۶۷ بحوالہ بنات اربعہ، ص ۲۳۸

شوہر عثمان رضی اللہ عنہا کا کیا مرتبہ ہے؟

چنانچہ اپنے والد بزرگوار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتی ہیں: اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ شفیق باپ نے خندہ روی سے فرمایا: پوچھو بیٹی! کون سی بات ہے؟

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا شرم و حیا کے لہجے میں بولیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ کا مرتبہ زیادہ بلند ہے یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا؟

جتنا اہم سوال تھا، اتنا ہی نکتہ آفریں بھی، جسے سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر گویا ہوئے۔

زوجتك من يحبه الله ورسوله۔ ويحب الله ورسوله۔[1]

ترجمہ:...... جان پدر! تجھے خوش ہونا چاہیے کہ تیرا شوہر عثمان ان لوگوں میں سے ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے شوہر نامدار کی منقبت و فضیلت سن کر بے حد خوش ہوئیں۔

اوصاف وخصائل

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا نہایت نیک مزاج، خوش اطوار اور شیریں زباں تھیں۔ شوہر کی خدمت و فرمانبرداری دل و جان سے کرتی تھیں۔ میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات نہایت خوشگوار رہے۔

آخر دم تک سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے پاس رہیں، لیکن باہمی اخلاص و محبت کا یہ حال تھا کہ ایک بار بھی کبھی کسی شکر رنجی کی نوبت نہیں آئی۔

---

[1] کنز العمال، ج ۱۳ ص ۵۶ حدیث ۳۶۲۳۶

اولاد

اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں وہی بہتر جانتا ہے۔ نظام عالم کے امور اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اولاد کا معاملہ بھی صرف اور صرف اس کے اختیار میں ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ [1]

ترجمہ:...... جسے چاہے بیٹیاں دے، جسے چاہے بیٹے دے یا جس کو چاہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرمائے اور جس کو چاہے بانجھ کردے۔

انبیاء و اولیاء سب ہی اس کے سامنے بے بس ہیں۔ کسی کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔

شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی اولاد کی نعمت سے محروم رہیں۔ مؤرخین کا یہی اتفاق ہے کہ سیدہ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

وَلَمْ تَلِدْ لَهٗ شَیْئًا۔ [2]

ترجمہ:...... اور عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوئی۔

خوش پوش

شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا خوش پوش خاتون تھیں۔ عمدہ اور باوقار لباس زیب تن کرتی تھیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جیسے صاحب ثروت شوہر کے ساتھ یہ انداز معاشرت لازمی تھا اور اس سے زوجین کے درمیان تعلقات کی شائستگی اور معاشرتی خوش حالی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

انه رائی علی ام کلثوم بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم برد

[1] سورہ شوریٰ، ص ۴۹

[2] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۶۲، الاستیعاب برحاشیہ الاصابہ ج ۴ ص ۴۸۷

حریر سیرا۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا پر ایک بیش قیمت چادر دیکھی جو ریشم کی دھاریوں سے بنی ہوئی تھی۔

سانحہ ارتحال

شہزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی اجل کے سامنے سرنگوں ہوگئیں۔ مشیت ایزدی کے فیصلے کو کون ٹال سکتا ہے۔ آخر وہ حسرتناک گھڑی بھی آ ہی گئی جب سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے مغموم شوہر اور غمزدہ باپ کو چھوڑ کر راہی فردوس ہوئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

وماتت فی شعبان سنة تسع من الهجرة

سیدہ ماہ شعبان ۹ ہجری میں سفر آخرت پر روانہ ہوگئیں۔

اللہ جل شانہ کی شان بے نیازی کہ ۲ھ میں شہزادی رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔ ۸ھ میں شہزادی زینب رضی اللہ عنہا خلد بریں میں جاگزیں ہوگئیں اور ۹ھ میں شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سب کو داغ مفارقت دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دارالفناء سے دارالبقاء کو رحلت فرما گئیں۔

ہر شے مسافر ہر چیز راہی
کیا چاند تارے کیا مرغ و ماہی

سرور دو عالم ﷺ کی تینوں شہزادیوں کا سانحہ ارتحال آپ ﷺ کی حیات میں ہوا اور تینوں شہزادے بھی صغر سنی میں ہی داغ مفارقت دے کر جاں بحق تسلیم ہو گئے تھے، سوائے شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا ساری اولاد امجاد اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔

لیکن ان اندوہناک حالات میں بھی آپ ﷺ نے صبر و استقلال ہی کا مظاہرہ کیا۔ جن جاں گسل اور روح فرسا واقعات وحالات کا سامنا انبیاء علیہم السلام کو کرنا پڑتا ہے اور اللہ نے ان کو جو حوصلہ، صبر اور قوت برداشت عطا کر رکھی ہوتی ہے وہ ان ہی کی شایان شان

ہوتی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فلا مثل۔ [1]

ترجمہ:......لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاء کو پیش آتی ہیں، پھر جوان سے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں۔

یہ بھی امت کی تسکین وتسلی اور رہنمائی کا ایک عبرت انگیز نمونہ ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ پر فدائیت بنات

سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہا کی حسن معاشرت، اعلیٰ کردار اور بیویوں کے ساتھ انتہائی عمدہ اخلاق سے پیش آنے، اور ایک نہیں نبی کی دو لخت جگر شہزادیوں کے ساتھ زندگی میں کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آنے کی وجہ سے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل عثمان رضی اللہ عنہ سے بے حد خوش اور ہر اعتبار سے مطمئن تھا اور عثمان رضی اللہ عنہ سے نہ صرف سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی تھے بلکہ ارشاد فرمایا:

والرب عنك راض۔ [2]

''اور تجھ سے تیرا رب بھی راضی ہے۔''

سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ اس انقطاع صہریت پر رنجیدہ اور غمگین تھے جن کی تسکین خاطر کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

زوجوا عثمان لو كان لی ثالثة لزوجته وما زوجته الا بالوحی من الله۔ [3]

ترجمہ:......لوگو! عثمان سے اپنی بیٹیوں کا عقد کرو، اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو اس

---

[1] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۳۴۳

[2] کنز العمال، ج ۱۳ ص ۶۰ حدیث ۳۶۲۴۸

[3] معجم طبرانی کبیر، ج ۷ ص ۸۴، مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۶۱ کنز العمال ج ۱۳ ص ۵۷

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

کا نکاح بھی عثمان سے کر دیتا اور میں نے عثمان سے بیٹیوں کے نکاح اللہ تعالیٰ کی وحی کی رہنمائی میں کیے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اگر تمہاری کوئی بہن یا بیٹی بغیر شوہر کے ہو تو تم بھی عثمان سے اس کا نکاح کر دو۔

لو کانت عندنا ثالثة لزوجناه۔ [1]

"اگر میری تیسری بیٹی بھی (بغیر نکاح) ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کر دیتا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ولو کن عشرًا الزوجتهن عثمان۔ وما زوجتهن الا بوحی من السماء۔ [2]

ترجمہ:...... اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد دوسری کا نکاح عثمان سے کر دیتا۔ میں نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اللہ کا حکم سے کیا ہے۔

وعن عثمان: قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين زوجني ابنته الاخرى۔ لو ان عندی عشرًا لزوجتهکن واحدةً بعد واحدة فانی عنك راضٍ۔ [3]

ترجمہ:...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جس وقت آپ نے اپنی دوسری بیٹی کا مجھ سے عقد کیا کہ اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک دوسری سب کا نکاح آپ سے کر دیتا، کیونکہ میں آپ سے راضی ہوں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو کان لی اربعون بنتًا زوجت عثمان واحدة بعد واحدة۔ حتی لا تبقی منهن واحدة۔ [4]

---

[1] کنز العمال، ج ۱۳ ص ۵۶ حدیث ۳۶۳۷

[2] کنز العمال، ج ۱۳ ص ۶۰، ۶۳

[3] معجم طبرانی کبیر اوسط حدیث ۶۱۱۴ مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۶۱ کنز العمال، ج ۱۳ ص ۷۵

[4] کنز العمال، ج ۱۳ ص ۶۰ حدیث ۳۲۶۴۸

ترجمہ:...... اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے سب کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیتا، یہاں تک کہ کوئی بیٹی بھی باقی نہ رہتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لو ان عندی مائة بنت تموت واحدة بعد واحدة زوجتك اخری. حتی لا یبقی من المائة شیء۔[۱]

ترجمہ:...... مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میری ایک سو بیٹیاں ہوتیں تو ایک کے فوت ہو جانے کے بعد دوسری کا نکاح آپ سے کر دیتا، یہاں تک سو میں سے ایک بیٹی بھی باقی نہ رہتی۔

تجہیز و تکفین

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت کو غسل دینے لگیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا ضرورت سمجھو تو اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دو، پانی اور بیری کے پتوں ملے۔ پانی سے غسل دینا اور آخر میں کافور یا یہ فرمایا کچھ حصہ کافور کا استعمال کر لینا۔[۲]

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بھی دے سکتی ہو۔ غسل پانی اور بیری کے پتوں سے ہونا چاہیے اور آخر میں کافور یا یہ کہا کچھ کافور کا استعمال کر لینا چاہیے اور غسل سے فارغ ہونے پر مجھے اطلاع کرنا، چنانچہ جب ہم غسل دے چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ نے ہمیں اپنا ازار دیا اور فرمایا کہ اس کی قمیص بنا دو۔

۱؎ کنز العمال، ج ۱۳ ص ۴۴ زرقانی ج ۴ ص ۳۲۷

۲؎ سنن ابن ماجہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اپنے ازار سے تھی۔ [1]

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں طاق مرتبہ غسل دینا اور میت کے دائیں طرف سے اور وضو کے اعضاء سے غسل کی ابتدا کرنا مذکور ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ہم نے غسل دینے کے بعد کنگھی کر کے ان کے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ [2]

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں صراحت ہے کہ جس صاحبزادی کے غسل کا ذکر ان احادیث میں ہے وہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں، لیکن بخاری کی روایات میں یہ تصریح نہیں۔

علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

وقد روی الطبری وطحاوی والواقدی وابن سعد والدولابی من حدیث قلیح عن هلال بن علی التصریح بانها ام کلثوم۔ [3]

ترجمہ:...... طبری، طحاوی، واقدی، ابن سعد اور دولابی سب نے قلیح عن ہلال بن علی سے تصریح کر دی ہے کہ وہ صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ نے بڑی محققانہ بحث فرمائی ہے۔

"قَوْلُهٗ اِبْنَتِه" بخاری شریف کی روایت میں صاحبزادی کا نام ذکر نہیں ہوا اور مشہور یہ ہے کہ یہ صاحبزادی زینب زوجہ ابوالعاص بن ربیع جو حضرت امامہ کی والدہ تھیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی تھیں اور طبری کی بیان کردہ روایات کے مطابق ان کی وفات ۸ھ کے ابتداء میں ہوئی تھی، جیسا کہ مسلم شریف کی روایت ہے:

عن عاصم عن حفصة عن ام عطية قالت: لما ماتت زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اغسلنها الخره۔

---

[1] صحیح بخاری، جلد ۱ ص ۱۶۷، کتاب الجنائز باب غسل المیت ووضوءٗ بالماء والسدر

[2] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۱۶۷، کتاب الجنائز، باب غسل المیت ووضوءٗ بالماء والسدر

[3] زرقانی شرح مواہب جدید ج ۴ ص ۳۲۸

"حافظ" کہتے ہیں میں نے حفصہ اور محمد کی روایات میں سوا عاصم کے روایت کے صاحبزادی کا نام نہیں دیکھا۔

لیکن ابن التین نے داؤدی سے بڑی وثوق سے فرمایا ہے۔

بأن البنت المذکورة ام کلثوم زوج عثمان

لیکن اس کی سند بیان نہیں کی۔

اور منذری نے قاضی عیاض کی پیروی میں تعجب انگیز بات کہی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال تو اس وقت ہوا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر میں مصروف تھے۔ یہ قول بالکل غلط ہے۔ اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے:

عن ابی بکر بن ابی شیبة عن عبدالوھاب الثقفی عن ایوب۔ دخل علینا ونحن نغسل ابنته ام کلثوم۔

اس کی اسناد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹیوں کو بھی غسل دیا ہو۔ان کا غسل دینے کا بیان متعدد مرتبہ واقع ہوا ہو اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بھی غسل دیا ہو۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر لکھا ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا میتوں کے غسل دینے میں ہمیشہ شریک ہوتی تھیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ روایات میں تطبیق اس طرح فرماتے ہیں:

ویمکن الجمع بأن تکون حضرتھما جمیعًا۔[1]

ترجمہ:...... ہوسکتا ہے کہ حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب اور حضرت

---

[1] فتح الباری، ج ۳ ص ۱۲۸ کتاب الجنائز، باب غسل المیت وضوء بالماء والسدر

ام کلثوم رضی اللہ عنہا دونوں کے انتقال کے بعد غسل میں شریک ہوئی ہیں۔

حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس وقت غسل دے رہی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازے کے باہر تشریف فرما تھے۔ ہم نے غسل سے فارغ ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفن کے کپڑے اس ترتیب سے عطا فرمائے۔ پہلے چادر، پھر قمیص، پھر اوڑھنی، پھر ایک چادر اور آخر میں ایک بڑی چادر جس میں جسم کو لپیٹ دیا گیا۔ [1]

آثار الصالحین سے تبرک

علامہ احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر بعض مفید چیزیں ذکر کی ہیں، جنہیں پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازار مبارک ہمیں دی اور فرمایا اس کو پورے بدن سے متصل لپیٹ دو، یعنی ازار کی طرح آدھے بدن پر نہیں بلکہ چادر کی طرح سارے بدن کے اوپر لپیٹ دو تاکہ سارا جسم مبارک متبرک ومقدس ہو جائے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الحکمة فی تاخیر الازار معه الی ان یفرغن من حجر الغسل ولم بنا ولهن ایاه الا لیکون قریب العهد من جسده الکریم حتی لایکون بین انتقاله من جسده الی جسمها فاصل۔ وهو اصل فی التبرك باثار الصالحین۔ [2]

ترجمہ:...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے آخر میں اپنی ازار مبارکہ اس لیے مرحمت فرمائی تاکہ آپ کے جسم مبارک سے اتصال کا زمانہ قریب سے قریب ہو اور جسم مبارک نبوی سے الگ ہو کر جسم مبارک صاحبزادی مرحومہ کے اتصال تک کچھ بھی فاصلہ نہ ہو اور یہ ایک اصل اور بنیاد اور ماخذ ہے۔ تبرک بآثار الصالحین کے لیے۔ [3]

---

[1] مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ج ٦ ص ٣٨٠

[2] انوار الباری، ج ٧ ص ٣٨٨، ٣٨٩

[3] طبقات ابن سعد، ج ٨ ص ٢٦٢

حدیث میں ہے "مشطناھم "ہم نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل دینے کے بعد بالوں میں کنگھی کر دی۔

علامہ سید احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: احناف کے نزدیک غسل کے وقت میت عورتوں کے بالوں میں کنگھی نہ کرنی چاہیے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اس کی ممانعت آئی ہے کہ اپنی میتوں کو کیوں نوچتے اور تکلیف دیتے ہیں۔

یہاں مشط سے مراد یہ ہے کہ ہاتھوں سے بالوں کو ٹھیک کیا گیا اور امتشاط سے بھی یہی غرض ہوتی ہے۔

شافعیہ کے نزدیک عورت کے بالوں کے تین حصے کرنے چاہئیں اور حنفیہ کے نزدیک بالوں کے دو حصے کر کے کفن کے اوپر سینہ پر دائیں اور بائیں جانب ڈال دینا چاہیے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ دونوں صحیح ہیں۔ [۱]

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے غسل میں شریک خواتین کے اسماء گرامی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل میں نے اور صفیہ بنت عبدالمطلب نے دیا اور ان کی میت پر کھجور کی ٹہنیوں سے گہوارہ بنا دیا۔ [۲]

بخاری شریف کی روایت میں حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی غسل دینے والی خواتین میں شامل ہے۔ اسی طرح لیلیٰ بنت قانف الثقفیہ کہتی ہیں کہ میں بھی غسل دینے والوں میں شریک تھی۔

کنت فیمن غسل ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند وفاتها۔ [۳]

۱۔ انوار الباری، ج ۱۷ ص ۳۸۸

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۶۲، اسد الغابہ، ج ۶ ص ۲۶۲

۳۔ مسند امام احمد، ج ۲ ص ۳۸۰، سنن کبریٰ بیہقی، ج ۲ ص ۶، البدایہ والنہایہ، ج ۵ ص ۳۹

اس طرح چار خواتین شریک غسل تھیں۔ام عطیہ، اسماء بنت عمیس، صفیہ بن عبدالمطلب اور لیلیٰ بنت قانف رضی اللہ عنہن۔علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں: جو خواتین حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے غسل میں شامل تھیں حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا ان کی رئیس اور ان سے افضل تھیں۔[1]

نماز جنازہ

شہزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا جیسی مکرم و برگزیدہ اور اللہ کی پیاری بندی کا جب غسل و کفن کا مرحلہ مکمل ہوگیا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز جنازہ ادا کی۔

وصلی علیها رسول الله صلی الله علیه وسلم۔[2]

یہ بھی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ایک فضیلت و منقبت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں فرمائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جم غفیر بھی دعا کرنے میں شامل اور شریک تھا۔

تدفین

نماز جنازہ ادا کر لینے کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت تدفین کے لیے جنت البقیع لائی گئی۔تدفین کے لیے حضرت ابوطلحہ انصاری، سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت فضل بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم قبر میں اترے اور دفن کرنے میں معاونت کی۔

ونزل فی حفرتها ابوطلحة، وعلی بن ابی طالب والفضل ابن عباس واسامة بن زید۔[3]

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۶۲ اسد الغابہ ج ۶ ص ۶۱۲ و
[2] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۶۲ اسد الغابہ ج ۶ ص ۶۱۲
[3] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۶۲

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس بیٹھے ہیں اور آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہیں۔ ٹپ ٹپ آنسو بہہ رہے ہیں۔ ۱؎

۱؎ صحیح بخاری، ج۱ ص۱۷۹ کتاب الجنائز، باب من یدخل قبر المرأة

شہزادی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

اَفۡضَلُ نِسَاءِ اَهۡلِ الۡجَنَّةِ

(الحدیث)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت

شہزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت کے متعلق امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

ولدتها وقريش تبني البيت وذلك قبل النبوة بخمس سنين۔[۱]

ترجمہ:...... جس زمانہ میں قریش بیت اللہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال کو پہنچ چکی تھی اور اعلان نبوت سے کوئی پانچ سال قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال ہوئی۔[۲]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نقل ابو عمر عن عبيدالله بن محمد بن سليمان بن جعفر الهاشمي انها ولدت احدى واربعين من مولد النبي صلى الله عليه وسلم وكان مولدها قبل البعثة بقليل نحو سنة او اكثر وهي اسن من عائشه بنحو خمس سنين۔[۳]

اسم گرامی

چوتھی شہزادی کا نام نامی اسم گرامی ''فاطمہ رضی اللہ عنہا'' ہے۔

شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی قدر محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔

شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد ہیں۔

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۵۲ الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷

[۲] الاستیعاب، ج ۴ ص ۳۷۴ بر حاشیہ الاصابہ

[۳] الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷ ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا

وجہ تسمیہ

لفظ ''فاطمہ رضی اللہ عنہا'' مشتق ہے ''فَطَمٌ'' سے۔ منقطع کرنا، دور کرنا جیسے ''فَطَمَ الصَّبِیُّ'' جب بچے کو دودھ چھڑا دیا جائے۔ ''فَصَلَهٗ مِنَ الرَّضَاعِ'' اسے دودھ چھڑا دیا۔[1]

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۳۱ھ فرماتے ہیں:

آپ کا نام ''فاطمہ رضی اللہ عنہا'' الہامی نام تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جہنم سے چھڑالیا۔ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا نام اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں چھڑالیا اور جہنم سے آڑ بنا دیا۔[2]

علامہ القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۲۳ لکھتے ہیں:

عن ابن مسعود انما سمیت فاطمه بالهام من الله لرسوله ان کانت ولادتها انما سمیت فاطمة: لان الله قد فطمها وذریتها عن النار یوم القیامة۔ اخرجه الحافظ الدمشقی وروی الغسانی والخطیب مروعًا لان الله فطمها ومحبها عن النار۔[3]

ترجمہ:...... سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے انہیں اور ان کی اولاد کو قیامت کے دن جہنم سے بچالیا ہے۔ حافظ دمشقی نے اس روایت کو یوں بیان کیا ہے اور غسانی اور خطیب نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

علامہ زرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قبل النبوة وان کانت بعدها فیحتمل بالوحی لان الله قد فطمها

---

[1] لسان العرب، لفظ فطم ج ۱۲ ص ۴۵۴

[2] اتحاف السائل بما لفاطمة بن القاب اردو ص ۲۵

[3] مواهب مع زرقانی ج ۴ ص ۲۳۲

من الفطم وهو فطم الصبی وذریتها عن النار یوم القیامة ای منعهم منها۔ [1]

ترجمہ:...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کا یہ نام بذریعہ الہام رکھا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف القی فرمایا۔

اگر سیدہ رضی اللہ عنہا کی ولادت نبوت سے پہلے ہوئی ہو تو اسے الہام کیا جائے گا اور اگر نبوت کے بعد ہوئی ہو تو بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نام رکھنے کو کہا گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ فرمالیا اور سیدہ کی اولاد کو بھی جہنم سے بچالیا ہے۔ غسانی اور خطیب کہتے ہیں اس روایت میں مجہول روای پائے جاتے ہیں۔

شہزادی کے اسماء

شہزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نام نو عدد مذکور ہیں۔

(۱) فاطمہ (۲) مبارکہ (۳) زکیہ (۴) صدیقہ (۵) راضیہ (۶) مرضی (۷) محدثہ (۸) زہراء (۹) طاہرہ رضی اللہ عنہا۔ [2]

القاب

شہزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے القاب ''بتول'' اور ''زہرا'' ہیں۔

علامہ القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں۔

وسمیت بتولًا لانقطاعها من نساء زمانها فضلًا ودینًا وحسبًا وقیل لانقطاعها عن الدنیا الی اللہ تعالیٰ۔ [3]

ترجمہ:...... انہیں بتول کا لقب اس لیے دیا گیا کہ اپنے زمانہ کی عورتوں سے حسن

---

[1] شرح زرقانی، ج ۴ ص ۳۳۲

[2] اتحاف السائل بما الفاطمہ من المناقب اردو، ص ۲۵

[3] مواهب اللدنیہ مع زرقانی، ج ۴ ص ۳۳۳

شرافت، فضل وکمال، حسب ونسب اور دین ودانش کے اعتبار سے بہت معزز تھیں (یعنی الگ تھیں) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے اپنے آپ کو لوگوں سے الگ کرلیا تھا۔ اس لیے یہ لقب عطا ہوا۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"بتول" با کے فتحہ اور تا کے ضمہ کے ساتھ۔

"بتله بتلا کائنا" عبادت کے علیحدہ ہونا۔[1]

"البتول" کنواری زاہدہ عورت۔[2]

"زهراء" سیدہ کا لقب زہرا بھی تھا۔[3]

اس لقب کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلشن کا ایک پھول تھیں۔[4]

علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

"اَلزُّهْرَةُ"

الحسن والبياض۔ وقد ذهرا ذهرا۔ والزاهر والازهر زهر الحسن الابيض من الرجال وقيل هو الابيض فيه حمرة۔[5]

ترجمہ:...... چمکدار سفیدی۔ آدمی کا حسین وجمیل ہونا۔ سرخ وسفید حسن اَلزَّهْرَاءُ۔ حسین عورت۔ پھول۔ چمک دمک۔ بہار۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں:

۱۔ لاڈلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیٹی، ص ۲۵

۲۔ القاموس الوحیہ، ص ۱۴۷

۳۔ الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷

۴۔ لاڈلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیٹی، ص ۲۵

۵۔ لسان العرب، ج ۵ ص ۲۳۲ عنوان زہر

اَلزَّھْرَاء اس لیے لقب ہوا کہ سیدہ خوبرو اور حسن و جمال میں کمال مرتبہ تھیں۔[1]

سیدہ رضی اللہ عنہا کی کنیت

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی کنیت "اُمِّ اَبِیْھَا" تھی۔[2]

طبرانی نے ابن المدینی سے روایت نقل کی۔ "اُمِّ اَبِیْھَا" سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی کنیت "حب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کی وجہ سے ہے، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دنیا سے رخصت ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ بنت اسد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کے پاس رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اماں ہی پکارتے تھے۔ جب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمزدہ ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے تھے آج میری ماں کی وفات ہو گئی ہے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "فاطمہ رضی اللہ عنہا" دیں تو آپ جب بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے تو "فاطمہ بنت اسد" یاد آ جاتیں تو بیٹی سے تسلی ہو جاتی، اس لیے سیدہ کی یہ کنیت قرار پائی۔

باطل روایات

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۳۱ھ نے بعض ایسی روایات کا تذکرہ کیا ہے جو محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہیں بلکہ من گھڑت اور باطل باتوں پر مشتمل ہیں۔[3]

خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ شب معراج میں جبرائیل علیہ السلام نے ایک سیب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سیب کھایا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر میں نطفہ ٹھہرا۔ بعد میں اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بطن مادر میں آئیں تو حضور انور جب بھی جنت کی طرف مشتاق ہوتے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بوسہ دیتے۔

---

[1] مدارج اردو، ج ۲ ص ۷۸۷

[2] الاصابہ، ج ۴ ص ۳۷۷

[3] لاڈلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی بیٹی، ص ۲۶

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

امام ابن جوزی نے امام ذہبی سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اسے موضوع قرار دیا ہے اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محمد بن خلیل نے یہ کنیت وضع کی ہے، حالانکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واقع معراج سے پہلے پیدا ہوئی ہیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام شب معراج میں جنت سے ناشپاتی لائے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسے کھایا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل قرار پایا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جنت کی مشتاق ہوتیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گردن سونگھ لیتیں۔ یہ روایت بھی موضوع اور ناقابل اعتبار ہے۔[1]

اعزازی خطابات

امت کے محدثین اور علماء کرام نے شہزادی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لیے اعزازی اور امتیازی خطابات کا استعمال فرمایا۔ چنانچہ ابونعیم احمد عبداللہ الاصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۴۳۰ھ رقمطراز ہیں۔

قال شیخ رحمۃ اللہ علیہ ومن ناسکات الاصفیاء وصفیات الا تقیساء فاطمۃ رضی اللہ عنہا السیدۃ البضعۃ الشبیھۃ بالرسول۔ الوط اولادہ بقلبہ لصوقا واولھم بعد وفاتہ بہ لحوقًا کانت عن الدنیا ومتعتھا عارفۃ وبغوامض عیوب الدنیا وآفاتھا عارفۃ۔[2]

علامہ زرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

خیر نساء ھذہ الامۃ ذات المناقب الجمعۃ۔[3]

1۔ لاڈلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیٹی، ص ۲۶

2۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۲ ص ۳۹

3۔ شرح زرقانی علی المواہب، ج ۴ ص ۳۳۱

ہجرت مدینہ

شعب ابی طالب میں پورے تین برس شہزدی فاطمہ رضی اللہ عنہا پورے خاندان کے ساتھ بے اندازِ مصائب و آلام برداشت کرتی رہیں۔ جب مکہ میں کافروں کا ظلم و تشدد حد سے بڑھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے بنائے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ کر لیا۔ پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلی گئی، بعدازاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثار، یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت فرمائی۔ وہاں پہنچ جانے کے چند دن بعد اپنے اہل بیت کو بھی مدینہ منورہ بلوا لیا۔

وبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم من منزل ابى ايوب زيد بن حارثه وابارافع واعطاهما بعيرين وخمس مائة درهم الى مكة فقدما عليه بفاطمه وام كلثوم ابنتى رسول الله صلى الله عليه وسلم وسودة بنت زمعة زوجته۔ واسامه بن زيد وكانت رقية بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قدها جربها زوجها عثمان بن عفان قبل ذلك وحبس ابو العاص بن الربيع امراته زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وحمل زيد بن حارثه امراته ام ايمن مع ابنها اسامة بن زيد۔ وخرج عبدالله بن ابى بكر معهم بعيال ابى بكر فيهم عائشه فقدموا المدينة فانزلهم فى بيت حارثة ابن النعمان۔ [1]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام کے دوران زید بن حارث اور ابورافع کو دو اونٹ پانچ سو درہم دے کر مکہ مکرمہ بھیجا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں فاطمہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ

[1] طبقات ابن سعد، ج ا ص ۱۱۴ ذکر ہجرت مدینہ البدایہ والنہایہ، ج ۳ ص ۲۰۲، ۱۲۲

حضرت سودہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مدینہ منورہ لے آئیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اس سے پہلے اپنے شوہر عثمان کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر چکی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص نے جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ زید بن حارثہ نے اپنی بیوی ام ایمن اور اپنا بیٹا اسامہ بھی ساتھ لیا اور عبداللہ بن ابوبکر اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر نکلے، جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ اس طرح یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچ کر حارثہ بن نعمان کے ہاں ٹھہرا۔

علامہ شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

عن عائشة قالت لما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة خلفنا وخلف بناته۔ فلما قدم المدينة بعث الينا زيد بن حارثة وابارافع، واعطاهم بعيرين وخمس مائة دراهم اتخذها من ابى بكر ليشتريان بها ماتحتاج اليه من الظهر۔

وبعث ابوبكر معهما عبدالله اريقط الليثى ببعيرين اوثلاثة۔ وكتب الى ابنه عبدالله يامره ان يحمل اهله۔ ام رومان وانا واختى اسماء۔ فخرجوا فلما انتهوا الى قديدا اشترى بتلك الدراهم ثلاثة البعيرة۔ ثم دخلوا مكة وصادفو طلحة يريد الهجرة بآل ابى بكر۔ فخرجنا جميعًا وخرج زيد وابورافع بفاطمة وام كلثوم وسودة وام ايمن واسامة خاصطبحنا جميعًا۔[1]

ترجمہ:...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو ہمارے گھر والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں مکہ میں رہ گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد زید بن حارثہ اور ابورافع کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم

---

[1] سیر الاعلام النبلاء، ج ۲ ص ۱۰۹، البدایہ والنہایہ، ج ۳ ص ۲۰۲، ۲۲۱

دے کر مکہ مکرمہ بھیجا۔ یہ رقم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لی تھی تا کہ حسب ضرورت اونٹ وغیرہ خریدیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ عبداللہ بن اریقط لیثی کو دو یا تین اونٹ دے کر بھیجا۔ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کے نام خط بھی لکھا کہ وہ اپنی والدہ ام رومان، اپنی بہنوں عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہم کو ساتھ لائیں۔

جب یہ حضرات مدینہ منورہ روانہ ہو کر قدید کے مقام پر پہنچے تو حسب ضرورت سواریاں خرید لیں اور مکہ مکرمہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ وہ بھی ہجرت مدینہ کے لیے آمادہ تھے۔ پس یہ تمام حضرات حضرت زید، حضرت ابورافع، حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، حضرت سودہ، حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہم مکہ شریف سے ہجرت کر کے قافلے کی شکل میں مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال حضرت ام رمان، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اسماء بھی مذکورہ قافلہ کے ہمراہ تھے اور تمام قافلہ ایک ساتھ سفر میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وخرج زيد ابن حارثه وابو رافع بابنتى النبى صلى الله عليه وسلم فاطمة وام كلثوم واسامة بن زيد وامه ام ايمن وسودة بنت زمعة وكانت رقية بنت النبى صلى الله عليه وسلم سبقت مع زوجها۔ واخرت زينب۔ وهى الكبرىٰ عند زوجها ابى العاص بن الربيع۔

ترجمہ:...... زید بن حارثہ اور ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں فاطمہ، ام کلثوم، اسامہ بن زید، ان کی والدہ ام ایمن اور ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہم کو لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔

۱؎ فتح الباری، ج ۷ ص ۲۶۳ کتاب المناقب، باب مقدم النبی واصحابہ المدینہ

رقیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اپنے شوہر کے ساتھ اس سے پہلے ہجرت کر چکی تھیں اور زینب رضی اللہ عنہا پیچھے رہ گئیں۔ یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بیٹی تھیں۔ یہ ابوالعاص بن ربیع کے عقد میں تھیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

مؤرخین کے بیان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت مدینہ کے بعد اپنے اہل بیت کو مکہ مکرمہ سے لانے کے لیے حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ ابورافع کو بھی بھیجا تھا، لیکن حضرت ابورافع کا اس موقع پر مدینہ منورہ موجود ہونا محل نظر ہے، کیونکہ مؤرخین کے بیان کے پیش نظر غزوہ بدر کے بعد وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ [۱]

ابوداؤد اور مستدرک حاکم کی روایت کے مطابق قریش کے قاصد کی حیثیت سے جب وہ مدینہ منورہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا اظہار و اقرار کیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قاصد کو نہیں روکتا اور عہد شکنی کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اس وقت لوٹ جاؤ۔ اگر تمہارے دل میں اسلام کا جذبہ بدستور باقی رہے تو پھر چلے آنا۔ اس سے بھی ہجرت کے وقت ان کا مدینہ نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چونکہ ابورافع حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آمدورفت ہوتی رہتی تھی، لہٰذا ہجرت مدینہ کے بعد اپنے طور پر ان کا مدینہ منورہ جانا کوئی بعید بات نہیں ہے۔ ہجرت کر کے مدینہ بعد میں جانا ہوا ہے۔ [۲]

عقد مسنونہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا عقد مسنونہ ہجرت مدینہ کے

۱۔ الاستیعاب ج ۱ ص ۸۷ برحاشیہ الاصابہ تحت اسلم۔ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۰۲ باب الکنی حرف الراء، اصابہ ج ۵ ص ۶۷

۲۔ سنن ابوداؤد، ج ۱ ص ۲۷۳ کتاب الجہاد باب وفاء العہد مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۵۹۸

کچھ عرصے بعد وقوع پذیر ہوا۔ اس کی تفصیلات علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۲۲ھ کی کتاب سے پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کرنے کی درخواس پیش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنْتَظِرْ بِهَا الْقَضَاءَ

"حکم الٰہی کا انتظار کریں۔"

علامہ بلاذری کی بیان کردہ روایت میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار ہے۔"

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی یہ درخواست کی، مگر انہیں بھی وہی جواب ملا۔ ان دونوں حضرات نے باہم مشورہ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار، محبوب اور عم زاد بھی ہیں۔ ان سے کہا جائے کہ وہ یہ درخواست پیش کریں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ انہیں ترغیب دی۔ انہیں اپنی بے سروسامانی کی بناء پر ایسا کرنے میں تامل تھا لیکن ان حضرات کے اصرار سے وہ آمادہ ہو گئے۔ دلی خواہش تو ان کی بھی یہی تھی لیکن فطری حیا پیغام بھیجنے میں مانع تھی۔ اب ہمت کر کے حضور انور ﷺ کو پیغام بھیج دیا۔ حضور انور ﷺ نے ان کی استدعا کو شرف قبولیت بخشا اور دریافت فرمایا:

هل عندك شيء فقلت فرسي وبدني.

ترجمہ:...... کیا تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے عرض کیا ایک گھوڑا اور زرہ ہے۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے:

هل عندك شيء؟ قال لا قال فما فعلت الدرع التي سلحتكها.

ترجمہ:...... کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ زرہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

کہاں گئی جو میں نے تمہیں دی تھی۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ درخواست پیش کرنے کا ارادہ کیا۔

فقلت واللہ مالی من شیءٍ

ترجمہ:......میں نے کہا خدا کی قسم! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔

بہرحال میں نے استدعا کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے عرض کیا کچھ بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ زرہ کہاں گئی جو میں نے فلاں موقع پر تمہیں دی تھی؟ میں نے عرض کیا وہ تو میرے پاس موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فاعطها ایاها

''بس وہی لے آؤ۔''

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ان دونوں روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ پہلی روایت میں نفی سے مراد نقد درہم و دینار ہیں اور دوسری روایت میں دو چیزوں کی موجودگی کا اقرار ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑا تو جہاد کے لیے ضروری ہے، البتہ زرہ فروخت کر دو۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے وہ زرہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ۴۸۰ درہم میں خرید لی اور پھر زرہ ہدیۃً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واپس دے دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ رقم اور زرہ لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا دو تہائی خوشبو وغیرہ پر صرف کرو اور ایک تہائی سامان شادی اور دیگر اشیائے خانہ داری پر خرچ کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ ابو بکر، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ۔ اسی اثناء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے کی سی کیفیت طاری ہوئی۔ جب وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قد امرنی ربی بذلك

''مجھے اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔''

طبرانی کی روایت میں ہے:

ان الله امرنی ان ازوج فاطمة من علی

''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ فاطمہ کا عقد علی سے کردوں۔''

ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب وحی کی کیفیت جاتی رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ رَبِّيْ أَمَرَنِيْ أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ۔

ترجمہ:...... مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کا نکاح علی سے کردوں۔

جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِهٖ الْمَعْبُوْدِ بِقُدْرَتِهٖ۔ الْمُطَاعِ الْمَرْهُوْبِ مِنْ عَذَابِهٖ وَسَطْوَتِهٖ۔ اَلنَّافِذُ اَمْرُهٗ فِيْ سَمَائِهٖ وَاَرْضِهَا۔ اَلَّذِيْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ، وَمَيَّزَهُمْ بِاَحْكَامِهٖ۔ وَاَعَزَّهُمْ بِدِيْنِهٖ وَاَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ اِسْمُهٗ۔ وَتَعَالَتْ عَظْمَتُهٗ جَعَلَ الْمُصَاهِرَةَ سَبَبًا لَاحِقًا۔ اَمْرًا مُفْتَرَضًا وَشَّجَ بِهِ الْاَرْحَامَ وَاَلْزَمَ بِهِ الْاَنَامَ فَقَالَ عَزَّ مَنْ قَائِلٍ۔ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا۔

فَاَمَرَ اللّٰهُ يَجْرِيْ اِلٰى قَضَائِهٖ يَجْرِيْ اِلٰى قَدَرِهٖ۔ وَلِكُلِّ قَضَاءٍ قَدَرٍ۔

وَلِكُلِّ قَدْرٍ اَجَلٌ وَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ۔

ترجمہ:...... اللہ کا شکر ہے جو اپنی نعمتوں کی ہر تعریف و تحسین کا سزاوار ہے اور اپنی قدرت کی وجہ سے عبادت کے لائق ہے۔ اس کا اطاعت گزار اس کے عذاب سے لرزاں و ترساں ہے۔ اس کا حکم زمین و آسمان میں نافذ ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے بنایا۔ اپنے احکام کے ذریعے انہیں الگ الگ کیا۔ انہیں اپنے دین کے ذریعے عزت بخشی اور اپنے نبی کے ذریعے سے عظمت و سربلندی سے بہرہ ور کیا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے شادی بیاہ کو لازم قرار دیا اور اس کے ذریعے رشتے چلائے اور ان لوگوں کے لیے ضروری قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وہی ذات پاک ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور بعض کو بعض کا بیٹا، بیٹی اور داماد بنایا اور تیرا رب ہر چیز پر قادر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہر کام کو قضا و قدر کے تحت کر دیا ہے اور قضا و قدر کا ایک وقت مقرر ہے اور ہر چیز اپنے وقت پر ہی پوری ہوتی ہے اور ہر اجل کے لیے کتاب ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔

خطبہ مسنونہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی بن ابی طالب، فاشھدوا وانی قد زوجتہ علی اربعمائۃ مثقال فضۃ۔

ترجمہ:...... بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کا نکاح علی بن ابوطالب سے چار سو مثال چاندی کے مہر پر کر دوں۔ تم لوگ اس پر گواہ رہنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

ارضیت بذلك

''کیا تجھے منظور ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا "بسر و چشم"۔

قد رضیت بذلك یا رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدیں الفاظ دعا کی۔

جمع الله شملكما واعز جدكما وبارك عليكما واخرج منكما كثيرًا طيبًا۔

ترجمہ:...... اللہ تعالیٰ تم دونوں کو باہم اتفاق عطا فرمائے، تمہاری کوشش میں برکت فرمائے اور تم سے نیک و پاک اولاد پیدا کرے۔

ایجاب و قبول کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے حضور سجدہ شکر ادا کیا۔ پھر ایک طباق میں کھجوریں لائی گئیں جو حاضرین مجلس میں لٹادی گئیں۔ [1]

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبانی واقعہ نکاح کی تفصیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے سیدہ عالم شہزادی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے رشتہ کا عندیہ دیا گیا تو میری خادمہ نے مجھے کہا کہ آپ کو معلوم ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کی بات ہو رہی ہے۔ میں نے کہا نہیں! اس نے کہا اس رشتے کا عندیہ دیا جاچکا ہے۔ آپ کو کیا چیز مانع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاتے تا کہ وہ آپ کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کر دیں۔

میں نے اپنی ناداری کا عذر کیا کہ میرے پاس کیا ہے، جس پر میں نکاح کروں۔ خادمہ کہنے لگی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں تو سہی، وہ آپ سے نکاح کر دیں گے۔ وہ مجھے بار بار امید دلاتی رہی، حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا تو میری آواز بند ہو گئی اور خدا کی قسم! مجھ میں ہمت نہیں تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت اور ہیبت کے آگے کچھ عرض کر سکوں۔

پھر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں آئے ہو کوئی ضرورت ہے تو بتاؤ؟ میں پھر بھی

---

[1] زرقانی شرح مواہب ج ۲ ص ۷ ۳۵ تا ۳۶۴ ذکر تزویج علی بفاطمۃ رضی اللہ عنہا

خاموش رہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے خود ہی فرمایا شاید فاطمہ کے لیے پیغام دینے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مہر کی ادائیگی کے لیے کچھ ہے تمہارے پاس؟ میں نے کہا جی نہیں، خدا کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ زرہ کیا ہوئی جو میں نے تمہیں دی تھی؟ میں نے عرض کیا وہ تو ہے، لیکن وہ جنگ میں حفاظت کے لیے ہے اور وہ بھی محض چار درہم کی ہے۔

حضور انور ﷺ نے فرمایا میں تمہارا نکاح فاطمہ سے کیے دیتا ہوں۔ تم وہ زرہ مہر کے طور پر فاطمہ کو دے دو۔ یہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کا مہر ہوگا۔[1]

ایک روایت میں ہے کہ انصار اور مہاجرین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکاح کا پیغام بھیجنے کی ترغیب دی، جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حرف مدعا زبان پر لائے۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا ''اھلاً ومرحباً'' پھر خاموش ہو گئے۔ باہر صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت منتظر تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں حضور انور ﷺ کا جواب سنایا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارک باد پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا پیغام منظور فرما لیا ہے۔[2]

سیدہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ابوبکر و عمر ط کا مشورہ

خاتون جنت، سیدہ عالم، فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نکاح کی تفصیلات مذہب حق اہل سنت والجماعت کی کتب سے پیش کرنے کے بعد شیعہ کی تائید بھی پیش کی جاتی ہے، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق، امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما سمیت دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی تعلق تھا۔ وہ سب اس پاکباز اور فرشتہ صفت معاشرے کے

---

[1] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۵۴۰، البدایہ والنہایہ، ج ۳ ص ۳۴۲

[2] زرقانی علی المواہب، ج ۲ ص ۳۶۵

افراد تھے، جن کا آپس میں پیار اور بھائی چارہ قائم تھا۔

حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم نے باہم مشورہ سے طے کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا جائے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا اعزاز حاصل کر لیں۔ اگر انہیں کچھ مالی تعاون درکار ہو تو اس کی پیشکش بھی کر دی جائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ یہ تینوں حضرات مشورہ کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے مسجد میں انہیں نہ پایا تو گھر سے دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ اونٹ کے ذریعے پانی نکال کر ایک انصاری کا باغ سیراب کرنے لگے ہیں۔ یہ حضرات باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو آتے دیکھا تو پوچھا کیسے تشریف آوری ہوئی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

خیر و خوبی کی کوئی ایسی خصلت نہیں جس میں آپ کو سبقت اور فضیلت حاصل نہ ہو۔ حضور انور ﷺ کے ساتھ رشتہ میں، صحبت میں اور قبول اسلام میں جو آج کا مقام ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں۔ سرداران قریش نے حضور انور ﷺ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا ہے، لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ آپ اس سعادت کے حصول کے لیے کیوں عرض نہیں کرتے؟ مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس رشتہ کو آپ کے لیے روکے ہوئے ہیں۔

یہ سن کر شیر خدا رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ فرمایا: اے ابوبکر! آپ نے میرے پرسکون جذبات میں ہیجان پیدا کر دیا اور ایک خوابیدہ تمنا کو بیدار کر دیا۔ میں تہہ دل سے اس سعادت کے حصول کا متمنی ہوں، لیکن مفلسی اور تنگ دستی کے باعث اس خواہش کے اظہار کی جرأت نہیں کر سکتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوالحسن ایسی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک دنیا و مافیہا کی قدر و منزلت تو ایک ذرہ برابر بھی نہیں ہے۔

چنانچہ ان حضرات کے مشورہ اور حوصلہ افزائی سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ ان کی عرضداشت شرف قبولیت سے مشرف ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں جلدی سے باہر آیا تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو اپنا منتظر پایا۔ انہوں نے پوچھا کیا خبر ہے؟ میں نے انہیں خوشخبری سنائی تو ان کو بے انداز فرحت اور مسرت حاصل ہوئی اور ہم اکٹھے مسجد میں آ گئے۔ [1]

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رقم سے دو مٹھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیں۔ بازار سے کپڑا وغیرہ جو اثاثہ البیت درکار ہے لے آئے۔ پھر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت لے کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد بازار گئے۔ ان میں سے جو شخص جو چیز خریدتا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے لیتا تھا۔ [2]

نکاح کی تاریخ

تاریخ نکاح کے متعلق مؤرخین نے متعدد اقوال نقل کیے ہیں:

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ بدر سے واپس مدینہ منورہ آنے کے پانچ ماہ بعد رجب میں شہزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا اس وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال تھی۔ [3]

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوہ احد کے بعد ہوا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد کرنے کے چار ماہ پندرہ دن بعد ہوا اور ان کی رخصتی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے نو ماہ پندرہ دن بعد ہوئی۔

---

[1] کشف الغمہ، ج ۱ ص ۲۷۸، ص ۲۸۳ جلاء العیون اردو ج ۱ ص ۱۶۸ ص ۱۶۹

[2] جلاء العیون اردو، ج ۱ ص ۱۷۳

[3] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۳ ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا

نکاح کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ اور پندرہ دن تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت ۲۱ سال ۵ ماہ کے تھے۔[1]

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے چار ماہ پندرہ دن بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اور نکاح کے سات ماہ پندرہ دن بعد رخصتی ہوئی اور نکاح کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پندرہ سال اور پانچ ماہ تھی۔[2]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سیدہ فاطمۃ الزہرا، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تقریباً پانچ سال بڑی تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اوائل محرم ۲ھ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے چار ماہ کے بعد ہوا۔[3]

نکاح کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ اور پندرہ دن تھی۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۲۲ھ رقمطراز ہیں:

شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ۲ھ میں ہوا۔ اوائل محرم یا صفر یا رجب یا رمضان کا مہینہ تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ غزوہ احد کے بعد ۳ھ میں ہوا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد شوال ۲ھ میں ہوا۔ یا ہجرت کے سات ماہ بعد ہوا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی نکاح کے سات ماہ پندرہ دن بعد ہوئی اور یہ شوال کا مہینہ ۳ھ تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ماہ صفر ۲ھ میں نکاح ہوا اور رخصتی ہجرت کے ۲۲ ماہ بعد ذی الحجہ میں ہوئی۔

---

[1] الاستیعاب بر حاشیہ الاصابہ

[2] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۵۲۱

[3] الاصابہ، ج ۴ ص ۳۷۷

آخر میں علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔

ھی اقوال متبایبۃ لایتاتی الجمع بینھما۔ [۱]

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نکاح کے وقت پندرہ سال پانچ ماہ یا پندرہ سال چھ ماہ پندرہ دن تھی۔

اور حضرت علی المرتضیٰ کی عمر ۲۱ سال پانچ ماہ تھی، لیکن ابن اسحاق کے قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر نکاح کے وقت ۲۴ سال ایک ماہ پندرہ دن تھی اور یہی قول راجح ہے۔ [۲]

مہر فاطمہ رضی اللہ عنہا

شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حق مہر بھی باقی تینوں شہزادیوں سیدہ رقیہ، سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہم کے برابر ہی تھا، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ماعلمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئا من نسائہ ولا نکح شیئا من بناتہ علی اکثر من ثنتی عشرۃ اوقیۃ۔ [۳]

ترجمہ:...... میری معلومات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اپنی بیویوں اور نہ ہی اپنی بیٹیوں میں سے کسی ایک کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر کیا۔

ایک روایت میں ہے:

فزوجھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربع ماۃ وثمانین درھما۔

ترجمہ:...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ۴۸۰ درہم مہر میں فرمایا۔ [۴]

۱۔ زرقانی علی مواہب، ج ۲ ص ۳۵۷ تزویج فاطمہ رضی اللہ عنہا ج ۴ ص ۳۳۳ ذکر اولاد الکرام

۲۔ زرقانی ۳ علی مواہب ج ۲ ص ۳۵۸

۳۔ ترمذی ج ۱ ص ۲۱۳۲، ابواب النکاح باب ماجاء فی مہور النساء

۴۔ الاستیعاب، ج ۲ ص ۷۴۳ تاریخ خمیس، ص ۳۶۱

مفتی عبدالرحیم لاجپوری کا فتویٰ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جو مہر مقرر کیا تھا اسے مہر فاطمہ کہتے ہیں۔ وہ چار سو مثقال چاندی تھی۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے، لہٰذا چار سو مثقال کی مقدار ایک سو پچاس تولہ چاندی ہوتی ہے۔

مظاہرہ حق میں ہے ''اور مہر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چار سو مثقال چاندی کا ہے جس کے ڈیڑھ سو روپیہ (یعنی تولہ) ہوئے۔'' (مظاہر حق، ج ۳ ص ۱۴۵ کتاب النکاح باب الصداق)

(اس زمانہ میں روپیہ چاندی کا ہوتا تھا اور اس کا وزن تقریباً ایک تولہ ہوتا تھا اس لیے ڈیڑھ سو روپیہ یعنی ڈیڑھ سو تولہ ہوا)۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہم کا فتویٰ

سوال:...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر کتنا تھا جس کو مہر فاطمی کہتے ہیں؟

جواب:...... ۴۰۰ مثقال جو کہ ہمارے حساب سے ڈیڑھ سو تولہ چاندی ہے۔

(ماہنامہ نظام جولائی ۱۹۶۵ء مطابق ربیع الاول ۱۳۸۵ھ ص ۴۰ باب الاستفسار)

حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

''مہر فاطمہ کی مقدار چار سو مثقال وارد ہے۔ مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہے، لہٰذا کل وزن ۱۵۰ تولہ ہوا اور اتنی چاندی کی قیمت مروجہ دیکھنی چاہیے۔''

حضرت مولانا صدیق احمد باندوی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ڈیڑھ سو تولہ چاندی تھی۔

حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی مدظلہ، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی صحیح مقدار

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر راجح قول یہ ہے کہ چار سو مثقال چاندی مقرر کیا گیا تھا، جس کا وزن تقریباً ۱۵۰ تولہ ہوتے ہیں۔ (معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں، ص ۵۳ مطبوعہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ)

مہر فاطمہ کی مقدار میں (تولہ کے اعتبار سے) دیگر اقوال بھی ہیں، چنانچہ صرف مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''اور مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم (کمافی عامۃ روایات الحدیث) اس کی مقدار تولہ کے حساب سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ ہوتی ہے۔'' (اوزان شرعیہ ۱۰، جواہر الفقہ، ج ۱ ص ۴۲۴)

اور آپ ہی کا دوسرا فتویٰ ہے۔

''مہر فاطمی کی مقدار پانچ سو درہم ہے، جس کا وزن رائج الوقت ایک سو پینتالیس تولہ دس ماشہ ہوا۔''

(فتاویٰ دار العلوم، امداد المفتیین، ج ۳، ص ۲۰۱ خیر الامور فی مقدار المہور) مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

یہ تین اقوال ہیں، ان میں سے جس پر عمل کرنا چاہے کر سکتا ہے، مگر بہتر اور احتیاط اس میں ہے کہ ایک سو پچاس تولہ چاندی مہر مقرر کی جائے (اور آج کل کے نئے تول کے اعتبار سے ایک تولہ ۶۶۴ ملی گرام۔ ۱۱ گرام کا ہوتا ہے تو ۱۵۰ تولہ کے تقریباً ۶۰۰ ملی گرام۔ ۱۷۴۹ گرام ہوتے ہیں۔ کسری پوری کر کے ۱۷۵۰ گرام شمار کیے جائیں) اگر مہر میں ۱۵۰ تولہ چاندی (یا آج کے نئے تول کے اعتبار سے ۱۷۵۰ گرام چاندی) مقرر کی جائے، یہی بہتر ہے۔[1]

---

[1] فتاویٰ رحیمیہ، ج ۶ ص ۴۴۴ تا ۴۴۵

خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا جہیز

شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی، خاتون جنت سیدہ عالم فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو شادی کے موقع پر جو سامان دیا گیا وہ مختصر اور حسب ضرورت تھا۔ وہ آج کل کے رواج پرست مسلمانوں کے لیے ایک درس عبرت اور قابل تقلید نمونہ ہے۔ اس میں نہ تو آرام دہ ماڈرن قسم کا بیڈ تھا، نہ بھانت بھانت کے برتنوں کی چھنکار۔

پہلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں تھے اور ان کا کوئی علیحدہ گھر نہ تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا گھر بسانے کے لیے کچھ ضروری سامان اس موقع پر عنایت فرمایا تھا، جس میں ایک چادر، ایک مشکیزہ، چمڑے کا ایک گدا، جس میں اذخر کی گھاس بھری ہوئی تھی۔ یہ سامان مروجہ جہیز کی قسم سے نہ تھا۔ اس لیے جہیز کا ثبوت نہ ازواج مطہرات کے کسی نکاح میں ہے، نہ دیگر بنات طاہرات رضی اللہ عنہن کے نکاح کے موقع پر آپ نے کچھ دیا ہے اور نہ ہی اہل عرب میں اس کا رواج تھا۔[۱]

عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما زوجہ فاطمۃ بعث معھا بخمیلۃ ووسادۃ من ادم حشوھا لیف ورحیین وسقاء وجرتین۔[۲]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہیں جہیز میں ایک بڑی چادر، ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال یا اذخر (خوشبودار گھاس) سے بھرا ہوا تھا، ایک چکی اور ایک مشکیزہ اور دو گھڑے دیئے تھے۔

ایک روایت میں ہے:

جھز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فی خمیل وقربۃ ووسادۃ

۱؎ معارف الحدیث، ج ۸، ص ۳۴۹

۲؎ مسند امام، ج ۱ ص ۱۰۴

خشوها اذخر۔[۱]

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک چادر ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں اذخر کی گھاس بھری ہوئی تھی جہیز میں عنایت فرمائی۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے:

سریر مشروط، ووسادة من ادم حشوها لیف۔ وتور من ادم وقربة۔[۲] وبردین ورحائین وسقاء وجلاتین۔[۳]

ترجمہ:......ایک پلنگ، ایک گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک چمڑے کا بڑا پیالہ اور مشکیزہ، دو چادریں، دو چکیاں اور دو گھڑے۔

حضرت عطاء کی روایت میں ہے:

بعث معها بخمیلة ووسادة آدم حشوها لیف۔ ورحاءین وسقاءین۔[۴]

ترجمہ:......ایک چادر، ایک گدا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی۔ دو چکیاں اور دو گھڑے۔

سسرال آمد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سرور کائنات ﷺ کے مکان سے کچھ فاصلہ پر ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا۔ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر اسی گھر کی ملکہ بنیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنی سوتیلی اولاد کے ساتھ نہایت مشفقانہ برتاؤ تھا۔ ایک حقیقی ماں کی طرح ان سے سلوک فرماتی تھیں۔ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کے جہیز کی تیاری اور

---

۱ سنن نسائی، ج ۲، ص ۷۵ کتاب النکاح، باب جہاز الرجل ابنتہ

۲ طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۴

۳ طبقات ابن سعد ۲۵۵

۴ الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۹

درستی میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھرپور حصہ لیا۔ خود فرماتی ہیں "میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے کوئی اچھی شادی نہیں دیکھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکان لیپا، بستر لگایا، اپنے ہاتھ سے کھجور کی چھال دھن کر تکیے تیار کیے۔ چھوہارے اور منقی دعوت میں پیش کیے۔ لکڑی کی الگنی تیار کر کے دیوار میں لگائی تاکہ پانی کی مشک اور کپڑے لٹکائے جائیں۔ [1]

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے معیت میں خاتون جنت سیدہ عالم حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا پیدل چل کر سسرال تشریف لے گئیں۔ نہ تو کوئی ڈولی تھی نہ سواری، نہ پالکی تھی اور نہ ہی کوئی اور پُرتکلف اور آرام دہ گاڑی تھی۔

جب خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر شوہر کے گھر جانے لگیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا انتظار کیجیے، چنانچہ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ گھر جا کر ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی ایک طرف جا بیٹھیں۔ نماز عشاء کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا دروازہ کھولنے آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔

اھھنا أخی۔ میرا بھائی رضی اللہ عنہ اس مکان میں ہے؟

ام ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کیسے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی صاحبزادی کا ان سے نکاح کیا ہے؟

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، مواخات اور دین کے اعتبار سے وہ میرا بھائی ہے، نسبت اور رضاعت کے لحاظ سے نہیں۔ دینی بھائی ہونا بیٹی کے رشتہ کے منافی نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کیا اسماء بنت عمیس بھی یہاں موجود ہیں؟ کیا

[1] سنن ابن ماجہ، ص ۱۳۱

وہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کے لیے آئی ہیں؟ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔"جی ہاں۔" اور وہ جگر گوشہ رسول کی تعظیم وتکریم کے لیے آئی ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دعائے خیر سے نوازا اور پانی طلب فرمایا۔ لکڑی کے پیالے یا کسی اور برتن میں پانی پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی اپنے منہ مبارک میں لے کر پھر برتن میں ڈال دیا، یا اس میں اپنا دست مبارک دھو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سامنے بلایا اور ان کے دونوں شانوں، بازوؤں اور سینہ پر وہ پانی چھڑک دیا۔ پھر سیدہ عالم فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ وہ شرماتی، لڑکھڑاتی آئیں تو ان پر بھی پانی چھڑک دیا، فرمایا:

"جان پدر! میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل شخص سے تمہارا عقد کیا ہے۔"[1]

ایک روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما ہوئے، ایک برتن میں پانی طلب فرمایا، اس میں وضو کیا اور وہ پانی سیدہ رضی اللہ عنہا کے سر و سینہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر اور بازوؤں پر چھڑکا اور دعائے خیر سے نوازا۔

الٰہی! ان کی نسل میں برکت عطا فرما اور ان کی حفاظت فرما۔[2]

خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے شب عروسی "جس محل سرائے" میں بسر فرمائی اس کی کچھ کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی جس "محل سرائے" میں قدم رنجہ فرما ہوئیں۔ اس میں نہ تو "حجلہ عروسی" کی تزئین و آرائش کی گئی تھی، نہ چراغاں ہوئی، نہ زرق و برق جھنڈیوں سے مکان کو آراستہ و پیراستہ کیا گیا، بلکہ وہاں تو "فرش خاکی پر بھیڑ کی کھال کا مخملی بچھونا تھا" اس عبرت انگیز کیفیت کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

لقد تزوجت فاطمة، ومالی ولها فراش غیر جلد کبش، ننام علیه

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۴

[2] زرقانی علی المواہب، ج ۲ ص ۳۶۰

باللیل ونعلف علیہ الناضح بالنہار۔ ومالی ولہا خادم غیرھا۔[۱]

ترجمہ:...... سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے میں نے نکاح کیا تو میرے گھر میں بکری کی ایک کھال کے سوا کچھ نہ تھا، رات وہ ہماری خوابگاہ ہوتی اور دن کو اسی پر ہم اپنے شتر کو چادر ڈالتے تھے۔

دعوت ولیمہ

خاتون جنت، سیدہ عالم شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے بعد سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دعوت ولیمہ کا اہتمام فرمایا۔

کانت ولیمتہ آصعامن شعیر وتمر وحیس والحیس، التمر والاقط۔[۲]

وکبش من عند سعد، واصع ذرۃ من عند جماعۃ من الانصار۔[۳]

ترجمہ:...... جو کا آٹا، کھجور، پنیر، گھی وغیرہ سب کو ملا کر ملیدہ یعنی حلوہ بنالیا گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا دنبہ ذبح کرلیا اور انصار نے بھی جو کچھ دستیاب تھا لا کر پیش کر دیا۔

حضرت فاطمہ بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

ولقد اولم علیّ علی فاطمہ، فما کانت ولیمۃ فی ذلک الزمان افضل من ولیمتہ۔[۴]

ترجمہ:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کی دعوت ولیمہ جیسی بہترین اور عمدہ دعوت ولیمہ ہم نے اپنے زمانے میں کسی کی اور نہیں دیکھی۔

---

۱ طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۳

۲ مواہب الدنیہ مع زرقانی، ج ۲ ص ۳۶۶

۳ زرقانی شرح مواہب، ج ۲ ص ۳۸۶

۴ طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۴ مواہب الدنیہ مع زرقانی، ج ۲ ص ۲۶۶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں پسند کرتا ہوں کہ میری امت کے لیے نکاح کے وقت کھانا سنت ہو۔ اے بلال! تم ایک بکری اور چار مد غلہ لے کر کھانا تیار کرو، جب کھانا تیار ہو گیا تو ایک بڑے پیالے میں ڈال کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالے پر دست مبارک رکھا اور بلال سے کہا مہاجرین اور انصار کو کھانے کے لیے بلاؤ۔ فرمایا جب ایک جماعت کھانا کھا لے تو دوسری جماعت گھر میں داخل ہو۔ چنانچہ ایک گروہ کے بعد دوسرا گروپ آتا گیا، یہاں تک سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے۔

جو کھانا بچ گیا تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی، پھر بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ یہ کھانا اپنی ماؤں (امہات المومنین رضی اللہ عنہن) کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو وہ خود بھی کھائیں اور جو عورتیں ان کے پاس آئی ہوئی ہیں، انہیں بھی کھلائیں۔ [1]

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں نے اپنی صاحبزادی اپنے چچا کے بیٹے کے نکاح میں دے دی ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ اس کا جو رتبہ میرے نزدیک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی لخت جگر کی رخصتی کرنے لگا ہوں، تم اسے تیار کر دو۔ چنانچہ عورتوں نے سیدہ عالم، خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو خوشبو میں بسایا، اپنی خوشبو سے یعنی جس طرح کی عمدہ خوشبو عورتوں کے پاس تھی وہ خوب لگائی اور سیدہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس سے کپڑے زیب تن کیے اور اپنے زیورات میں سے سیدہ رضی اللہ عنہا کو زیور بھی پہنایا۔ جب ''دلہن'' کو تیار کر دیا تو سب عورتیں چلی گئیں لیکن اسماء بنت عمیس رک گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے رکنے کا سبب دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی خبر گیری کروں گا، جب جوان لڑکی

[1] معجم طبرانی، کبیر ج ۲۲ ص ۴۱۰، مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۰۴، شفا قاضی عیاض، ج ۱ ص ۱۴۹

شوہر کے پاس بھیجنے کی رات ہوتی ہے تو ضروری ہے کہ کوئی عورت اس کے قریب ہو۔ اگر اسے کوئی حاجت درپیش ہو یا کسی کام کا ارادہ کرے تو اس سے تعاون کر سکے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا دی۔

''اے اللہ! تو اس کی حفاظت فرما، ان کے آگے اور پیچھے سے۔ ان کے دائیں سے اور بائیں سے شیطان مردود کے شر سے۔''[1]

عرب میں یہ عام دستور تھا کہ دلہن کو مستعار زیور اور پوشاک سے تیار کر لیا جاتا تھا بلکہ بسا اوقات سفر پر جاتے ہوئے بھی خواتین کسی سے زیور مانگ کر زیب گلو کر لیتی تھیں اور عام استعمال میں آنے والا سادہ لباس جسے آج کے معاشرہ میں کوئی وقعت نہ دی جاتی وہی دلہن کی زیبائش کی موجب ہوتا تھا۔

ابن ایمن رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں سیدہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا قطر کی قمیص (یمن کا ایک دبیز کھردرا کپڑا) پہنے ہوئے تھیں، انہوں نے مجھ سے فرمایا میری اس باندی کو دیکھنا، اسے گھر میں رہتے ہوئے بھی یہ کپڑا پہننے سے انکار ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میرے پاس اسی کپڑے کی ایک قمیص تھی، جب کوئی لڑکی دلہن بنائی جاتی تو میرے یہاں آدمی بھیج کر وہ قمیص منگا لیتی تھی۔[2]

نیا گھر

خاتون جنت سیدہ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا سسرال منتقل ہو جانے کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا تمہارا گھر قدرے دور ہے، مجھے آنے جانے میں تکلیف ہوتی ہے۔ میں تمہیں اپنے گھر کے قریب منتقل کرنا چاہتا ہوں۔

سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و جوار میں حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ

[1] معجم طبرانی، ج ۲۲، ص ۴۱۰ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۴۴ الشفا قاضی عیاض ج ۱ ص ۱۹۴

[2] بخاری شریف، ج ۱ ص ۳۵۸ کتاب الہبہ، باب الاستعارۃ للعروس عند البناء

کے کئی مکانات ہیں۔ آپ ﷺ ان سے فرمائیے وہ کوئی نہ کوئی مکان خالی کر دیں گے۔

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک متمول انصاری تھے اور کئی مکانات کے مالک تھے، جب سے حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے وہ اپنے کئی مکانات حضور ﷺ کی نذر کر چکے تھے۔ جب سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے حارثہ رضی اللہ عنہ کے مکان کے لیے آپ ﷺ سے التماس کی تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ "جان پدر! حارثہ سے اب کوئی مکان مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے، وہ پہلے ہی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنوی کے لیے کئی مکانات دے چکے ہیں۔"

حضور انور ﷺ کا ارشاد سن کر سیدہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں۔ دھیرے دھیرے یہ خبر حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب بلانا چاہتے ہیں لیکن مکان نہیں مل رہا۔ وہ نہایت مخلص اور ایثار پیشہ آدمی تھے۔ یہ خبر سنتے ہی بے تاب ہو گئے اور دوڑتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! مجھے معلوم ہوا کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کسی قریب مکان میں لانا چاہتے ہیں۔ میں یہ مکان جو آپ ﷺ کے کاشانہ اقدس کے متصل ہے، پیش کرتا ہوں۔ آپ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا لیجیے۔ میرے آقا ﷺ! میری جان و مال آپ ﷺ پر قربان ہے۔ خدا کی قسم! جو چیز حضور ﷺ مجھ سے لیں گے، مجھے اس کا آپ ﷺ کے پاس رہنا زیادہ محبوب ہوگا بہ نسبت اس کے کہ وہ میرے پاس رہے۔"

سرور دو عالم ﷺ نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے جذبہ ایثار کی تحسین فرمائی اور ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور مزید فرمایا "حارثہ تم سچ کہتے ہو۔"

اس کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ والے قریبی مکان میں قیام پذیر ہو گئے۔[1]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۵۳، الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷

اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا محمّد النّبی الاُمّی وازواجہ امّھات المؤمنین وذریتہ واھل بیتہ کما صلّیت علیٰ ابراھیم انّک حمید مجید

خانگی امور میں تقسیم کار

ازدواجی زندگی میں امور خانہ داری کی بڑی اہمیت ہے، جب تک سلیقہ اور دانش مندی سے سرانجام نہ پائیں، تب تک گھریلو نظام درست نہیں رہتا اور گھر کا سکون وراحت بھی مفقود ہو جاتا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خانگی امور کی تقسیم اس طرح فرمادی کہ اندرون خانہ سارا کام کاج سیدہ عالم رضی اللہ عنہا انجام دیں اور بیرون خانہ کے فرائض حضرت علی رضی اللہ عنہ بجالائیں اور یہ ہی منشاء خداوندی بھی ہے۔ اللہ جل مجدہ نے کسب معاش کی ذمہ داری مرد کے قوی کندھوں پر ڈالی اور صنف نازک عورت کو بچوں کی پراخت ونگہداشت اور گھریلو کام کا انچارج بنادیا۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ۔

ترجمہ:...... اور مائیں اولاد کو دودھ پلائیں اور والد کے ذمہ اولاد کی خوراک اور پوشاک ہے۔

توسیدہ عالم رضی اللہ عنہا کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ضابطہ طے فرمادیا ہے۔

قطى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابنته فاطمة بخدمة البيت. وقطى على على بما كان خارجًا من البيت من الخدمة.[1]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے کام کاج کی خدمت سیدہ رضی اللہ عنہا کے سپرد فرمائی اور بیرون خانہ جملہ کام سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انجام دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس تقسیم کار کی کیفیت اپنی والدہ مکرمہ سے عرض کرتے ہیں۔

''فاطمہ'' کے لیے بیرون خانہ کام کاج کی ضروریات میں پوری کروں گا اور گھر کے لازمی کام میں فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے لیے کفایت کرے گی، یعنی آٹا پیسنا، آٹا گوندھنا اور

[1] حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۱۰۴ ذکر ضمرۃ بن حبیب

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

روٹی پکانا وغیرہ۔[1]

خادم کے لیے استدعا

خاتون جنت، سیدہ عالم شہزادی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نہایت متقی، صابر، قانع اور دیندار خاتون تھیں۔ گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں۔ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے۔ گھر میں جھاڑو دینے اور چولہا پھونکنے سے کپڑے میلے ہو جاتے تھے، لیکن ان کے ماتھے پر بل نہیں آتا تھا۔ گھر کے کاموں کے علاوہ عبادت کثرت سے کرتی تھیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سلطان الفقراء تھے۔ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے بھی فقر و فاقہ میں ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ وہ بھی اپنی پرہیزگار عفت مآب، پاک دامن زوجہ مکرمہ کے تھکاوٹ کے آثار دیکھتے اور دل ہی دل میں کڑھتے رہتے تھے۔ آخر مشورہ دیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خادم کی استدعا کی جائے، جیسا کے روایت میں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چکی پیسنے کی اپنی دشواریوں کی شکایت کی۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں، اس لیے وہ بھی ایک خادم کی درخواست لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ تھے۔ اس لیے شرف باریابی حاصل نہ ہوئی۔ اپنی والدہ محترمہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنا وکیل بنا کر لوٹ آئیں۔

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے سامنے ان کی درخواست پیش کر دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یوں ہی لیٹے رہو۔ پھر آپ ہمارے درمیان میں آ کر بیٹھ گئے اور

[1] الاصابہ، ج ۴ ص ۳۸۰ ذکر فاطمہ بن اسد سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ۲ ص ۹۱

اتنے قریب ہو گئے کہ میں نے آپ کے دونوں قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جان پدر! جو کچھ تم نے مانگا ہے میں تمہیں اس سے بہتر بات کیوں نہ بتاؤں، جب تم دونوں اپنے بستر پر لیٹ جاؤ تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ، الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ عمل اس سے بہتر ہے جو تم دونوں نے مانگا ہے۔[1]

ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے:

ابن اعبد کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تجھے اپنا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ضرور بتائیں۔ حضرت کہنے لگے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں سب گھر والوں سے زیادہ محبوب تھیں۔ چکی پیسنے سے ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے اور پانی کا مشکیزہ اٹھانے سے سینے پر داغ پڑ گئے۔ جھاڑو دینے اور گھر میں صفائی کرنے سے کپڑے گرد آلود ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی، لونڈی، غلام آئے ہیں۔ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اپنے عالی مرتبت والد کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک خادم آپ بھی لے لیں۔

پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو وہاں کچھ لوگوں کو باتیں کرتے پایا تو وہ شرم کے مارے لوٹ آئیں۔

اگلے روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمایا۔ جان پدر کیسے آنا ہوا تھا؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں، کوئی جواب نہ عرض کر سکیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! چکی پیسنے سے اس کے ہاتھ آبلہ آلود ہو گئے ہیں، مشکیزہ اٹھاتے سینہ پر نشان پڑ گئے ہیں۔ پس جب آپ کے پاس خادم آئے ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک خادم طلب کریں، تا کہ مشقت سے بچ جائیں۔

---

[1] صحیح بخاری، ج۱ ص ۴۳۹ کتاب الجہاد، باب الدلیل علی ان الخمس للواہب

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَهْلِ بَیْتِہٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اتقی اللہ یافاطمۃ وادی فریضۃ ربك اعملی عمل اھلك۔ فاذا اخذت مضجعك فسبحی ثلاثا وثلثین۔ واحمدی ثلاثا وثلثین وکبری اربعا وثلثین۔ فتلك مائۃ۔ فھی خیر لك من خادم قالت رضیت عن اللہ وعن رسولہ۔

ترجمہ:...... لخت جگر! تقویٰ اختیار کرو۔ رب تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرو اور گھر کا کام کاج بھی انجام دو۔ میں تمہیں خادم سے کہیں بہتر وظیفہ بتائے دیتا ہوں۔ جب تم بستر پر لیٹ جاؤ تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی اور خوش ہوں۔

عطاء بن سائب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

واللہ! لقد سقوت حتی قد اشتکیت صدری۔ وقد جاء اللہ اباك بسبی فاذھبی فاستخدمیہ۔ فقالت وانا واللہ قد طعت حتی مجلت یدای۔

ترجمہ:...... قسم بخدا! پانی بھرتے ہوئے تھک جاتا ہوں اور میرے سینہ میں درد ہونے لگا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد کو قیدی دیئے ہیں۔ تم جاؤ اور ان سے ایک خادم مانگ لو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ خدا کی قسم میں تھک جاتی ہوں اور میرے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں۔

پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، مگر سیدہ عالم رضی اللہ عنہا پر حیا کا غلبہ ہو گیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی نہ مانگ سکیں اور لوٹ گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہوا؟ تو سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے شرم آ گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے مانگوں۔ پھر

دونوں ڈرتے ڈرتے، شرماتے شرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اوراپنے حال کی شکایت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خادم مانگا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں اصحاب صفہ کو چھوڑ کر تمہیں غلام کیسے دے سکتا ہوں، اصحاب صفہ جن کے پیٹ بھوک سے سوکھے جارہے ہیں اور میرے پاس ان کے خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ میں ان غلاموں کو فروخت کر کے اس رقم کو اصحاب صفہ پر خرچ کروں گا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس لوٹ گئے۔ بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ یہ دونوں اپنے بستر میں جاچکے تھے اور انہوں نے اپنے اوپر ایسی چادر لی ہوئی تھی، جس سے اگر سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہوجاتے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر دونوں کھڑے ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی جگہ رہو۔ پھر ارشاد فرمایا: میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں جو تم مجھ سے مانگ رہے تھے۔ دونوں نے کہا ضرور ارشاد فرمائیے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے کچھ کلمات مجھے بتائے ہیں، تم انہیں اختیار کرلو۔ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور دس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہو۔ اور جب رات کو بستر پر آؤ تو ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے: خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد میں نے یہ تسبیح کبھی نہیں چھوڑی۔ [1]

سنن ابوداؤد میں ہے:

ام الحکم بنت الزبیر بن عبدالمطلب یا ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب، ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سے قیدی ملے ہیں۔ تو میں اور میری بہن

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۵، الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۹ حلیۃ الاولیا، ج ۲ ص ۴۱ ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا

اور فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے تنگی و ترشی احوال کی شکایت کی اور آپ سے خادم طلب کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدر کے یتیم تم سے زیادہ حقدار ہیں۔

البتہ میں تمھیں اس سے بہتر چیز بتا دیتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ایک مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھ لیا کرو۔[1]

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی المتوفی ۱۴۰۲ھ۔ اس حدیث مبارکہ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور پر ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر ایک ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھیں (اور ایک مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھ لیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا۔ اس کی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کے لیے دنیوی مشقت اور تکلیف قابل التفات نہیں ہے۔

اس کو ہر وقت آخرت اور مرنے کے بعد راحت و آرام کی فکر ضروری ہے، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ کرہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا۔ اور ان تسبیحات کا آخرت میں

[1] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۵، الاصابہ ج ۴، ص ۳۷۹ حلیۃ الاولیاء، ج ۲ ص ۴۱ ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا

زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات سے ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے۔ دنیوی منافع بھی ان میں رکھے ہیں، اللہ کے پاک کلام میں اور اس کے رسول کے پاک کلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں، جن میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے زمانہ میں مومنوں کی غذا فرشتوں کی غذا کی مانند ہوگی، یعنی تسبیح و تقدیس (سُبْحَانَ اللہِ وغیرہ الفاظ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کردیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پیے صرف اللہ کے ذکر پر گزارہ ممکن ہو سکتا ہے اور دجال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا میسر ہوجانا کچھ مشکل نہیں۔ اس لیے جن بزرگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا بلا غذا کے وہ کئی کئی دن گزار دیتے تھے، ان میں کوئی وجہ انکار کی نہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو۔ یہ اس کو بجھا دیتی ہے۔

حصن حصین میں ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو۔ یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو، تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللہِ ۳۳ مرتبہ، اَلْحَمْدُ لِلہِ ۳۳ مرتبہ اور اَللہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھے۔ یا تینوں کلمات ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک کلمہ ۳۴ مرتبہ پڑھ لے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان احادیث سے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں۔ یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے اس کو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب نہیں ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے، یعنی تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان تسبیحات کا سوتے وقت پڑھنا ازالہ تکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے۔

ان تسبیحات کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحات جتنی مفید، کارآمد اور نافع ہوں گی۔ دنیا میں خادم اتنا کارآمد اور نافع نہیں ہوسکتا اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ ان تسبیحات کی وجہ سے کام پر جس قدر قوت اور ہمت ہوسکتی ہے۔ خادم سے اتنا کام نہیں ہوسکتا۔

ایک حدیث میں ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ دونوں بہت سہل ہیں، لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ ایک یہ کہ ان تسبیحات کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں ایک سو پچاس ہوئیں، لیکن اعمال کے ترازو میں پندرہ سو ہوں گی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھے تو یہ ۱۰۰ مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔

کسی شخص نے پوچھا۔ یارسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ ان پر عمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے فلاں ضرورت اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا تو وہ اِدھر اُدھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جس کی وجہ سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔

ان احادیث میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار اور دو جہاں کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں، حتیٰ کہ ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔ خود ہی پانی بھر کر لاتیں، حتیٰ کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہوگئے۔ خود ہی گھر کے

جھاڑو وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے، آٹا گوندھنا، روٹی پکانا، غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں۔ اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے۔ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو ان کے نام لیوا۔ ان کے نام پر فخر کرنے والوں کو زندگی اس کے آس پاس بھی نہ ہو۔ چاہیے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل، ان کی مشقت آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی، مگر افسوس کہ یہاں اس کے آس پاس بھی نہیں۔[1]

---

[1] فضائل ذکر، ص ۵۸۱ تا ۵۸۳

مادراں را اسوۂ کامل بتول

خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا

بنت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے حضور شاعر مشرق، حکیم الامۃ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے گلہائے عقیدت

مزرع تسلیم را حاصل بتول رضی اللہ عنہا
مادراں را اسوۂ کامل بتول



بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت
با یہودی چادر خودرا فروخت



نوری وہم آتشی فرماں برش
گم رضایش در رضائے شوہرش



آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآں سرا



گریہ ہائے اور زبالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بدامانِ نماز



اشک اوبر چید جبریل امین
ہم چو شبنم ریخت بر عرش بریں



رشتۂ آئین حق زنجیر پا ست
پاس فرمان جناب مصطفیٰ ﷺ ست



ورنہ گردِ تربتش گردیدے
سجدہ ہا بر خاک او پاشیدے



ترجمہ

٭......حضرت سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کی شان یہ ہے کہ وہ تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل اور ماؤں کے لیے تقلید کا مکمل اور بہترین نمونہ ہیں۔

٭......ایک محتاج کی خاطر ان کا دل ایسا تڑپا کہ اس کی اعانت کے لیے ایک یہودی کے پاس اپنی چادر فروخت کر دی۔

٭......نوری بھی اور ناری بھی سب ان کے فرماں بردار تھے۔ انہوں نے شوہر کی رضا میں اپنی رضا گم کر دی۔

٭......انہوں نے صبر و رضا کے ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی کہ چکی چلاتی رہتی تھیں اور لب ہائے مبارک پر قرآن کی تلاوت جاری ہوتی تھی۔

✿......ان کا گریہ تکیہ سے بے نیاز تھا، وہ اپنے آنسوؤں کے موتی جائے نماز پر گرایا کرتی تھیں (کیونکہ ان کی راتیں بستر پر نہیں بلکہ مصلیٰ پر گزرتی تھیں)۔

✿......ان کے آنسو جبرائیل امین علیہ السلام زمین سے چنتے تھے اور قطرات شبنم کی طرح انہیں عرش بریں پر ٹپکا دیتے تھے۔

✿......میرے پاؤں میں شریعت کے رشتے کی زنجیر پڑی ہوئی اور جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا پاس ہے۔

✿......ورنہ ان کی تربت کا طواف کرتا اور اپنے سجدے اس کی خاک پر نچھاور کرتا۔



سیدہ عالم فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے احوال کے منظر کشی علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کس احسن انداز سے کی ہے:

افلاس سے تھا سیدہ کا یہ حال
گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا

گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں
چکی پیسنے کا جو دن رات کام تھا

سینہ پر مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار
گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا

اَٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے
جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح و شام تھا

آخر گئیں جناب رسول خدا ﷺ کے پاس
یہ بھی کچھ اتفاق وہاں اذنِ عام تھا

محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاس حیا کا مقام تھا

پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضور ﷺ نے
کل کس لیے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا

غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں
حیدر نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا

ارشاد یہ ہوا کہ غریبان بے وطن
جن کا کہ صُفّہ نبوی میں قیام تھا

میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز
ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا

جو جو مصیبتیں کہ ان پر گزرتی ہیں
میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا

کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا

خاموش ہو کے سیدہ پاک رضی اللہ عنہا رہ گئیں
جرأت نہ کرسکیں کہ ادب کا مقام تھا

یوں کی بسر ہر اہل بیت مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دختر خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم تھا



سیدہ رضی اللہ عنہا کا زہد وتقویٰ

خاتون جنت سیدہ عالم سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا مخلص عبادت گزار، زہد وتقویٰ کی پیکر۔ دنیا اور اس کی آسائشوں اور آرائشوں سے بے پرواہ اور بے نیاز تھیں۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ایسے روشن واقعات وکردار کتنے ہی ہیں جو برکت اور نور کا فیضان ہیں اور ان کے زہد قناعت، ورع وتقویٰ اور خشیت الٰہی کے حامل اور رضائے الٰہی کے حصول کا موجب ہیں۔

علامہ شمس الدین الذہبی، المتوفی ۷۴۸ھ بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو اس وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں ایک سونے کا ہار تھا۔ شفیق ورحیم والد ماجد نے فرمایا۔ فاطمہ کیا تمہیں اچھا لگے گا کہ لوگ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے گلے میں آگ کا ہار ہے؟ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو چلے گئے، لیکن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہار بیچ کر اس کے بدلے ایک غلام خرید لیا اور اسے آزاد کردیا۔ جب یہ خوش کن خبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو فرمایا۔

''اللہ کا شکر ہے، جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آگ سے نجات عطا فرمائی۔''[۱]

---

[۱] سیر اعلام النبلاء، ج ۲ ص ۱۲۳

زہد و ورع اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا یہ بے مثال کردار ہے۔ سید الزہاد اور سید الورعین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ تربیت کا اثر صاحبزادی میں نمایاں تھا۔

خاتون جنت زہد و قناعت، ورع و تقویٰ اور روحانی فضل و کمال کے اس مرتبہ پر فائز ہوئیں۔ جہاں ان کے دور کی کوئی عورت نہ پہنچ سکی اور انہوں نے سچائی کے پاکیزہ، مبارک اور مقدس مقام کو حاصل کر لیا جو اپنے عظیم والد کی میراث سے ملا تھا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کی صدق و راستی کی گواہی دیتی ہیں۔

ما رأیت احد کان اصدق لهجة من فاطمه۔ الا ان یکون الذی ولدها صلی الله علیه وسلم۔ [1]

ترجمہ:...... میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو صاف گو اور راست باز نہیں دیکھا، البتہ ان کے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔

عن عائشه رضی الله عنها قالت ما رأیت احدا قط اصدق من فاطمة غیر ابیها۔ [2]

ترجمہ:...... میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کبھی کوئی صاف گو نہیں دیکھا، سوا ان کے والد گرامی قدر کے۔

ازدواجی زندگی

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی بڑی عزت کرتے اور ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔

---

1. الاستیعاب، ج ۴ ص ۳۷۷ برحاشیہ الاصابہ ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا

2. حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۱ ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا و مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۳۷

سیدہ عالم رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر نامدار کا دل و جان سے احترام کرتی تھیں اور ان کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتی تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی لخت جگر کو ہمیشہ نصیحت فرماتے رہتے کہ عورت پر سب سے بڑا فرض خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی تاکید فرماتے تھے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اچھا برتاؤ کرو۔ چنانچہ بیوی کے مثالی تعلقات کی وجہ سے گھر جنت کا نمونہ بن گیا تھا۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت کا یہ عالم تھا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے خوش ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خوش ہوتے اور خوشی کے آثار چہرہ انور پر دکھائی دیتے۔ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے درمیان رنجش ہوگئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیفیت محسوس فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت روئے انور پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو سمجھا بجھا کر صفائی کرادی۔ جب باہر تشریف لائے تو چہرہ مبارک فرط مسرت اور اطمینان سے چمک رہا تھا اور خوشی چہرہ پر جھلک رہی تھی۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ گھر کے اندر گئے تو چہرہ مبارک متغیر تھا اور باہر تشریف لائے ہیں تو بہت خوش اور مطمئن نظر آرہے ہیں، یہ کیا بات ہے؟

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے ایسے دو شخصوں کے درمیان صلح کرادی، جو مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں۔[1]

ایک مرتبہ دونوں میاں بیوی کے درمیان کچھ شکر رنجی ہوگئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خاتون جنت کو کچھ سخت سست کہہ دیا۔ نازک دل ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ گیا۔ آپ اداس اور غمگین ہوکر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت لے کر گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی پیچھے ہوگئے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے شکایت لے کر گئیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بات سن کر ارشاد فرمایا:

"جان پدر! تم ہی بتاؤ، وہ کون سا شوہر ہے جو اپنی بیوی کے پیچھے اس طرح خاموش چلا آتا ہے۔"

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۵، الاصابہ، ج ۴ ص ۳۷۹ ذکر فاطمہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرمایا تھا کہ میاں بیوی دونوں کے دل کا غبار دھل گیا اور وہ اپنی اپنی غلطیوں پر نادم ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''خدا کی قسم! میں آئندہ کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو تمہارے مزاج کے خلاف ہو یا جس سے تمہاری دل شکنی ہو۔''[1]

ایک مرتبہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت غمگین اور خاموش بیٹھی ہوئی تھیں۔ اتنے میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ بیٹی کو اداس اور افسردہ دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ خاموشی کی وجہ دریافت فرمائی۔ عرض کیا: علی رضی اللہ عنہ مجھ پر غصہ کر کے نہ جانے کہاں چلے گئے ہیں؟

یہ سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے۔ دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحن مسجد میں صرف تہبند پہنے لیٹے ہیں اور تمام بدن غبار آلود ہو رہا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کی مٹی صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔

یا ابو تراب قم۔[2]

''اے ابوتراب! اٹھو''

ایک مرتبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی غورا بنت ابو جہل سے عقد کرنا چاہا۔ لڑکی والے بھی رضامند تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہتے تھے۔ ادھر دکھ کی ماری سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حاضر خدمت ہو کر اس بات کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر رنجیدہ خاطر ہوئے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دیا۔

بنی ہشام بن مغیرہ، علی ابن طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتے ہیں اور مجھ سے اجازت مانگتے ہیں۔ میں اس نکاح کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا، ہرگز نہیں دوں گا، کبھی نہیں دون گا۔

۱؎ طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۵، الاصابہ ج ۴، ص ۳۷۹ ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا

۲؎ صحیح بخاری، ج ۱ ص ۵۲۵ کتاب المناقب، فتح الباری، ج ۷ ص ۷۲ مناقب علی رضی اللہ عنہ

لوگو! اس فاطمہ رضی اللہ عنہا میری جگر گوشہ ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ (سوکن کے ساتھ غیرت کی وجہ سے) اپنے دین کے معاملہ میں آزمائش میں نہ مبتلا ہو جائے۔ جس نے اسے اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی، البتہ میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام کرنے والا نہیں ہوں، لیکن مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں کہ اللہ کے نبی کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک ساتھ نکاح میں رہیں۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار ابو العاص رضی اللہ عنہ یاد آ گئے، جنہیں مکہ کے سرداروں نے قریش کی حسین و جمیل دوشیزاؤں کو پیش کر کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کی رائے دی تھی، لیکن حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ پیشکش پائے استحقار سے ٹھکرا دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے ان کی بڑی تعریف و تحسین فرمائی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ان روایات کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسری شادی کرنا مباح تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دلداری کی خاطر ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔

آخر میں علامہ عسقلانی کہتے ہیں:

والذی یظهر لی انه لایبعد ان بعد فی خصائل النبی صلی الله علیه وسلم ان لایتزوج علی بناته وتحتمل ان یکون ذلك خاصًا بفاطمة علیها السلام۔ (فتح الباری، ج ۹ ص ۳۲۹، کتاب النکاح، باب الرجل عن بنت فی الغیرة)

ترجمہ:...... جو بات میری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ ان کی بیٹی کی موجودگی میں شوہر دوسری شادی نہ کرے اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خصوصیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کے لیے ہو۔

سوتیلی ماؤں سے تعلق

سیدۃ العالمین، سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہی ہو چکا تھا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا صغر سنی اور کم عمری میں ہی مادری شفقتوں سے محروم ہو گئی تھیں۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ سودہ بنت زمعہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عقد فرمایا۔

سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کی شادی سے پہلے ایک عرصہ تک ان دونوں ماؤں کے ساتھ بڑے پیار و محبت سے رہیں۔ بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرم سرائیں متعدد آئیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ان تمام سوتیلی ماؤں کے ساتھ انتہائی خوشگوار تعلقات تھے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا ان کا احترام کرتیں اور ان کی محبت کا دم بھرتیں اور وہ بھی سیدہ رضی اللہ عنہا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتیں اور ان کے نزدیک حقیقی اولاد ہی کی طرح ان کی قدر و منزلت تھی۔ سبھی ان کا احترام کرتی تھیں، خصوصاً ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ان سے خاص تعلق خاطر تھا۔

دونوں کے حجرے ساتھ ساتھ تھے صرف ایک دیوار ہی کا درمیان میں فاصلہ تھا۔ دیوار میں ایک طاقچہ تھا، جس سے ماں بیٹی باہم بات چیت کرتی رہتی تھیں۔ دونوں کے دلوں میں محبت موجزن تھی۔ سیدۃ النساء کے متعدد فضائل و مناقب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہیں۔

سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کی شادی کے لیے ان کے جہیز کی تیاری اور درستی میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھرپور حصہ لیا۔ وہ خود فرماتی ہیں:

"میں نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی سے کوئی اچھی شادی نہیں دیکھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مکان لیپا، بستر لگایا، اپنے ہاتھ سے کھجور کی چھال دھن کے تکیے بنائے، چھوہارے اور منقی دعوت میں پیش کیے۔ لکڑی کی ایک الگنی تیار کر کے دیوار میں لگائی تا کہ مشکیزہ اور کپڑے اس کے ساتھ لٹکائے جائیں۔

دونوں ماں بیٹی میں بڑی محبت اور میل ملاپ تھا۔ باہمی تعلقات نہایت خوشگوار اور اچھے تھے۔ آپس میں کبھی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

ناداری وفاقہ مستی

ایک زمانہ ایسا گزرا تھا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ناداری اور فاقہ مستی سے دوچار تھے، لیکن حالات کی سنگینی ان کے صبر وثبات اور زہد وقناعت کو متاثر نہ کرسکی۔ مفلسی، ناداری اور فاقہ مستی کی لرزہ خیز داستانیں تاریخ کے اوراق پر آج بھی ثبت ہیں۔ خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی ان نامساعد حالات میں اپنا تابناک کردار رہتی دنیا کے لیے چھوڑ گئی ہیں۔

ایک مرتبہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دولت کدہ میں خورونوش کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں بھی فاقہ مستی کا عالم تھا۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوک کی شدت کی حالت میں کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ اتفاق سے ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما بھی اس وقت آ گئے۔

دوپہر کے وقت شدید گرمی میں ان حضرات کا باہر نکلنا ایک سوالیہ نشان بن گیا۔ ایک دوسرے سے دریافت کرنے لگے کہ اس وقت گھروں سے نکلنے کی کیا وجہ ہے؟ معلوم ہوا کہ سب بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر نکلے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کھجوروں کے باغ میں گئے ہوئے تھے اور گھر میں کوئی کھانے کی چیز موجود نہ تھی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش آمدید کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: ابوایوب انصاری کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا باغ میں ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا باغ مکان کے بالکل قریب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باغ

کی طرف تشریف لائے۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اور آپ کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا:

مرحبًا بنبی اللہ وبمن معه

کھجوروں کا ایک گچھا توڑ کر خدمت اقدس میں پیش کیا اور ساتھ ہی ایک بکری ذبح کر کے آدھا گوشت پکوایا اور آدھا روسٹ کرایا۔ روٹی بھی پکوائی اور مہمان عزیز کی خدمت میں پیش کیا۔

حضور انور ﷺ نے ایک روٹی پر کچھ گوشت رکھ کر فرمایا:

یا ابا ایوب! ابلغ هذا الی فاطمه، فانها لم تصب مثل منذ ایام۔

ترجمہ:...... اے ابوایوب! اسے فاطمہ کے ہاں بھیج دو، اس پر بھی کئی دن کا فاقہ ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے تعمیل ارشاد میں وہ کھانا سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دیا اور حضور انور ﷺ نے اپنے رفقاء کرام کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ یہ پُرتکلف کھانا کھاتے ہوئے حضور انور ﷺ پر رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو کی برسات ہونے لگی اور آپ ﷺ نے فرمایا:

هذا من النعیم الذی تسألون عنه یوم القیام۔ [1]

ترجمہ:...... اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان نعمتوں کا بھی حساب لیں گے (یعنی ان نعمتوں کا حق تم نے کیسے ادا کیا)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں تاخیر سے پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کس چیز نے تجھے روک دیا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے گزرا، وہ آٹا پیس رہی تھیں اور بچہ رو رہا تھا۔ میں نے ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو خود چکی پیسنے کا کام انجام دے لیں اور اس بچے کی

[1] مجمع الزوائد، ج ۱۰ ص ۳۱۷ کتاب الزہد، حدیث نمبر ۱۸۲۶۱ طبرانی اوسط ۲۲۴۵ طبرانی صغیر ج ۱ ص ۶۸

کفالت میرے ذمہ کردیں۔ یا پھر بچہ کی کفالت آپ کرلیں اور چکی پیسنے کا کام میرے ذمہ لگادیں۔ تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

انا ارفق بابنی منك

ترجمہ:...... میں تجھ سے زیادہ اپنے بیٹے کے لیے نرم اور شفیق ہوں۔

اس وجہ سے میں صبح کی نماز میں تاخیر سے آیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رحمتها رحمك الله[1]

خاتون جنت، سیدۃ النساء اہل الجنۃ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے اور پوچھا میرے بیٹے کہاں ہیں؟ یعنی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا صبح سے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں بچوں کو کہیں لے جاتا ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تیرے پاس روئیں گے، کیونکہ تیرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ انہیں فلاں یہودی کے پاس لے گئے ہیں۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ دونوں شہزادوں کے سامنے کچھ کھجوریں رکھی ہوئی ہیں اور بچے خوش وخرم کھیل رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! گرمی تیز ہونے سے پہلے میرے بیٹوں کو لے کر واپس کیوں نہیں لوٹ جاتے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہماری صبح اس حال میں ہوئی کہ ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ اگر کچھ دیر تشریف رکھیں تو میں فاطمہ کے لیے بھی کچھ کھجوریں جمع کرلوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بیٹھ گئے، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھجوریں جمع کرلیں اور اپنے دامن میں ڈال کر چل دیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شہزادوں کو اپنے کندھوں

[1] مسند امام احمد، ج ۳ ص ۱۵۰، مجمع الزوائد، ج ۱۰ ص ۳۱۸

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

پر بٹھالیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آگئے۔ [1]

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ اچانک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ چہرہ خون غیب تھا۔ بھوک کی شدت سے زردی غالب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا اور اپنی انگلیاں کشادہ کر کے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ مُشْبِعُ الْجَاعَةِ وَرَافِعُ الْوَضِيْعَةِ اِرْفَعْ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ۔

ترجمہ:...... اے خدائے بزرگ و برتر! تو بھوکوں کو شکم سیر فرمانے والا ہے اور کمتر کو بلند فرمانے والا ہے، تو فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلند فرمادے۔

اس دعا کی برکت سے سید فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے چہرے کی زردی فوری طور پر دور ہوگئی اور پھر انہیں بھوک کی تکلیف نہیں ہوئی۔ [2]

ایثار و سخاوت

سیدہ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میں ناداری اور افلاس کے باوجود فیاضی، سخاوت اور ایثار کا جذبہ بے حد زیادہ پایا جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رات بھر ایک باغ سینچا اور اجرت میں تھوڑے سے جَو حاصل کیے۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ان میں سے کچھ لے کر آٹا پیسا اور کھانا تیار کیا۔ عین کھانے کے وقت ایک مسکین نے صدا لگائی ''میں بھوکا ہوں، کھانا کھلاؤ'' سیدہ رضی اللہ عنہا نے وہ سارا کھانا اسے دے دیا۔

پھر کچھ اور آٹا پیس کر کھانا پکایا۔ ابھی کھانا پک کر تیار ہی ہوا تھا کہ ایک یتیم نے دروازہ

---

[1] معجم طبرانی، ج ۲۲ ص ۲۳۴ حدیث ۱۰۴۰، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۱۴ حدیث ۱۸۵۷

[2] ابو مناقب فاطمہ منادی اردو ۸۵، سیرت حلبیہ اردو، ج ۶ ص ۳۶۰

پر آکر دست طلب دراز کیا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام کھانا یتیم کو دے دیا۔ جو اناج باقی رہ گیا سیدہ رضی اللہ عنہا نے پیس کر اس کا کھانا تیار کیا۔ اس مرتبہ ایک مشرک قیدی نے اللہ کے نام پر کھانا مانگا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اب کی بار بھی سارا کھانا مشرک قیدی کو دے دیا اور خود بمعہ اہل خانہ فاقہ مستی میں رات بسر کی۔

اللہ جل شانہ کو ان کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس گھر کے قدسی صفات مکینوں پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا ﴿٨﴾ [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق و عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے۔ بچوں کی شدید علالت کے باعث حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ بچوں کی صحت یابی کی نیت سے روزہ رکھیں۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی باندی فضہ نے تین روزے رکھنے کی نذر مان لی کہ ان دونوں کو صحت ہوگئی تو ہم تین روزے رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں شہزادوں کو صحت و تندرستی عطا فرما دی۔

لیکن گھر میں فاقہ مستی کا یہ عالم تھا کہ کھانے پینے کی کوئی شے ہرگز نہ تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شمعون یہودی خیبری سے تین صاع (تقریباً بارہ کلو) جو قرض لیے۔ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے ایک صاع جو پیس کر روٹیاں پکا کر گھر والوں کے سامنے روزہ افطار کرنے کے لیے رکھ دیں۔ اتنے میں ایک مسکین آگیا۔ گھر والوں نے اس کو اپنے اوپر ترجیح دی اور ساری روٹیاں اسے دے دیں اور خود پانی پر گزارہ کر لیا۔

دوسرے روز بھی روزہ رکھ لیا۔ دن کا ایک صاع جو پیسے شام کو روٹیاں پکائیں۔ جب

[1] تفسیر خازن، ج ۴ ص ۳۶۴ تفسیر روح المعانی، ج ۱۵ ص ۱۸۰ سورہ دہر

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

افطاری کا وقت ہونے لگا تو ایک یتیم نے صدا لگائی۔ سب کھانا اس کی نذر کر دیا اور رات یونہی فاقہ سے گزاری۔ تیسرے روز حسب معمول بن کھائے روزہ رکھ لیا۔ باقی ماندہ جو پیس کر شام کے لیے روٹیاں تیار کیں۔ جب افطاری کا وقت ہوا تو ایک قیدی آ گیا اور سوال کیا اے اہل محمد ﷺ! بھوکا ہوں کھانا کھلا دو اللہ آپ لوگوں کو جنت سے کھانا عطا فرمائے گا۔ اس قیدی کو سارا کھانا دے دیا اور پانی سے روزہ افطار کیا۔

اس پر جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لے کر آئے اور کہا اہل بیت! آپ لوگوں نے لوجہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلایا اور خود فاقہ سے رہے، لہٰذا تم لوگ مبارک باد قبول کرو۔[1]

ایک مرتبہ قبیلہ بنو سُلیم کے ایک بوڑھے آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضور انور ﷺ نے انہیں دین کے ضروری احکام و مسائل بتائے اور پھر ان سے پوچھا:

''تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟''

انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! بنو سُلیم کے تین ہزار افراد میں سب سے زیادہ غریب اور محتاج میں ہوں۔

حضور انور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا اور پھر فرمایا:

تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا

سید الخزرج حضرت سعید بن عبادہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو میں اس کو دیتا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: تم میں سے کون اس کا سر ڈھانک دے گا؟ اس پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے سر سے عمامہ اتار کر اس نو مسلم اعرابی کے سر پر سجا دیا۔

---

[1] تفسیر روح المعانی، ج ۱۵ ص ۱۸۰، سورہ دہر، تفسیر مظہری، ج ۸ ص ۱۵۹، خازن، ج ۴ ص ۳۶۴

بعدازیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس آدمی کی خورونوش کا بندوبست کون کرے گا۔ یہ ذمہ داری سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے سنبھال لی، لیکن وہ کسی بھی گھر سے کھانے کی کوئی چیز حاصل نہ کر سکے۔ آخر میں سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، دروازہ پر دستک دی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کون ہے؟

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی ''اے رسول برحق کی صاحبزادی، اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجیے۔''

سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ سلمان! خدا کی قسم آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے۔ دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں، لیکن سائل کو محروم نہیں رکھوں گی۔ جاؤ میری یہ چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر رکھ لو اور اس کے عوض اس مسکین کو کچھ اناج دے دو۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اعرابی کو ساتھ لے کر شمعون کے پاس پہنچے اور اس سے تمام کیفیت بیان فرمائی۔ وہ دریائے حیرت میں غرق ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو خود بھوکے رہ کر بھی دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کے پاکیزہ کردار کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار پکار اٹھا۔ اے سلمان! خدا کی قسم، یہی وہ لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے۔ تم گواہ رہنا کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ پر ایمان لایا۔

اس کے بعد کچھ غلہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیا اور سیدہ رضی اللہ عنہا کی چادر بھی واپس بھیج دی۔ سلمان رضی اللہ عنہ غلہ لائے تو سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھوں اناج پیسا اور روٹی پکا کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دی کہ اعرابی کو کھلاؤ۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

''اے میرے آقا کی منظور نظر! اس میں سے کچھ اپنے بچوں کے لیے بھی رکھ لیں۔''

سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"جو چیز میں راہ خدا میں دے چکی ہوں وہ میرے بچوں کے لیے جائز نہیں۔"

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روٹیاں لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ روٹیاں اعرابی کو دیں اور پھر اپنی صاحبزادی کے ہاں تشریف لائے۔ ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا۔ آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور دعا دی:

"یا بار الہا! فاطمہ تیری کمزور بندی ہے، اس سے راضی رہنا۔"

علامہ اقبال نے اس واقعہ کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا تھا:

بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت
با یہودی چادر خودرا فروخت [۱]

کرامت کا ظہور

خاتون جنت سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حیرت انگیز فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے صدقہ کرم اور نفس کی پاکیزگی کی بدولت کھانے میں بے پناہ برکت ہوجاتی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی ایک پڑوسن نے ان کے ہاں دو روٹیاں اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا، جسے انہوں نے برتن میں رکھ کر ڈھک دیا۔ پھر اپنے صاحبزادے حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو بھیج کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لیے بلائیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لخت جگر نے کھانے کا برتن پیش کر دیا۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب برتن کا ڈھکن اٹھایا تو وہ روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں حیرت زدہ ہوگئی اور میں سمجھ گئی کہ یہ اللہ کی طرف سے برکت عطا کی گئی ہے تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر درود بھیجا اور کھانا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اتنی زیادہ مقدار میں کھانا دیکھ کر اللہ کا شکر ادا فرمایا اور پوچھا جان پدر! یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟ میں نے عرض کیا ابا جان!

۱۔ فاطمۃ الزہرا، ج ۷ ۱۴۳

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔

ترجمہ:...... یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے آیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل مجدہ کا شکر ادا فرمایا اور یوں گویا ہوئے۔ اللہ کا شکر ہے، جس نے میری لخت جگر کو بنی اسرائیل کی ''سیدۃ النساء'' کی شبیہ بنا دیا۔

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، فاطمہ اور حضرات حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایک ساتھ مل کر تناول فرمایا۔ سب نے کھانا سیر ہو کر کھایا مگر کھانا ویسا ہی موجود رہا۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پڑوسیوں میں تقسیم فرما دیا۔ [1]

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر کے حق میں دعا فرمائی تھی۔ یا اللہ! فاطمہ کو بھوک کی آزمائش سے محفوظ فرما۔ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر مجھے کبھی بھی بھوک کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ [2]

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ہانڈی میں کھانا پکایا جب تیار ہو گیا تو میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بلا لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں سے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی کھانا پہنچاؤ انہیں بھی دیا گیا اور ہم سب نے مل کر کھایا، لیکن کھانے میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ [3]

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی فرستادہ

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے غایت درجہ محبت فرماتے تھے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا بخوبی علم تھا۔ چنانچہ وہ قصداً اسی

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۶ ص ۱۱۱

[2] مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۰۳

[3] الشفاء، ج ۱ ص ۱۹۳

روزاسی روز بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے ہدیے اور تحفے بھیجتے تھے، جس دن صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آپ کے قیام کی باری ہوتی تھی اور اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۸۵۱ھ امام ابن سعد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

انصار میں سے حضرت سعد بن عبادہ، حضرت سعد بن معاذ، حضرت عمارہ بن حزم اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم آپ کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے کثرت سے تحفے بھیجتے تھے۔[2]

دوسری ازواج مطہرات کو اس بات سے ناگواری ہوتی تھی اور ان کی خواہش ہوتی کہ ہماری باری کے ایام میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اسی طرف تحائف بھیجا کریں تا کہ ہم بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر و مدارات میں تکلف کرسکیں، لیکن کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے کی جرأت نہ تھی۔ آخر سب نے مل کر جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو اس بات کے لیے آمادہ کرلیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے مل کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کریں کہ آپ کی بیویاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انصاف کی خواہشمند ہیں۔

چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ چادر میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی۔ وہ حاضر خدمت ہوکر عرض کرنے لگیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے

---

[1] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۵۳۲ باب فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا

[2] فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۶ کتاب الہبہ، حدیث نمبر ۲۵۸۱

مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ وہ آپ ﷺ سے ابوقحافہ کی بیٹی کے متعلق انصاف چاہتی ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں خاموشی سے سن رہی تھی۔ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ای بنیة الست تحبین من احب

ترجمہ:...... اے لخت جگر! جسے میں چاہوں، تم اسے نہیں چاہو گی؟

قالت بلی قال فاحبی ھذہ

ترجمہ:...... عرض کی جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے محبت کرو۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے اتنا ہی کافی تھا، وہ واپس لوٹ گئیں۔ ازواج مطہرات نے پھر بھیجنے کی کوشش کی تو انہوں نے فرمایا:

لا واللہ لا اکلمه فیھا ابدًا۔ [1]

ترجمہ:...... نہیں خدا کی قسم! میں اس معاملہ میں آپ ﷺ سے کچھ بھی نہیں کہوں گی۔

مشفقانہ تنبیہ

احکام شریعت کی پیروی ہر ایک مسلمان کے لیے ناگزیر ہے۔ اس میں رنگ و نسل، حسب و نسب، امیر و غریب، بادشاہ اور فقیر نبی اور ولی کا کوئی امتیاز نہیں۔ اعمال صالحہ پر اجر و ثواب اور اعمال سیئہ پر عذاب و عتاب یقینی ہے۔

اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قبیلہ بنی مخزوم کی خاتون سے چوری کی غلطی سرزدہ ہوگئی تھی جس سے قریش بے حد غمگین اور رنجیدہ ہوئے (کہ ایک معزز خاتون کا چوری کی سزا میں اسلامی شریعت کی رو سے ہاتھ کاٹ دیا جائے گا) انہوں نے آپس میں

---

[1] صحیح مسلم، ج ۲ ص ۲۸۵ سنن نسائی، ج ۲ ص ۶۷ کتاب عشرۃ النساء

مشورہ کیا کہ اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے کون گفتگو کرسکتا ہے؟ آخر طے پایا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جو حضور اکرم ﷺ کے بہت عزیز ہیں، ان کے سوا کوئی اور جرأت نہیں کرسکتا۔

چنانچہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اس معاملہ میں کچھ عرض کرنا چاہا، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق مجھ سے سفارش کرنے آئے ہو۔ پھر خطبہ دیا اور فرمایا پچھلی بہت سی امتیں اسی لیے ہلاک ہوئیں کہ جب کوئی شریف آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔

وَایْمُ اللّٰہِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ ابْنَۃَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا۔ [1]

ترجمہ:...... خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

اگر جرائم کی سزا میں رورعایت ممکن ہوتی تو حضور انور ﷺ اپنے خادم خاص اور محبوب صحابی اسامہ رضی اللہ عنہ کی سفارش ہرگز مسترد نہ فرماتے اور پھر اپنی جگہ گوشہ سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کی مثال نہ پیش فرماتے۔

زیارت قبور کی ممانعت

حضور انور ﷺ نے عورتوں کو زیارت قبور سے ممانعت فرمادی تھی اور بعض فرامین میں سخت وعید اور زجر بھی فرمائی ہے۔

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (قبرستان سے) آرہے تھے کہ راستہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نظر آئیں۔ رسول اللہ نے فرمایا: فاطمہ کس ضرورت کی وجہ سے گھر سے نکلی ہو۔

---

[1] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۴۹۴ کتاب الانبیاء

قالت اتیت اھل ھذا المیت فترحمت الیھم وعزیتھم بمیتھم۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس کی قبر پر بھی گئی تھی؟ سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا۔ معاذ اللہ! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت سن چکی ہوں تو پھر کیوں کر قبرستان جاسکتی ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو بلغتھا معھم ما رأیت الجنۃ۔ [1]

سیدہ رضی اللہ عنہا کا پل صراط سے گزرنا

سیدۃ النساء الجنۃ، فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے اکرام واحترام میں قیامت کے دن منادی اعلان کرے گا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا پل صراط سے گزرنے لگیں ہیں، اس لیے تمام لوگ نگاہیں نیچی کرلیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا۔ اے مخلوقات کی جماعت اپنے سر جھکالو تا کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گزر جائیں، چنانچہ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا دو سبز چادروں میں ملبوس پل صراط پر سے گزریں گی۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن عرش الٰہی! سے اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا۔ لوگو! اپنے سر جھکالو اور اپنی نگاہیں نیچی کرلو تا کہ سیدہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گزر جائیں۔ چنانچہ سیدہ ستر ہزار حوروں کے جلوس میں برق فتاری سے گزر جائیں گے۔ [2]

داغ بے پدری

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں اور اب تو صرف وہی باقی رہی گئی تھیں۔ غزوہ حنین کے بعد جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت نازل ہوئی۔

---

[1] سنن نسائی، ج ۱ ص ۱۹۲ کتاب الجنائز، باب النعی

[2] مناقب فاطمہ منادی ۶۸

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝۱

تو سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر رقت طاری ہو گئی۔ حضور انور ﷺ کو لخت جگر کا رونا گوارا نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انت اول اھل بیتی لحوقابی

اس پر سیدہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔[1]

جب حضور انور ﷺ کی طبیعت بوجھل ہو گئی اور آپ ﷺ پر غشی طاری ہونے لگی تو سیدہ رضی اللہ عنہا یہ کیفیت دیکھ کر کہنے لگیں:

واکرب اباہ۔

"ہائے میرے باپ کی بے چینی۔"

حضور انور ﷺ نے جواباً فرمایا "آج کے بعد تمہارے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"[2]

جب آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو سیدہ پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ وہ بہت غمگین تھیں۔ آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ غم والد میں کہہ رہی تھیں۔ میرے ابا جان! جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اجل کا پیغام دیا۔ آپ کو رب نے بلا لیا، وہ چلے گئے۔ ہائے والد کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔[3]

سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا پر والد گرامی قدر کے فراق کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ جب تک زندہ رہیں کبھی تبسم نہیں فرمایا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی تدفین سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فارغ ہو گئے، تو سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا:

---

[1] تفسیر در منثور، ج ۸ ص ۶۰۲ سورہ نصر، صحیح بخاری، ج ۲ ص ۶۳۸

[2] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۶۴۱

[3] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۶۴۱

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''تمہارے دلوں نے کیسے برداشت کرلیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈال رہے ہو۔''[۱]

ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ رضی اللہ عنہا کے وہ اشعار نقل فرمائے ہیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں کہے تھے:

اغبّر آفاق السماء وکورت
شمس النھار واظلم العصران

''آسمان کے کنارے غبار آلود ہوگئے اور بے نور ہوگیا
دن کا چاند اور دونوں زمانے اندھیرے میں آگئے''

الارض من بعد النبی کشیۃ
اسفا علیہ کثیرۃ الرجفان[۲]

''زمین نبی کے بعد مٹی کا ڈھیر ہے
اس پر غم وحزن ہے بے انتہائی۔''

ماذا علی من شم تربۃ احمد
الا یشم مدی الزمان غوالیا

''وہ شخص کیسا خوش نصیب ہے جس نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی سونگھی ہو۔
اسے زمانے دراز تک مٹی کے سونگھنے کی ضرورت ہی نہیں۔''

صبت علیّ مصائب لو انھا
صبّت علی الایام صرن لیا لیا

''مجھ پر مصیبتوں کے جو پہاڑ ٹوٹے ہیں
اگر یہ مصیبتیں دنوں پر آتیں تو وہ رات بن جاتے۔''

۱۔ صحیح بخاری، ج ۲ ص ۶۴۱، اسد الغابہ، ج ۵ ص ۵۲۴

۲۔ منح المدح ابن سید الناس، ص ۳۵۸ بحوالہ جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین، ص ۲۵۳

ان فقدناك فقد الارض وابلها
وغاب مذغبت عنا الوحي والكتب

''ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کھو دیا ہے
جس طرح زمین کی بارش کھو جاتی ہے''

فليت قبلك كان الموت صادفنا
لما نعيت وحالت دونك الكتب[1]

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدا ہونے کے ساتھ ہی
ہم سے وحی الٰہی اور آسمانی کتب بھی جدا ہو گئی''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مرض الوفات

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خاتون جنت سیدہ عالم، جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نہایت مغموم رہتی تھیں اور اس پیش گوئی کا بے قراری سے انتظار ہونے لگا جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رازدارانہ طور پر فرمایا تھا کہ ''میرے وصال کے بعد اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی۔''

یہ ایام صبر و سکون کے ساتھ پورے کیے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کی اولاد بیٹے اور بیٹیاں کم عمر تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری کی خدمت انجام دینے سے قاصر تھے۔ قدرت نے یہ خدمت سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی تھی، یہ خوش بخت خاتون سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں، ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ غزوہ موتہ میں ان کی شہادت کے بعد سیدہ اسماء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

جب خاتون جنت رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو ان کی تیمارداری میں سیدہ اسماء بنت عمیس زوجہ

---

[1] سیر اعلام النبلاء، صلی اللہ علیہ وسلم ۴ ۱۳، اعلام النساء ۱۱۳ بحوالہ جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین، ص ۲۵۳

مکرمہ خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھرپور حصہ لیا اور اس حقیقت کا شیعہ علماء کا بھی اعتراف ہے کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ مکرمہ سیدہ اسماء بنت عمیس خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے آخری ایام میں تیمارداری کی خدمت سرانجام دیتی رہی ہیں، جیسا کہ شیخ طوسی لکھتے ہیں:

تعینه علی ذالك اسماء عمیس رحمها الله علی استمرار بذلك الخ۔[1]

ترجمہ:...... اسماء بنت عمیس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں حضرت علی المرتضیٰ کی معاونت اور تعاون کرتی تھیں، اور یہ خدمت اسماء نے آخر وقت تک انجام دی۔

اسی طرح سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی مزاج پرسی فرماتے رہے۔ شیعہ کے متقدمین علماء میں سے مشہور و معروف عالم سلیم ابن قیس لکھتے ہیں:

وکان یصلی فی المسجد الصلوة الخمس، فلما صلی قال له ابوبکر و عمر کیف بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ثقلت فسالا عنها۔[2]

ترجمہ:...... سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پنجگانہ نماز باجماعت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھتے تھے۔ ایک روز جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کیا حال ہے۔ ان کی مزاج کی کیفیت کیسی ہے۔

ان روایات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم باہم شیر و شکر تھے۔ باہمی تعلقات انتہائی خوشگوار تھے۔ ایک دوسرے پر جان نچھاور کرتے تھے۔ ہر ایک کے دکھ درد میں برابر شریک تھے۔

---

[1] کتاب الامالی شیخ محمد بن حسن الطوسی، ج ۱ ص ۱۰۷، الجزء الرابع بحوالہ بنات اربعہ، ص ۲۹۷

[2] کتاب سلیم بن قیس، ص ۲۴۴۔۲۴۵ حیدریہ نجف اشرف بحوالہ بنات اربعہ، ص ۲۹۸

خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے کس عارضہ مرض میں انتقال فرمایا اور کتنا عرصہ صاحب فراش رہیں۔ اہل سیر نے اس کی تصریح نہیں کی، البتہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے چند وصیتیں فرمائی تھیں۔

چونکہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے مزاج میں انتہا کی شرم و حیا تھی، اس لیے انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا زوجہ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کھلے جنازہ میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے، جس کو میں ناپسند کرتی ہوں۔ میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھا جائے۔ سوائے اپنے اور میرے شوہر کے اور کسی سے میرے غسل میں مدد نہ لینا اور رات میں جنازہ لے کر جانا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا ''یا بنت رسول اللہ! میں نے ملک حبش میں دیکھا ہے کہ جنازہ پر درخت کی شاخیں باندھ کر اوپر کپڑا ڈال دیتے ہیں، جس سے ڈولی کی صورت بنا لیتے ہیں۔'' یہ کہہ کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کھجور کی چند شاخیں منگوائیں، انہیں جوڑ کر ان پر کپڑا تان کر سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کو دکھایا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا بے حد مسرور ہوئیں کہ یہ بہترین طریقہ ہے۔

ما احسن ھذا واجملہ۔[1]

سیدہ فاطمۃ بتول رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا جنازہ بھی اسی طرح اٹھایا گیا۔

جس روایت میں اس طرح پردہ کرنے کا ذکر ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق ہے کہ سب سے پہلے ان کے لیے ایسا پردہ کرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس سے مراد امہات المومنین رضی اللہ عنہا میں سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لیے سب سے پہلے ایسا کیا گیا تھا۔[2]

بوقت وصال عمر سیدہ رضی اللہ عنہا

۳ رمضان المبارک ۱۱ھ بروز منگل خاتون جنت، سیدۃ النساء، جگر گوشہ رسول سیدہ

---

[1] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۵۲۴ طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۷

[2] زرقانی علی المواہب، ج ۴ ص ۳۳۹

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا نے رحلت فرمائی۔ وصال کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے متعلق متعدد روایات منقول ہیں۔ ۲۴ سال، ۲۵ سال، ۲۸ سال، ۲۹ سال اور ۳۰ سال۔[1]

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ۲۹ سال عمر والی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اگر سیدہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ۴۱ نبوی قرار دی جائے تو وصال کے وقت ان کا یہ سن نہیں ہو سکتا اور اگر یہ روایت صحیح تسلی کر لی جائے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا پانچ برس قبل نبوت پیدا ہوئیں تو پھر وصال کے وقت ان کی عمر ۲۹ سال ہو سکتی ہے۔[2]

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدہ رضی اللہ عنہا نے کتنا عرصہ زندگی بسر فرمائی۔ اس میں بھی کئی اقوال ہیں۔ دو ماہ، ستر دن، پچھتر دن، تین ماہ اور آٹھ ماہ لیکن صحیح وہی روایت ہے جو عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں۔

سیدہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ رات کے وقت انتقال ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کبھی بھی ہنسی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے غم میں اندر ہی اندر گھلتی رہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد ملاقات کے لیے غمگین رہیں۔[3]

خاتون جنت، جگر گوشہ رسول، سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں۔ ضعف و نقاہت زیادہ ہوگئی، جسم لاغر ہو گیا اور سمجھ گئیں کہ اب وقت قریب ہے، پھر انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وصیت فرمائی کہ میرے غسل کا انتظام کریں۔ غسل میں معاونت کے لیے ابو رافع کی بیوی سلمیٰ اور ام ایمن بھی ساتھ ہو لیے اور سیدنا علی المرتضیٰ اس سارے انتظام کی نگرانی کرنے والے تھے۔[4]

---

[1] البدایہ والنہایہ، ج ۶ ص ۳۳۴

[2] زرقانی علی المواہب، ج ۴ ص ۳۳۷

[3] البدایہ والنہایہ، ج ۴ ص ۳۳۴

[4] اسد الغابہ، ج ۵ ص ۴۸۰ تحت سلمیٰ امراۃ ابی رافع البدایہ والنہایہ، ج ۶ ص ۳۳۳ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۳

شیعہ مجتہدین کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ خلیفۃ المسلمین، امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی خدمت انجام دینے میں پیش پیش تھیں۔ انہوں نے سیدہ رضی اللہ عنہا کو آخری غسل دینے کی خدمت بھی انجام دی۔ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس جناب امیر رضی اللہ عنہ اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے فاطمہ علیہا السلام کو غسل دیا۔[1]

جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وقت مفارقت آپہنچا تو اسماء بنت عمیس نے چہرہ نورانی جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کا بوسہ لیا اور کہا جب رسول خدا کی خدمت میں جانا ہو تو اسماء رضی اللہ عنہا کا سلام پیش کرنا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غسل کے سلسلہ میں بعض مؤرخین نے ایک عجیب روایت بیان کی ہے کہ وصال سے قبل سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی سلمیٰ کو پانی کا انتظام کرنے کو کہا، پھر خود غسل کیا۔ صاف اور عمدہ کپڑے زیب تن کیے اور بستر پر لیٹ گئیں اور فرمایا میں غسل کر چکی ہوں، دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں اور نہ ہی میرا بدن کھولا جائے۔ چنانچہ اسی غسل پر اکتفا کیا گیا اور ان کی تدفین کر دی گئی، لیکن محققین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا۔ دیکھیے البدایہ والنہایہ ج ۶، ص ۳۳۳۔[2]

سیدہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا

خاتون جنگ، جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کے غسل اور تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ پڑھانے کا مرحلہ پیش آیا۔ نماز جنازہ کی امامت کے فرائض کس شخصیت نے انجام دیئے۔ حدیث، تاریخ، اہل سنت والجماعت اور کتب شیعہ میں تین نام ملتے ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ سیدنا عباس بن عبدالمطلب اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم۔[3]

---

[1] جلاء العیون اردو، ج ۱ ص ۲۲۵

[2] البدایہ والنہایہ، ج ۶ ص ۳۳۳

[3] طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵، البدایہ والنہایہ، ج ۶ ص ۳۳۳

حضرت فاطمہ دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لائے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ جنازہ پڑھائیں۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ آپ خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ سے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ پس امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مقدم ہو کر نماز جنازہ پڑھائی۔

عن جعفر ابن محمد عن ابیه قال ماتت فاطمة بنت النبی صلی الله علیه وسلم فجاء ابوبکر و عمر یصلوا فقال ابوبکر لعلی ابن ابی طالب تقدم۔ فقال ما کنت لاتقدم وانت خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ فتقدم ابوبکر و صلی علیها۔

علامہ محب الطبری روایت نقل کرتے ہیں:

عن مالك عن جعفر بن محمد عن ابیه بن جده علی بن حسین قال ماتت فاطمة بین المغرب والعشاء، فحضرها ابوبکر و عمر و عثمان والزبیر وعبدالرحمٰن بن عوف فلما وضعت لیصلی علیها، قال علی تقدم یاابوبکر۔ قال وانت شاهد یا اباالحسن قال نعم، تقدم فوالله! لایصلی علیها غیرك فیصلی علیها ابوبکر رضی الله عنهم اجمعین۔ ودفنت لیلًا۔ خرجه البصری۔ وخرجه ابن السمان فی لمرافقة۔

ترجمہ:...... حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد محمد باقر سے اور وہ اپنے والد حضرت زین العابدین سے روایت کرتے ہیں کہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی وفات مغرب اور عشاء کے درمیان ہوئی۔ چنانچہ ابوبکر، عمر، عثمان، زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم نماز جنازہ کے لیے

۱؎ کنز العمال طبع جدید، حلب ج ۱۲ ص ۵۱۵ حدیث ۳۵۶۷۷ فضائل الصحابہ فضل الصدیق کنز العمال، طبع قدیم، ج ۶ ص ۳۱۸

۲؎ ریاض النضرۃ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۵۶ تحت وفات الفاطمۃ

تشریف لائے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھانے کے لیے امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا تشریف لائیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوالحسن! آپ کی موجودگی میں، میں کیسے جنازہ پڑھاؤں؟ انہوں نے کہا آپ تشریف لائیں، خدا کی قسم! آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص سیدہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ نہیں پڑھائے گا۔

پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہ رات کو ہی دفن کردی گئیں۔

تدفین

اس بات پر سب ہی کا اتفاق ہے کہ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تدفین رات کے وقت عمل میں آئی۔

جنازہ بڑی خاموشی سے اٹھایا گیا۔ بنو ہاشم کے علاوہ بہت تھوڑی تعداد میں صحابہ رضی اللہ عنہم شریک ہوئے۔ سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا عباس اور سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے اس مقدس امانت کو قبر کے سپرد کیا۔

حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی آخری آرام گاہ کہاں بنی؟ اس میں متعدد اقوال پائے جاتے ہیں۔

(۱)......سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مدفن دار عقیل کے ایک گوشے میں ہے۔

(۲)......آپ رضی اللہ عنہا کی تربت جنت البقیع میں ہے۔

(۳)......سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا اپنے گھر ہی میں مدفون ہیں، جو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مقدسہ سے متصل ہے۔

پہلے قول کے مطابق امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

محمد بن عمر کہتے ہیں: میں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سیدہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک جنت البقیع میں واقع مسجد جس کے پاس نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اس کے قریب واقع ہے۔

انہوں نے کہا واللہ! وہ مسجد ایک خاتون رقیہ نامی نے تعمیر کرائی تھی اور سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا دار عقیل کے ایک کونے میں مدفون ہیں۔ ان کی قبر اور راستہ کے درمیان سات ذراع کا فاصلہ ہے۔[1]

ابن زبالہ نے لکھا ہے کے مؤرخ مسعودی نے المتوفی ۳۳۲ھ میں جنت البقیع میں ایک قبر پر کتبہ دیکھا جس پر تحریر تھا:

هذا القبر فاطمة الزهرا۔[2]

علامہ ابن کثیر اور علامہ عسقلانی نے بھی جنت البقیع روایت بیان کی ہے۔[3]

علامہ نورالدین علی بن احمد السمھودی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۱۱ھ نے بڑی تفصیل سے اس پر کلام کیا ہے۔ ابن شیبہ نے متعدد روایات نقل کی ہیں کہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی قبر جنت البقیع میں ہے۔

پھر ابن شیبہ ہی سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ ان کی قبر ان کے گھر ہی میں بنائی گئی تھی، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اٹھا کر اسی جگہ قبر مبارک بنائی گئی تھی۔ سیدہ کی قبر بھی ان کے بستر والی جگہ ہی بنائی گئی تھی۔ بعد میں یہ جگہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں شامل کر لی تھی۔[4]

خاتون جنت کو سیدنا عباس، سیدنا علی اور سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔[5]

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۸ تحت ذکر فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ خلاصۃ الوفا، ص ۲۱۷

۳۔ البدایہ والنہایہ، ج ۶ ص ۳۳۴، الاصابہ ج ۴ ص ۳۸۰

۴۔ وفاء الوفاء، ج ۳ ص ۹۰۱ ذکر قبر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۲۵۷

اولاد امجاد

خاتون جنت، سیدۃ النساء، جگر گوشہ رسول، سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کی حیات تک سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ یہ محض سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے احترام و اکرام کی بناء پر تھا اور یہ احترام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے دونوں داماد سیدنا ابو العاص اور سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہما نے بھی ملحوظ رکھا تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بطن سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پانچ اولادیں ہوئیں۔ سیدنا حسن، سیدنا حسین، سیدنا محسن، سیدہ زینب، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہم۔[1]

---

[1] نسب قریش ۲۴ تحت اولاد فاطمہ المعارف ابن قتیبہ ۶۲

فضل وکمال

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْضٰى لِرَضَاكِ وَيَغْضَبُ لِغَضَبِكِ (طبرانی)

اِنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ النِّسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (حاکم)

اپنی بہنوں پر برتری

کتب احادیث، تاریخ اور سیر میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن کی تعریف و توصیف بہت ہی کم پائی جاتی ہے، لیکن سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق بے شمار احادیث و آثار پائے جاتے ہیں، جن میں سیدہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے ہر پہلو کو خوب اجاگر کیا گیا اور ان کے فضائل و مناقب کو بڑی شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔

یہ بھی ایک عطیہ خداوندی ہے جسے وہ نوازے۔ بیٹیاں ہونے کے ناطے چاروں ایک ہی درجہ کی ہیں، لیکن جو فضیلت اور شان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قدرت نے عطا فرمائی۔ وہ دوسری صاحبزادیوں کو حاصل نہ ہو سکی۔ کسی شاعر نے مقسوم کی بات کو عجیب انداز میں بیان کیا ہے:

اِک باپ کے دو بیٹے قسمت جدا جدا ہے
اِک شہنشاہ جہاں کا، اِک کر رہا گدا ہے
اِک صدف کے دو موتی اِک ہی جگہ سے نکلے
اِک پس رہا کھرل میں، اِک تاج میں جڑا ہے
اِک تھان کے دو ٹکڑے اِک ہی جگہ سے کاٹے
اِک نازنین کے سر پر، اِک لاش پہ دھرا ہے

جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا رتبہ، شان اور مقام انتہائی بلند و بالا اور اعلیٰ ہے، لیکن جو فضیلت و منقبت اللہ جل مجدہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مرحمت فرمائی۔ اس سے دوسری ازواج یکسر تہی دامن ہیں۔ اسی طرح اللہ کریم نے سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن کی بہ نسبت جو فضیلت اور بزرگی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی اس میں دوسری بہنیں شریک و سہیم نہیں ہیں۔

علماء کرام نے اس سلسلہ میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی برتری اور بزرگی کی کئی وجوہ بیان کی ہیں۔علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی تمام بہنوں سے افضل تھیں۔اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اللہ جل مجدہ نے انہی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یعنی نسب کا سلسلہ قائم رکھا۔دوسری بہنیں اس شرف سے محروم رہیں۔علاوہ ازیں باقی تینوں بہنیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی وفات پا گئی تھیں۔اس طرح وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ اعمال میں رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ہوا تو آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نامہ اعمال میں آئے۔[1]

علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مختلف دلائل وشواہد سے میں نے یہ بات استنباط کی ہے اور پھر نص سے اس کا ثبوت مل گیا اور امام ابن جریر طبری کا قول بھی اس کا مؤید ہے۔ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے فاطمہ بنت حسین بن علی عن جدتھا فاطمہ کے طریق سے اس کی تخریج کی ہے کہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے جبکہ میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سرگوشی فرمائی تو میں رو پڑی۔اس کے بعد سرگوشی کی تو میں ہنس پڑی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق پوچھا۔میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کی بات ظاہر نہیں کرسکتی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر تقاضا کیا تو میں نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سال جبرائیل علیہ السلام نے دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا ہے، جس سے میرا خیال ہے کہ شاید میں اسی سال انتقال کر جاؤں۔تمام عالم کی عورتوں میں کوئی عورت بھی ایسا فضل وکمال حاصل نہیں کرسکتی جو فاطمہ (رضی اللہ عنہا) آپ کو حاصل ہے۔

[1] فتح الباری، ج ۷ ص ۱۰۵ کتاب المناقب، باب مناقب فاطمہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اگر تم صبر و استقلال کا دامن نہیں چھوڑو گی تو تم ان عورتوں میں سے بلند و بالا مرتبہ والی ہو گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر میں رو پڑی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنْتِ سَیِّدَۃُ النِّسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّۃِ اِلَّا مَرْیَمَ۔

تو میں ہنس پڑی۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ مزید لکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا:

فاطمة بضعة منی

''فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔''

وفیه انها افضل بنات النبی صلی الله علیه وسلم۔[2]

''اور یہ بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اپنی دوسری بہنوں سے افضل ہونے کی دلیل ہے۔''

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الانف میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اپنی بہنوں پر بزرگی اور برتری اس وجہ سے ہے:

لانها ولدت الحسن۔ الذی: قال فیه جده ان ابنی هذا سیدٌ۔ وهو خلیفة وبعلها خلیفة۔

ترجمہ:...... اس لیے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن جیسا فرزند ارجمند عطا فرمایا جس کے متعلق ان کے نانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور وہ خلافت کی خلعت سے نوازا جائے گا اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے شوہر امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی خلافت کی خلعت سے سرفراز ہوں گے۔

اس سے بھی بہتر توجیہہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہنوں اور والدہ مکرمہ پر فضیلت

---

[1] فتح الباری، ج ۷ ص ۱۰۵ کتاب المناقب، باب مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا

[2] فتح الباری، ج ۷ ص ۱۰۵

اس وجہ سے ہے کہ ان سب کا انتقال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہو گیا تھا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ہوا اور یہ اعزاز ان کے میزان عمل میں پایا جاتا ہے۔

اور بزار نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فاطمة: هی خیر بناتی لانها اصیبت فی وهذا قول حسن

"فاطمہ میری سب سے اچھی بیٹی ہے، اسے میری وجہ سے مصیبت سے دوچار ہونا پڑا اور یہ عمدہ قول ہے۔"

وکان یقبلها فی فیها۔ ویمصها لسانه

ترجمہ:...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے منہ پر بوسہ دیتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک چوستیں۔

اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لعاب دہن سے مل کر ان کے پیٹ میں داخل ہوتا اور اس کی برکات سے سیدہ مالا مال ہوتی تھیں۔[1]

خاتون جنت، سیدہ فاطمہ بتول، جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف و امتیاز بھی حاصل ہے کہ اللہ جل مجدہ نے ان ہی کے ذریعہ سرور کون و مکان، سلطان زمین و زماں صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسل تا قیامت باقی رکھا اور اس وصف و شرف میں بھی سیدہ کی تینوں بہنیں سہیم و شریک نہیں ہیں۔

جیسا کہ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۶۳۰ھ فرماتے ہیں:

وانقطع نسل رسول الله صلی الله علیه وسلم الا منها، فان الذکور من الاولاده ماتوا صغارًا۔ واما البنات فان رقیة رضی الله عنها

---

[1] زرقانی شرح مواہب، ج ۴ ص ۳۳۴ ذکر اولاد و الکرام

ولدت عبداللہ بن عثمان فتوفی صغیرا واما ام کلثوم رضی اللہ عنہا لم تلد۔ واما زینب رضی اللہ عنہا فولدت علیًا ومات صبیًا۔ وولدت امامۃ بنت ابی العاص۔ قال الزبیر انقرض عقب زینب۔[1]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ نسل منقطع ہوگیا، مگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے قائم رہا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے تو چھوٹی ہی عمر میں انتقال کر گئے تھے اور بیٹیوں میں سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا جو چھوٹی عمر میں فوت ہوگیا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہاں اولاد نہیں ہوئی جبکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹا علی پیدا ہوا جو بچپن میں فوت ہوگیا اور بیٹی امامہ پیدا ہوئی۔ (امام الانساب زبیر) حضرت زبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعد آپ کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وانقطع نسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا من فاطمۃ۔[2]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ نسب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی سے باقی رہا۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۲۳ھ فرماتے ہیں:

ولم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقب الا من ابنتہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا۔ وانتشر نسلہ الشریف منہا۔ من جہۃ السبطین الحسن والحسین فقط۔[3]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ نسب باقی نہیں رہا سوا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ نسل کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی سے پھیلایا۔ ان کی اولاد حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے فقط۔

---

[1] الاسد الغابہ، ج ۵ ص ۵۲۰

[2] الاصابہ، ج ۴ ص ۳۷۷

[3] مواہب الدنیہ، ص ۳۳۹

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۲۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وذلك دال على شرف الاناث وبركتهن۔[1]

ترجمہ:...... یہ نسل کا باقی رہنا عورتوں کی شرافت اور برکت پر دلالت کرتا ہے (یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر دلالت ہے)۔

علمی فضیلت

خاتون جنت، سیدہ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک کچھ زیادہ نہیں تھی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی استفادہ کرنے کا بھی زیادہ موقع نہ ملا، اس لیے کتب احادیث میں ان سے جو احادیث مروی ہیں، ان کی تعداد اٹھارہ پائی جاتی ہے۔ ان سے روایت کرنے والے حضرات میں حسب ذیل اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدنا حسن، سیدنا حسین، سیدنا انس بن مالک، سیدہ ام ہانی، ام سلمٰی اور حضرت ام رافع رضی اللہ عنہم۔[2]

اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو تفقہ فی الدین سے بھی بہرہ ور فرمایا تھا، جس کا اظہار بعض مواقع پر ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں گوشت تناول فرمارہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تازہ وضو کیے بغیر نماز کے لیے تشریف لے جانے لگے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام کر عرض کرنے لگیں، وضو ادا فرمالیں۔

اس سے پہلے ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد دوبارہ وضو کیا جائے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جان پدر! کس وجہ سے وضو کیا جائے؟ سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی:

---

[1] زرقانی، ج ۴ ص ۳۳۴

[2] تہذیب التہذیب، ج ۸ ص ۴۹۲ ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا

مِمَّا مَسَّتِ النَّارِ۔ [1]

''آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو۔''

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام اچھے کھانے آگ پر تو پکائے جاتے ہیں۔

خلفائے راشدین، جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور احناف کا بھی یہی نظریہ ہے کہ آگ پر پکی چیز کھانے سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ علی المرتضیٰ سفر سے واپس تشریف لائے تو میں نے ان کی خدمت میں قربانی کا گوشت پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا: فاطمہ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام قربانی کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع نہیں فرمایا ہے؟ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنے علم کے مطابق عرض کیا۔

انه قد رخص فيها۔

ترجمہ: ......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق اجازت عطا فرمادی ہے۔

لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تشفی نہ ہوئی، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كلها من ذي الحجة الى ذي الحجة۔ [2]

''قربانی کا گوشت سال تک بھی کھا سکتے ہو۔''

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا۔ لخت جگر! ذرا بتاؤ تو سہی عورت کی سب سے اچھی صفت کون سی ہے؟

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

لا يراهن الرجال۔

''اس پر کسی غیر محرم کی نظر بھی نہ پڑے۔''

[1] مسند امام احمد، ج ۶ ص ۲۸۳ [2] مسند امام احمد ج ۶ ص ۲۸۲

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

خیر لھن ان لا یرین الرجال ولا یرونھن

ترجمہ:...... عورت کی سب سے اچھی صفت یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ ہی کوئی غیر مرد اسے دیکھے۔

یہ جواب باصواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت آمیز لہجے میں فرمایا:

انما فاطمة بضعة منی۔[1]

ترجمہ:...... "کیوں نہ ہو۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے دل کا ٹکڑا ہے۔"

عبادت وریاضت

خاتون جنت، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اللہ جل مجدہ کی بندگی وعبادت سے بے انتہا شغف تھا۔ وہ قائم اللیل اور دائم الصوم تھیں۔ یعنی راتوں کو قیام اور ہمیشہ روزہ رکھنے والی تھیں۔ خوف الٰہی سے ہر وقت لرزاں وترساں رہتی تھیں۔ مسجد نبوی شریف کے پہلو میں گھر تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ومواعظ گھر بیٹھے سنا کرتی تھیں۔ پند ونصائح میں عقوبت وعذاب اور محاسبہ آخرت کا ذکر آتا تو ان پر ایسی رقت طاری ہوجاتی کہ روتے روتے غش آجاتا تھا۔ اسی طرح تلاوت قرآن مجید کے دوران عذاب وعتاب کی آیات تلاوت کرتے ہوئے جسم اطہر پر کپکپی اور لرزہ طاری ہوجاتا اور آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوجاتا۔

ذکر خداوندی سے عموماً رطب اللسان رہتیں۔ گھر کا کام کاج کرتے بھی ذکر کرتے ہوئے جسم اطہر پر کپکپی اور لرزہ طاری ہوجاتا اور آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوجاتا۔

ذکر خداوندی سے عموماً رطب اللسان رہتیں۔ گھر کا کام کاج کرتے بھی ذکر سے غافل نہیں ہوتی تھیں۔ چکی پیستے، کھانا پکاتے اور دیگر کاموں کی مصروفیت کے وقت ذکر میں مشغول رہتیں۔

---

[1] مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۳۹ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۱

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کے کام کاج کے دوران زبان پر تلاوت قرآن مجید جاری رہتی۔ چکی پیستے وقت بھی قرآن ہی ورد زبان ہوتا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ان حالات کی منظر کشی کس انداز سے کی ہے:

آن ادب پروردہ صبر و رضا
آسیا گرداں و لب قرآن سرا

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی والدہ محترمہ کو صبح سے شام تک محراب عبادت میں اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے، بے حد خشوع وخضوع کے ساتھ اس کی حمد وثنا کرتے اور دعائیں مانگتے دیکھتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی دعائیں عموماً مسلمان مرد اور عورتوں کے لیے ہوا کرتی تھیں۔

عبادت کرتے وقت سیدہ عالم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نورانی چہرہ زعفرانی ہو جاتا۔ جسم پر لرزہ طاری ہوتا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ اکثر آنسوؤں سے جائے نماز بھیگ جاتی تھی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات میری مادر گرامی نماز کے لیے اپنی گھریلو مسجد میں کھڑی ہوئیں اور رات بھر نماز میں مشغول رہیں۔ اسی حالت میں صبح کر دی۔ والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے دل کھول کر خوب دعائیں کیں، مگر اپنے کوئی دعا نہ مانگی۔

میں نے عرض کیا:

امی جان! آپ نے سب کے لیے دعائیں مانگیں، لیکن اپنے لیے کوئی دعا نہ کی؟

جواب دیا:

لخت جگر! اَوَّلُ الْجِوَارِ ثُمَّ الدَّارُ۔ پہلے ہمسایہ ہیں، پھر گھر ہے۔[1]

---

[1] امداد النبوت اردو، ج ۲ ص ۷۹۰

جاں نثاری، اطاعت گزاری

دلخراش واقعہ

شہزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے والد گرامی قدر اور دوسرے اہل ایمان کو ظالم کافروں کے نرغے میں گھرے ہوئے پایا جو دن رات بے انداز مصائب اور مظالم برداشت کر رہے تھے۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ابھی عمر ہی کیا تھی۔ پھر بھی یہ ننھی سی جان جہاں کہیں والد ماجد کی تکلیف کی خبر سنتیں دوڑی چلی جاتیں اور جہاں تک بس چلتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتیں۔

ایک روز کی بات ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سایہ میں رب کعبہ کی نماز پڑھ رہے تھے، اتفاق سے وہاں بڑے بڑے کافر سردار ابو جہل اور عتبہ وغیرہ بھی آ گئے اور ان میں سے کسی نے یہ شیطانیت آمیز تجویز پیش کی کہ کوئی شخص جا کر اونٹ کی اوجڑی لے آئے اور جب محمد سجدہ میں جائیں تو ان کی گردن پر ڈال دی جائے۔ ایک بدبخت یہ کارنامہ انجام دینے کو تیار ہو گیا اور اوجڑی لا کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک پر ڈال دی۔ پھر سب مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے بسی اور کسمپرسی پر ہنسنے اور قہقہے لگانے لگے۔

کسی نے یہ دلخراش اور اندوہناک خبر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو سنا دی۔ وہ ننھی سی جان بے تحاشا روتی ہوئی دوڑیں اور وہاں پہنچ کر جلدی جلدی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک سے بوجھ اتارا۔ آپ رضی اللہ عنہا روتی جاتیں اور سنگ دل مشرکین کو بددعائیں دیتی جاتی تھیں۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت ایسی تکلیف و اذیت پہنچی کہ بے اختیار پیمانہ صبر چھلک پڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ کلمات نکل گئے۔

اللهم عليك بقريش۔ اللهم عليك بقريش۔ اللهم عليك بقريش۔ ثم سمّى اللهم عليك بعمرو بن هشام وعتبه بن ربيعة۔

وشيبة بن ربيعة۔ والوليد بن عتبة۔ وامية بن خلف وعقبة بن ابی معيط۔ وعمارة بن الوليد۔

ترجمہ:...... بارالہا! قریش پر عذاب نازل کر۔ یاالٰہی! قریش پر عذاب نازل کر۔

پھر نام لے کر کہا خدایا! عمرو بن ہشام (ابوجہل)، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو ہلاک کردے۔

غزوہ احد

۳ھ غزوہ احد میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور چہرہ مبارک پر ضیا زخمی اور خون آلود ہوگیا۔ ۷۰ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش کیا۔ یہ کربناک خبر جب مدینہ منورہ پہنچی تو خواتین فرط غم سے نڈھال ہوگئیں اور بے اختیار گھروں سے نکل کر میدان جنگ میں پہنچ گئیں۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہے اور خون جاری ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر لائے اور شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا زخم دھونے لگیں، لیکن زخم گہرا ہونے کی وجہ سے خون بند نہ ہوا تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر جلایا اور اس کی راکھ زخم میں بھر دی۔ اس طرح خون بند ہوگیا۔[1]

فتح مکہ

۶ھ میں شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار قدسی نفوس جاں نثاروں کے جلوس میں فاتحانہ جاہ وجلال کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف فرما ہوئے۔ اس تاریخ ساز سفر میں سيدة النساء فاطمة الزہراء رضی اللہ عنہا بھی ہمرکاب تھیں۔ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا ان کی موجودگی کا ذکر اس طرح کرتی ہیں۔

فتح مکہ کے دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۵۸۳، ۵۸۴، کتاب المغازی، باب ماصاب النبی من الجراح فتح الباری، ج ۷ ص ۳۷۳

کی بائیں جانب بیٹھ گئیں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب تھی، اتنے میں ایک باندی برتن میں پینے کی کوئی چیز لائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے نوش فرمایا اور پھر مجھے عنایت فرمایا۔ میں نے بھی اس سے پی لیا۔

پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو روزہ سے تھی اور میں نے پی لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے کوئی قضا روزہ رکھا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ روزہ نفلی تھا تو کوئی حرج نہیں۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مرحمت فرمایا۔ [1]

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۱۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''مصابیح میں ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پس خوردہ پہلے ام ہانی رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا، اس لیے کہ وہ دائیں جانب بیٹھی تھیں یا اسلام قبول کرنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سبقت حاصل تھی، یا عمر میں بڑی ہونے کی وجہ سے، یا بہ نسبت اہل بیت کے وہ دور کی رشتہ دار تھیں۔ [2]

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے پینے سے پہلے روزہ دار ہونے کا اظہار نہیں کیا۔ شاید یہ خیال ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک حاصل کرنے میں سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا سبقت نہ لے جائیں۔ اس تبرک کے حاصل کرنے کا شرف روزہ سے یقیناً افضل اور اعلیٰ تھا۔ [3]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جوٹھا حاصل کرنے میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے روزے کی پرواہ بھی نہیں کی اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے پہلے نوش کر لیا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر ہی حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، جس کی کیفیت حدیث پاک میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ فتح مکہ کے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کر رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کر رکھا تھا۔

---

[1] مشکوٰۃ ۱۸۱

[2] مرقاۃ المصابیح، ج ۴ ص ۳۱۰ کتاب الصوم

میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا ام ہانی بنت ابو طالب ہوں۔

فقال مرحبا بام ھانی۔ [1]

ترجمہ:...... آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرحبا اے ام ہانی (رضی اللہ عنہا)۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تہبند باندھ کر غسل فرما رہے تھے، لیکن آپ کو یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ وجود گرامی کے کسی بھی حصہ پر کسی کی نظر پڑے، اس لیے یہ خدمت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے انجام دی۔ علاوہ ازیں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے سلام وکلام اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چادر باندھ کر غسل فرما رہے تھے۔ [2]

۱۰ ہجری میں سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حج ادا فرمایا۔ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عمرہ ادا کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے احرام کھول کر رنگ دار کپڑے پہن لیے اور سرمہ بھی لگایا۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یمن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اونٹ لے کر مکہ مکرمہ آئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بغیر احرام دیکھ کر تعجب انگیز لہجہ میں کہا تمہیں یہ کس نے حکم دیا ہے؟ سیدہ رضی اللہ عنہا نے بڑی متانت سے عرض کیا میرے باپ نے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حقیقت حال دریافت کرنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صدقت، صدقت، صدقت۔ [1]

اس نے سچ کہا، سچ کہا، سچ کہا۔

---

[1] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۵۲۴۲

[2] انوار الباری، ج ۷ ص ۱۷۵

[3] صحیح مسلم، ج ۱ ص ۳۹۶ ابو داؤد، ج ۱ ص ۱۹۰ باب صفۃ حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھٰتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

شمائل وخصائل

خاتون جنت، سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا شکل وشباہت، اخلاق ومزاج میں اور گفتار ورفتار میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ظاہری وباطنی اوصاف ان کی ذات والاصفات میں موجود تھے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سوتیلی ماں تھیں، ان کا بیان ہے کہ میں نے طور طریق کی خوبی، اخلاق وکردار کی پاکیزگی، نشست وبرخواست کی شائستگی، گفتار اور لب ولہجہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔[۱]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیگر ازواج مطہرات بھی موجود تھیں۔ سیدہ رضی اللہ عنہا جب سامنے آئیں تو بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال تھی۔ ذرا بھی فرق نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے تپاک سے مَرْحَبًا یَابِنْتِیْ کہہ کر پاس بٹھایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں کچھ فرمایا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا پر رقت طاری ہوگئی اور رونے لگیں۔ ان کو روتے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ ہنسنے لگیں۔

میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: فاطمہ! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ اپنے راز کی باتیں کہتے ہیں اور تم روتی ہو؟ میں نے رونے اور ہنسنے کی وجہ دریافت کی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشا نہیں کرسکتی۔

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: فاطمہ! تم پر میرا جو حق ہے میں اس کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اس دن کی بات سے مجھے آگاہ کرو۔ انہوں نے کہا ہاں اب ممکن ہے۔ میرے رونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد دنیا سے رخصت

۱۔ مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۴، ۱۶۰ کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر فاطمہ الاستیعاب ج ۴ ص ۳۷۷ حاشیہ الاصابہ

رخصت ہونے کی اطلاع دی اور ہنسنے کا سبب یہ تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

یافاطمۃ اما ترضین ان تکونی سیدۃ نساء العالمین۔ او نساء ھذہ الامۃ۔ [1]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأیت احدا کان اشبہ سمتا، وھدیا، ودلًّا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قیامھا، وقعودھا من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قالت وکانت اذا دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام الیھا، قبلھا، واجلسھا فی مجلسہ وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل علیھا قامت من مجلسہ، فقبلتہ واجلستہ فی مجلسھا۔ [2]

ترجمہ:...... میں نے طور طریقے میں، چال چلن میں، رفتار میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے، ان کا بوسہ لیتے اور انہیں اپنی جگہ بٹھاتے۔ اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔

مناقب وفضائل

خاتون جنت سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں۔ علماء ومشائخ نے بڑے اہتمام سے انہیں جمع کیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الثعور البماسمۃ فی مناسب السیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا'' میں اور امام ابو عبداللہ! حاکم نیشاپوری نے مستدرک حاکم میں جمع کیے۔ یوں ہی علامہ شوکانی نے ''در السحابہ'' میں ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

[1] حلیۃ الاولیاء، ج ۲ ص ۳۹

[2] معجم طبرانی کبیر، ج ۲۲ ص ۴۰۱ مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۳۹ تہذیب التہذیب، ج ۱۰ ص ۴۹۵

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّہَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَہْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لفاطمة. ان الله تعالى يرضى لرضاك ويغضبك۔ [1]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خوشی پر خوش اور تمہاری ناراضی پر ناراض ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک ایسا فرشتہ آسمان سے نازل ہوا جو اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا۔ پھر اس نے اللہ کے حکم سے سلام پیش کیا اور مجھے خوشخبری سنائی۔

ان فاطمة سيدة نساء اهل الجنة۔ [2]

عن عائشة قال النبي صلى الله عليه وسلم يافاطمة اما ترضين ان تكوني سيدة نساء اهل الجنة اونساء المومنين۔ [3]

يافاطمة الا ترضين ان تكوني سيدة نساء العالمين، سيدة نساء هذه الامة، وسيدة نساء المومنين۔ هذا اسناد صحيح۔ [4]

ترجمہ:......اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم جہان کی عورتوں کی سردار ہو اور تم اس امت کی سردار ہو اور تم مومن عورتوں کی سردار ہو۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا۔

اى الناس كان احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ قالت فاطمة قيل من الرجال۔ قالت: زوجها، انه كان ماعلمت صواما قواما۔ [5]

---

[1] معجم طبرانی، کبیر ج ۲۲ ص ۴۰۱ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۳۹ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۹۵

[2] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۱

[3] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۵۱۲ کتاب المناقب

[4] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۶ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۰ کتاب المناقب

[5] جامع ترمذی، ج ۲ ص ۲۲۷ ابواب المناقب در الصحابۃ ص ۲۷۳

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ کہا فاطمہ۔ پھر پوچھا گیا۔ مردوں میں تو کہا ان کے شوہر علی رضی اللہ عنہ۔ میری معلومات کے مطابق وہ بہت روزے رکھنے والے اور بہت قیام کرنے والے تھے۔

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ۔[1]

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

یافاطمۃ واللہ: مارأیت احدًا احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ منک۔ واللہ: ماکان احد من الناس بعد ابیک صلی اللہ علیہ وسلم احب الیّ منک۔

ترجمہ:...... اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے زیادہ محبوب آپ ہی ہیں۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں ہنس رہے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے اور خاموش ہوجانے کی وجہ دریافت فرمائی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا جلدی سے بولیں۔

بابی انت یارسول اللہ: قال ھذا انا۔ احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منک۔ فقلت: بل انا احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منک۔ فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وقال۔

"یابنیۃ لک رقۃ الولد۔ وعلی اعز علی منک"۔[2]

---

[1] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۵

[2] معجم طبرانی کبیر، ج ۱۱ ص ۵۵، حدیث نمبر ۱۱۰۶۳ مجمع الزوائد، ج ۱ ص ۲۲۳ حدیث نمبر ۱۵۱۹۵

یارسول اللہ! میں آپ پر فدا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کو تمہاری نسبت زیادہ محبوب ہوں اور میں کہتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ آپ کی نسبت مجھے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔

حضور انور ﷺ نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔

جان پدر! تجھے اولاد والی اطاعت وفرمانبرداری کا شرف حاصل اور علی مجھے تم سے بھی زیادہ عزیزہ ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ

ایهما احب الیك۔ انا ام فاطمة

ترجمہ:......ہم دونوں میں آپ ﷺ کو کون زیادہ محبوب ہے؟

قال: فاطمة! احب الی منك۔ وانت اعز علی منها۔ [1]

ترجمہ:......آپ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ مجھے آپ سے زیادہ محبوب ہے اور تم اسے مجھے زیادہ محبوب ہو۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مارایت احدًا اشبه کلامًا وحدیث من فاطمة برسول الله صلی الله علیه وسلم۔ وکانت اذا دخلت علیه رحب بها۔ وقام الیها فاخذ بیدها، فقبلها، واجلسها فی مجلسه۔ [2]

ترجمہ:......میں نے گفتگو اور بات کرنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت والا کوئی نہیں دیکھا۔

---

[1] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۴

[2] مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۳۸ حدیث ۱۵۱۹۲

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ کھڑے ہوکر استقبال کرتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنے قریب بٹھاتے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب خاتون جنت حاضر ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبت اور شفقت کی وجہ سے کھڑے ہوجاتے۔ بیٹی کا ہاتھ پکڑ کر ان کی پیشانی چومتے اور انہیں اپنی جگہ لاکر بٹھاتے۔

یہی طریقہ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کا بھی تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے جاتے تو فوراً کھڑی ہوکر تعظیم بجالاتیں۔ آگے بڑھ کر دست مبارک تھام لیتیں اور اپنی جگہ لاکر بٹھاتیں۔ [1]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا۔

قالت تسالنی عن رجل. واللہ: ما أعلم رجلا کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علی. ولا فی الارض امرأۃ کانت احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من امرأتہ. [2]

ترجمہ:...... فرمایا تم ایسے آدمی کے متعلق پوچھتے ہو۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک علی سے کوئی اور زیادہ محبوب ہو اور روئے زمین پر عورتوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی محبوب نہیں تھی۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے۔ جو چیز اسے روکتی ہے وہی مجھے روکتی ہے اور جو چیز خوش کرتی ہے وہ اس کے لیے خوش کن ہوتی ہے۔

فرمایا: قیامت کے دن تمام رشتے ناطے اور تعلقات ختم ہوجائیں گے۔

---

[1] مدارج النبوۃ اردو، ج ۲ ص ۷۸۷ ذکر فاطمہ

[2] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۴

غیر نسبی وسببی وصهری۔[1]

ترجمہ:...... سوا میری رشتہ داری، نسب، تعلق اور دامادی کے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

ما رأیت افضل من فاطمة غیر ابیها۔[2]

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ کے علاوہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

سیدۂ عالم رضی اللہ عنہا کی یہ عظیم منقبت ان کے فضل اور عظمت شان پر دلالت کرتی ہے۔ حضور انور ﷺ جب کسی غزوہ یا سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جا کر نفل نماز ادا فرماتے اور پھر سیدہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے، پھر اپنی ازواج رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف فرما ہوتے اور جب سفر پر روانہ ہوتے تو مسجد نبوی شریف میں نفل ادا فرماتے، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر کھڑے کھڑے ان کی پیشانی چومتے اور رخصت ہو جاتے تھے۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر پر روانہ ہوتے تو سب سے آخر میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو الوداع کہتے۔ اور جب سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات فرماتے تھے۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

فِدَاكِ اَبِیْ وَاُمِّیْ۔[5]

---

[1] مسند امام احمد، ج ا ص ۳۲۳

[2] مستدرک ج ۲ ص ۱۵۸

[3] مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۲۷ حدیث نمبر ۱۵۱۹۳

[4] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۶

[5] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۶ عنوان اذا سافر النبی ﷺ درالسحابہ، ص ۲۷۹

"تم پر میرے ماں باپ نثار ہوں۔"

جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خاتون جنت، سیدۂ عالم سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ عظمت اور امتیاز حاصل ہے کہ ان کی شان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بِضْعَةٌ مِنِّيْ۔

اور اس اعزاز میں آپ کی تینوں ہمشیرگان بھی شریک نہیں ہیں۔

جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نسبت قائم کرنے کا ارادہ کیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انما فاطمة بضعة منی۔ یؤذینی ما آذاھا، وینصبنی ما انصبھا۔ [1]

ترجمہ:...... فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے تکلیف پہنچاتی ہے وہ مجھ کو تکلیف پہنچاتی ہے اور جو چیز اسے مصیبت میں ڈالتی ہے۔ وہ میرے لیے بھی پریشان کن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمة بضعة منی یقبضنی ما یقبضھا، ویبسطنی ما یبسطھا۔ [2]

ترجمہ:...... فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے دل کا ٹکڑا ہے، جس چیز سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے۔ اس سے وہ بھی تکلیف محسوس کرتی ہے اور جس چیز سے مجھے خوشی ہوتی ہے وہ بھی اس سے خوش ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ابنتی بضعة منی یریبنی ما ارابھا، ویؤذینی ما اذاھا۔ [3]

---

[1] مسند احمد، ج ۴، ۵ سنن ترمذی، ج ۲ ص ۲۲۷ ابواب المناقب ما فضل فاطمہ رضی اللہ عنہا

[2] مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۷

[3] مسند امام احمد، ج ۴ ص ۳۲۳ مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۹

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ترجمہ:...... میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے دل کا ٹکڑا ہے، جو اسے برا لگتا ہے وہ مجھے بھی برا لگتا ہے اور جس چیز سے اسے تکلیف ہوتی ہے وہ میرے لیے بھی تکلیف دہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

فاطمة شجنة مني، يبسطني ما بسطها، ويقبضني ما قبضها۔ [1]

ترجمہ:...... فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو چیز میری خوشی کا سبب ہے وہ اس کے لیے بھی خوش کن ہے اور جس چیز سے مجھے تکلیف ہوتی ہے وہ اس کے لیے بھی تکلیف دہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

فاطمة مضغة مني يقبضني ما يقبضها ويبسطني ما بسطها۔ [2]

فاطمه بضعة مني فمن اغضبها اغضبني۔ [3]

سَيِّدَةُ النِّسَاءِ الْجَنَّةِ

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی چال میں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چال میں بڑی مشابہت تھی۔ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَرْحَبًا بِابْنَتِي۔

"بیٹی مرحبا! خوش آمدید! جی آیاں نوں!"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنے دائیں جانب یا بائیں جانب بٹھایا، پھر ان کے کان میں کچھ سرگوشی فرمائی جسے سن کر سیدہ رضی اللہ عنہا زار و قطار رونے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبارہ کان میں کچھ کہا تو وہ ہنس دیں۔

۱۔ مسند امام احمد، ج ۴ ص ۳۲۳ مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۳۹

۲۔ مسند امام احمد، ج ۴ ص ۳۲۳ مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۹

۳۔ صحیح بخاری، ج ۱ ص ۵۳۲ صحیح مسلم، ج ۲ ص ۲۹۰

ام المومنین رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آج غم کے فوراً بعد ہی خوشی کی جو کیفیت میں نے آپ کے چہرے پر دیکھی اس کا مشاہدہ میں نے کبھی نہیں کیا تھا۔

پھر میں نے ان سے پوچھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا۔

سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اس راز کو افشا نہیں کرسکتی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے پھر پوچھا تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ پہلی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ جبرائیل ہر سال قرآن مجید کا دور ایک مرتبہ کیا کرتے تھے، لیکن اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب میری موت کا وقت قریب آچکا ہے اور میرے گھرانے میں سب سے پہلے مجھ سے آملنے والی تم ہوگی، تو میں رونے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ ارشاد فرمایا:

اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ النِّسَاءِ الْجَنَّةِ اَوْنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ:......کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہوگی یا مومن عورتوں کی سردار ہو۔

یہ سن کر سیدہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔[1]

صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

یافاطمہ: اما ترضین ان تکونی سیدۃ النساء المومنین اوسیدۃ نساء هذه الامة۔[2]

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے عمران بن حسین سے روایت نقل کی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے اور فرمایا:

کیف تجدینك یابنیة؟

---

[1] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۵۱۲۔ کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی السلام

[2] صحیح مسلم، ج ۲ ص ۲۹۰ کتاب المناقب، باب فضائل فاطمہ

"جان پدر! کیسی طبیعت ہے۔"

عرض پرداز ہوئیں بیماری روز افزوں بڑھتی جارہی ہے۔

زبان نبوت دُرّ فشاں ہوتی ہے:

یابنیة! الا ترضین انك سیدة النساء العالمین

ترجمہ:.....لخت جگر! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم جہاں کی عورتوں کی سردار ہو۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

یاابت! فاین مریم بنت عمران؟

ترجمہ:.....اے اباجان! تو پھر مریم بنت عمران کا درجہ کیا ہوگا؟

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تلك سیدة نساء عالمها۔ وانت سیدة نساء عالمك۔ [1]

ترجمہ:.....وہ تو اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار تھیں اور تم اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج آسمان سے ایک ایسا فرشتہ نازل ہوا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ اللہ جل مجدہ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ مجھے سلام کرے اور اس بات کی خوشخبری سنائے۔

ان فاطمة سیدة النساء اهل الجنة۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اما انها سیدة النساء یوم القیامة۔ [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] الاستیعاب ذکر فاطمہ رضی اللہ عنہا ج ۴ ص ۷۶ ۳ بر حاشیہ الاصابہ، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۲ شرح زرقانی، ج ۲ ص ۲۲۵

[2] حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۲

[3] معجم کبیر، ج ۲۲ ص ۴۰۳

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ایک فرشتہ آسمان سے میری ملاقات کو آیا، جسے اللہ تعالیٰ نے میری زیارت کرنے اور یہ خوشخبری دینے کا حکم فرمایا۔

ان فاطمة سيدة النساء امتي۔ [1]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول نے سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔

انك سيدة النساء اهل الجنة الا ما كان من البتول مريم بنت عمران۔ [2]

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

ما يسرك ان تكوني سيدة النساء اهل الجنة الا مريم۔ [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

افضل نساء اهل الجنة خديجة بنت خويلد وفاطمة بنت محمد، آسية بنت مزاحم امرأة فرعون ومريم ابنة عمران۔ [4]

مسند حارث میں بسند صحیح مروی ہے:

مريم خير نساء عالمها وفاطمة خير نساء عالمها۔ [5]

امام ترمذی روایت بیان کرتے ہیں:

خير نسائها مريم وخير نسائها فاطمة۔ [6]

۱۔ معجم طبرانی کبیر، ج ۲۲ ص ۴۱۸، حدیث نمبر ۱۰۳۱

۲۔ مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۱۵۲

۳۔ زرقانی شرح مواہب، ج ۴ ص ۳۳۶ ذکر فی اولادہ الکرام

۴۔ مسند امام احمد، ج ۱ ص ۲۹۳

۵۔ شرح زرقانی، ج ۴ ص ۳۳۴

۶۔ شرح زرقانی، ج ۴ ص ۳۳۴

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ میرے پاس بحکم خداوندی آیا، مجھے سلام کیا اور یہ خوشخبری دی۔

ان حسیناً وحسیناً سید اشباب اهل الجنه وامهما سیدة نساء اهل الجنة۔ [1]

افضلیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۲۲ھ رقمطراز ہیں۔

علامہ زرکشی قطب الخیضری اور مقریزی فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سب عورتوں سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا جگر گوشہ فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود گرامی کے ٹکڑے سے افضل اور بہتر کوئی دوسری عورت کیسے ہو سکتی ہے۔

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں۔ دلائل و براہین کے پیش نظر ہم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں سے افضل سمجھتے ہیں۔ [2]

افضل النساء کون؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات میں چار خوش بخت خواتین کو عورتوں کی سردار قرار دیا گیا ہے۔ یہ بحث تشنہ تکمیل رہی کہ ان چار میں سے افضلیت کا اعزاز کسے حاصل ہے، یہ انتہائی اہم اور نازک بحث احادیث مبارکہ اور محدثین کی جرح و تعدیل کی روشنی میں قدرے مفصل ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔

خیر نسائها مریم، وخیر نسائها خدیجة۔ [3]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار

۱۔ معجم طبرانی کبیر، ج ۲۴ ص ۴۰۲ حدیث ۱۰۰۵

۲۔ زرقانی شرح مواہب، ج ۴ ص ۳۳۶

۳۔ بخاری ج ۱ ص ۵۳۸ مسلم ج ۲ ص ۲۸۳

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

خط کھینچے، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ خط کیسے ہیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

افضل نساء اهل الجنة خديجة بنت خويلد و فاطمه بنت محمد مريم بنت عمران آسية بنت مزاهم امرأة فرعون۔ [1]

ترجمہ:...... جنت کی عورتوں میں سب سے افضل یہ چار عورتیں ہیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم جو فرعون کی بیوی تھی۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سيدات نساء اهل الجنة مريم بنت عمران ثم فاطمة بنت محمد ثم خديجة ثم آسيه امرأة فرعون۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اربع نسوة سيدات عالمهن مريم بنت عمران و آسيه بنت مزاحم وخديجة بنت خويلد و فاطمة بن محمد وافضلهن عالما فاطمة۔ [3]

ترجمہ:...... جنت کی عورتوں میں افضل مریم بنت عمران، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر آسیہ فرعون کی بیوی۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خير نساء العالمين مريم بنت عمران و خديجة بنت خويلد و

۱؎ طبرانی کبیر ج ۱ ص ۳۲۸ مستدرک حاکم ج ۳ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۶۲

۲؎ طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۲۶۶ حدیث ۱۹۲۸ طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۴۰۷

۳؎ درمنثور ج ۲ ص ۱۸۷

فاطمة بن عمران محمد وآسية امراة فرعون۔[1]

ترجمہ:...... تمام جہانوں میں سب سے بہتر چار عورتیں ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور فرعون کی بیوی آسیہ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حسبك من نساء العالمين۔[2]

معمر کی روایت میں ہے۔

افضل نساء العالمين اربع۔[3]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔

سيدة نساء العامين۔[4]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے۔

سيدة نساء اهل الجنة بعد مريم بنت عمران، فاطمة بنت محمد و خديجة وآسية امراة فرعون۔[5]

عن عمار بن ياسر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد فضلت خديجة رضى الله عنها لى نساء امتى، كما فضيلت مريم على نساء العالمين[6]

---

[1] ترمذی ج ۲ ص ۲۲۹ طبرانی ج ا ص ۳۱۸

[2] الاستیعاب ج ۴ ص ۲۸۵ طبرانی ج ۲۳ ص ۷ حدیث ۳ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۶۴ حدیث ۱۵۲۲۹ ترمذی ج ۲ ص ۱۱۹ ابواب المناقب باب فضل خدیجہ طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۳۱۸ حدیث

[3] مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۶۲

[4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۸۵

[5] ایضاً ۱۵ منثور ج ۲ ص ۶۱۸۷

[6] مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۶۲ در منثور ج ۲ ص ۱۸۷

کسی فاضل محقق نے اس حدیث پر ایک بہترین علمی لطیفہ لکھا ہے، کہتے ہیں:

لطف کی بات یہ ہے کہ ان تینوں خواتین میں ایک بات مشترک ہے کہ ان میں سے ہر ایک خاتون نے ایک نبی مرسل کی کفالت کی ہے اور ان کے ساتھ اچھی مصاحبت اختیار کی اور اس پر ایمان بھی لائیں تو آسیہ بی بی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کا اعزاز حاصل کیا، ان سے نیک سلوک کیا اور مبعوث ہونے کے بعد اس کی تصدیق کی۔[1]

امام ابی حیان رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۵۴ھ فرماتے ہیں:

وقیل نساء العالمین خاص بنساء عالم زمانها، فیکون الاصطفاء اذا ذالك عامه. قاله ابن جریج. وروی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال خیر نساء الجنة مریم بنت عمران. وروی خیر نسائها مریم بنت عمران.

وروی خیر نساء العالمین اربع مریم بنت عمران وآسیة بنت مزاحم امراة فرعون، وخدیجة بنت خویلد، وفاطمة بنت محمد.

وروی فضلت خدیجة علی نساء امتی، کما فضلت مریم علی نساء العالمین. وروی انها من الکاملات من النساء.

وقد روی فی الاحادیث الصحاح تفضیل مریم علی نساء العالمین.

فقد ذهب جماعة من المفسرین الی ظاهر هذا التفصیل. قال بعض شیو خنا والذی رأیت من اجتمعت علیه من العلماء انهم ینقلون عن اشیاخهم ان فاطمة افضل النساء المتقدمات والمتاخرات لانها بضعة من رسول الله صلی الله علیه وسلم۔[2]

۱۔ جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین، ص ۳۴

۲۔ تفسیر البحر المحیط، ج ۲ ص ۴۵۶ سورہ آل عمران، آیت نمبر ۴۲

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

امام ابی محمد حسین بن مسعود البغوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۱۶ فرماتے ہیں:

قیل علی عالمی زمانھا۔ وقیل علی جمیع نساء العالمین۔[1]

القرطبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۷۴ھ فرماتے ہیں:

فظاهر القرآن والاحاديث يقتضي ان مريم افضل من جميع نساء العالم من حوا الى آخر امراة تقوم عليها الساعة۔[2]

فهي اذا بيته والنبي افضل من الولي، فهي افضل من كل النساء الاولين والاخرين مطلقًا ثم بعدها في الفضيلة فاطمة ثم خديجة ثم آسية۔

علامہ شہاب الدین سید محمود آلآلوسی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۷۰ھ نے بے حد تحقیق وتدقیق کے ساتھ اس بحث کو آشکارا کیا ہے۔

"المراد من نساء العالمين" قيل: جميع النساء في سائر الاعصار۔ واستدل به على افضليتها على فاطمة: وخديجة وعائشة رضي الله عنهن۔

وأيد ذلك بما اخرجه ابن عساكر في احد الطرق عن ابن عباس انه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سيدة نساء اهل الجنة مريم بنت عمران: ثم فاطمة ثم خديجة: ثم آسية امراة فرعون۔

وبما اخرج ابن ابي شيبة عن مكحول: وقرب منه ما اخرجه الشيخان عن ابي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير نساء ركبن الا بل نساء قريش احناه على ولد في صغره وارعاه بعل في ذات يده ولو علمت ان مريم ابنة عمران ركبت بعيرًا ما فضلت عليها احدًا۔

وبما اخرجه ابن جرير عن فاطمة صلى الله تعالى على ابيها وعليها

---

[1] تفسیر بغوی، ج ۱ ص ۳۰۰

[2] تفسیر قرطبی، ج ۴ ص ۸۳

وسلم انها۔ قالت: قال لی رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ انت سيدة نساء اهل الجنة الا مريم البتول: وقيل المراد نساء عالمها فلا يلزم منه افضليتها على فاطمة رضى الله عنها۔ ويؤيده ما اخرجه ابن عساكر عن طريق مقاتل عن الضحاك عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال: اربع نسوة سادات عالمهن۔ مريم بنت عمران وآسية بن مزاحم وخديجة بنت خويلد وفاطمة بنت محمد صلى الله عليه وسلم وافضلهن عالمًا فاطمة۔ وماروه الحراث بن اسامة فى مسنده بسند صحيح لكنه مرسل: مريم خير نساء عالمها۔ والى هذا ذهب ابوجعفر رضى الله عنه وهو المشور عن ائمة اهل البيت۔ والذى اميل اليه ان فاطمة البتول افضل النساء المتقدمات والمتاخرات من حيث انها بضعة رسول الله صلى الله عليه وسلم بل ومن حيثيات آخر ايضًا۔

ولا يعكر على ذلك الاخبار السابة لجواز ان يراد بها افضيلة غيرها عليها من بعد الجهات بحيثية وبه تجمع بين الآثار وهذ سائغ على القول بنبوة مريم ايضًا اذا البضعية من روح الوجود وسيد كل موجود لا اراها تقابل بشى۔ واين الثريا من يد المتناول۔ ومن هنا يعلم افضليتها على عائشة رضى الله عنها۔

الذهب الى خلافها الكثير محتجين بقوله صلى الله عليه وسلم "خذو الثلثى دينكم عن الحميرا" وقوله عليه الصلوٰة والسلام "فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على الطعام" وبان عائشة يوم القيامة فى الجنة مع زوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم وفاطمة

یومئذ فیها مع زوجها علی کرم الله تعالیٰ وجهہ وفرق عظیم بین مقام النبی صلی الله علیه ولسم ومقام علی کرم الله وجهه۔ وانت تعلم ما فی هذا الاستدلال وانه لیس بنص علی افضیلة الحمیرا علی الزهراء۔

طویل بحث کے آخر میں علامہ موصوف لکھتے ہیں:

وبعد هذا کله الذی یدور فی خلدی ان افضل النساء فاطمة۔ ثم امها: ثم عائشة۔

بل لو قال قائل ان سائر بنات النبی صلی الله علیه وسلم افضل من عائشه، لااری علیه باسًا۔ وعندی بین مریم وفاطمة توقف نظرًا للافضیلة المطلقة۔ واما بالنظر الی الحیثیة فقد علمت ما امیل الیه۔

وقد سئل الامام السبکی عن هذه المسالة فقال: الذی نختاره وندین الله تعالیٰ به ان فاطمة بنت محمد صلی الله علیه وسلم افضل، ثم امها، ثم عائشة۔ ووافقه عن ذلك البلقینی۔

وقد صحح ابن العماد ان خدیجة ایضًا افضل من عائشة لما لما ثبت انه علیه الصلوٰة والسلام قال لعائشة حین قالت: قد رزقك الله تعالیٰ خیرًا منها۔ فقال لها: لا والله ما رزقنی الله تعالیٰ خیرًا منها۔ آمنت بی حین کذبنی الناس واعطتنی مالها حین حرمنی الناس۔

واید هذا بان عائشه اقرأها السلام النبی صلی الله علیه وسلم من جبریل۔ وخدیجه اقراها السلام جبریل من ربها۔

وبعضهم لما رأی تعارض الادلة فی هذه المسألة توقف فیه۔

۱؎ تفسیر روح المعانی، ج ۳ ص ۱۵۵ ص ۱۵۶

فضل عائشہ رضی اللہ عنہا

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں کی چار ممتاز اور اکمل خواتین کا تذکرہ فرمایا اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی امتیازی اور منفرد شان کو علیحدہ بیان فرما کر ان کے مرتبہ و مقام کو اجاگر کر دیا۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کمل من الرجال کثیرًا۔ ولم یکمل من النساء الا آسیة امرأة فرعون، ومریم ابته عمران۔ وان فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔ [1]

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم عائشه علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔ [2]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو "ثرید" سے تشبیہ دی گئی۔ شیخ رشید احمد گنگوہی اس کی توجیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"ثرید میں ایک لطافت ظاہری ہے کہ وہ آسانی سے ہضم ہو جاتی ہے اور دل اس کی طرف رغبت کرتا ہے۔ باطنی نظافت و پاکیزگی یہ ہے کہ اس سے خلط صالح پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ظاہری فضیلت ہے کہ ان کی زبان پر فصاحت و بلاغت اور بیان میں روانی ہے اور باطنی فضیلت یہ ہے کہ وہ فقیہ اور سمجھدار ہیں۔"

شیخ زکریا فرماتے ہیں، حافظ لکھتے ہیں کہ ثرید یہ ہے کہ روٹی کے ٹکڑے گوشت کے شوربے میں بھگو دیے جائیں اور گوشت بھی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو ثرید پکے ہوئے گوشت سے زیادہ نافع اور زیادہ قوی ہوتا ہے اور افضل ثرید سے مراد اس کا نفع اور آسانی سے گزرنا شکم سیر ہونا اور لذیذ ہونا اور آسانی سے حاصل ہونا ہے بلکہ اطباء تو یہاں تک کہتے ہیں کہ بوڑھے کو جوان کر دیتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۴۸۲، ۵۳۱

[2] طبرانی کبیر، ج ۱۹ ص ۲۸ مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۸۶ مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۵۸۷

ببعید الشیخ الی صباہ۔

اور حدیث میں جن فضائل کی طرف اشارہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں جمع ہیں جو دیگر عورتوں میں نہیں پائے جاتے۔ افضل الانبیاء کی بیوی ہونا سب سے بڑی فضیلت ہے اور محبوب خدا کی محبوبہ ہیں۔ سب سے زیادہ علم، حسب ونسب میں فوق ہیں۔

حضرت خدیجہ اور فاطمہ میں رضی اللہ عنہما میں اور وجوہ سے فضیلت ہے، لیکن وہ جامع حیثیت جس کی وجہ سے ثرید سے مشابہت ہوئی وہ کسی بی بی میں نہیں پائی جاتی اور طیبی فرماتے ہیں کہ ثرید مع اللحم سے تشبیہ دینے میں وجہ شبہ قوت، لذت آسانی سے حاصل ہونا۔ تھوڑی مدت میں چبالینا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں حسن خلق، حلاوت نطق، زبان کی فصاحت، جودت طبع اور رائے کا حسن وعقل کی پختگی، خاوند سے محبت، جس کے بعد ایسی عورت سے شادی کرنا، باتیں کرنا، مانوس ہونا اور اس کی طرف رغبت کرنے کو جی چاہتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ثلث دین امت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملا ہے اور جس قدر روایات ان سے مروی ہیں اتنی مردوں سے نہیں ہیں۔[1]

مراتب میں تطبیق

امام سہیلی المتوفی ۵۸۱ھ فرماتے ہیں:

حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق جو فرمایا:

اِصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ

یعنی ان کے زمانہ کی عورت میں فضیلت دی گئی تھیں۔

لیکن حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما حضرت مریم علیہا السلام سے افضل ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بیویاں جہان کی عورتوں سے افضل ہیں۔[2]

---

[1] تشریحات البخاری، ج ۵ ص ۸۴۰

[2] الروض الانف، ج ۲ ص ۳۲۲

علامہ زرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ ترمذی شریف کے حوالے سے لکھتے ہیں:

خیر نساءھا مریم، وخیر نساءھا فاطمہ

ایک روایت نقل کرتے ہیں:

مریم خیر نساء عالمها، وفاطمة خیر نساء عالمها۔[1]

علامہ شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

سیدۃ نساء العالمین فی زمنها۔[2]

حضرت مریم علیہا السلام اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں۔

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۵۲ء رقمطراز ہیں۔

مسلمان عورتوں کی تاریخ میں ازواج مطہرات اور بنات مطاہرات رضی اللہ عنہن کے سوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا کسی سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے؟ تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ اسلام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔ جمہور علماء نے سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور تیسرے درجہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام رکھا ہے۔

لیکن یہ ترتیب کسی نص شرعی یا حدیث صحیح سے ثابت نہیں، بلکہ علماء نے اپنے اپنے قیاس واجتہاد اور ذوق سے یہ ترتیب قائم کی ہے۔ ان تینوں خواتین کے الگ الگ فضائل اور مناقب احادیث میں مروی ہیں۔ اس بناء پر بعض علماء نے اس باب میں توقف مناسب سمجھا ہے۔

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علماء کے برخلاف اعلانیہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہ صرف اہل بیت ہیں، نہ صرف عورتوں میں بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] زرقانی، ج ۴ ص ۳۷۴

[2] سیر اعلام النبلاء، ج ۲ ص ۱۰۹

بعد سب سے افضل ہیں۔ اس دعویٰ پر ان کے بہت سے دلائل ہیں جس کو شوق ہو وہ "ملل و نحل" میں فضل صحابہ رضی اللہ عنہم کی بحث کی طرف رجوع کرے۔

ہمارا اعتقاد اس بارے میں علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیم کے ساتھ ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ فضیلت سے مقصود اگر درجہ اخروی ہے تو اس کا حال خدا ہی کو معلوم ہے، لیکن دنیاوی حیثیت سے حقیقت یہ ہے کہ ان کے فضائل مختلف الجہات ہیں۔ اگر نسبی شرافت کا اعتبار ہے تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں۔ اگر ایمان کی سابقیت اسلام کی ابتدائی مشکلات کے مقابلے میں اور اس زمانے میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت و تسکین خاطر کی حیثیت سے دیکھیں تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زندگی سب سے مقدم ہے، لیکن اگر علمی کمالات، دینی خدمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ارشادات کے نشر و اشاعت کا پہلو سامنے ہو تو ان میں صدیقہ کبریٰ کا کوئی حریف نہیں ہو سکتا۔

اگرچہ حضرت مریم علیہا السلام کی بزرگی کا ہم کو اسلام کے ذریعے علم ہے، لیکن انجیل کی روایات ان کو ایک ذرہ بھی ممتاز نہیں کر سکتیں۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بھی اسلام میں فضیلت کی مستحق قرار دی گئی ہیں، لیکن توریت ان کے اظہار شرف سے خاموش ہے۔ اس بناء پر عقیدتاً ہم کو ان کی اجمالی فضیلت اور بڑائی سے انکار نہیں، لیکن واقعات اور تاریخ کی زبانی اس کا جواب سکوت محض ہے۔ بہر حال وحی کی معصوم زبان نے جو فیصلہ کر دیا ہے اس سے زیادہ سچا فیصلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔[1]

جناب جسٹس قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

علامہ ابن قیم نے ایک بحث لکھی ہے کہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا میں سے افضل کون ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس بارے میں تین مذہب ہیں:

---

[1] سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ص ۳۱۹، ۳۲۰

۱......خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔

۲......عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔

۳......سکوت کرنا چاہیے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ہر دور میں جداگانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا اثر ابتدائے اسلام ہے۔

۱......یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث تسکین وتسلی وثبات تھیں۔

۲......انہوں نے اپنا مال محبت رسول میں نثار کیا، ان کو آغاز اسلام کا زمانہ ملا اور اس وقت میں انہوں نے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول محترم کے لیے ہر ایک رنج وتکلیف کو بخوشی برداشت کیا۔

۳......انہوں نے مشکل وقت میں نصرت رسول خدا کی۔ پس اس بارے میں جو درجہ ان کا ہے وہ کسی دوسری بیوی کا نہیں۔

عائشہ طیبہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اثر ترقی اسلام کے ایام پر ہے۔

۱......جو تفقہ انہوں نے دین میں حاصل کیا۔

۲......اور جو تبلیغ انہوں نے امت کی فرمائی۔

۳......اور علم نبوت کی اشاعت میں جو مساعی انہوں نے کیے اور جو علمی فوائد انہوں نے فرزندان امت کو پہنچائے وہ ایسا درجہ ہے جو کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں۔ [۱]

شیخ الاسلام کی تحقیق

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ اور عالمہ عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام ابن القیم الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۵۱ھ فرماتے ہیں:

۱۔ رحمۃ اللعالمین، ج ۲ ص ۱۵۳

اگر تفضیل سے مراد اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب کی کثرت ہے تو یہ غیبی چیز ہے۔ اس سے کوئی باخبر نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ دل کا عمل اعضاء کے عمل سے افضل ہوتا ہے اور اگر تفضیل سے مقصود کثرت علم ہے تو پھر یہ مقام سیدہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے۔

اور اگر اس سے مراد اصل شرف و فضیلت ہے تو یقیناً یہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے۔ یہ ایسی فضیلت ہے جس میں ان کی بہنوں کے سوا کوئی شریک نہیں اور اگر اس سے مراد سیادت یعنی سرداری کا شرف ہے تو احادیث مبارکہ صرف حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سیادت کا بیان کرتی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم کی وجہ سے جو مقام و فضیلت حاصل ہوئی ہے اس کے مقابلے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مقام عظیم تر ہے۔ اس لیے کہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی گئی اور انہوں نے ہی اسلام کو سب سے پہلے قبول کیا اور پھر اپنی جان و مال کی قربانی دے کر اسلام کی اشاعت کی۔ قیامت کے دن تک جو بھی ان کے بعد آئے ان کا سارا ثواب و اجر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آئے گا۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: بعض کا کہنا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر اجماع امت ہو چکا ہے [1] تو پھر "ماسوائے مریم کے" الفاظ کا معنی کیا ہوگا۔

اگر ہم بھی وہ بات کہیں جو امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہی کہ ایک جماعت کہتی ہے حضرت مریم علیہا السلام نبی تھیں، اس لیے حضرت مریم علیہا السلام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہوں گی۔ اس لیے بہت سی احادیث میں ان کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ "دنیا جہان کی عورتوں کی سردار مریم ہیں، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا، پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا اور پھر آسیہ ہیں۔" [2]

---

[1] فتح الباری، ج ۷ ص ۱۰۸ احدیث ۳۷۶۸ ص ۳۷۷۸

[2] مناقب فاطمہ منادی اردو ۸۰۰

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے، جو اصل اشکال ہی کو ختم کر دیتی ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی توضیحات

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی تشریح انتہائی احسن پیرایہ میں فرمائی ہے:

خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ھا" پہلی ضمیر اس امت کی طرف راجع ہے، جس میں حضرت مریم علیہا السلام تھیں اور دوسری ضمیر اس امت محمدیہ کی طرف راجع ہے۔ دو مرتبہ ضمیر لانے کا مقصد ہے کہ ان کے دونوں ضمیروں کا ایک ہی حکم نہیں ہے جو مصداق پہلی ضمیر کا ہے وہ دوسری کا نہیں۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسلم شریف کی روایت میں راوی نے آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کیا تھا۔

طیبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مراد یہ تھی کہ دونوں خواتین آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر تمام عورتوں سے بہتر ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ وکیع کا آسمان کی طرف اشارہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہو کہ حضرت مریم علیہا السلام تو انتقال کر گئیں اور ان کی روح آسمان پر چلی گئی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابھی زمین پر زندہ ہیں۔ اور اگر اسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد پر محمول کیا جائے تو مراد یہ ہوگی کہ جن عورتوں کے انتقال سے ان کی روحیں آسمان پر جا چکی ہیں ان میں سب سے افضل مریم علیہا السلام ہیں اور جو زمین میں مدفون ہیں ان کی سردار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام اپنے زمانہ کی عورتوں میں افضل ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانے کی عورتوں سے افضل ہیں۔ جیسا کہ بزاز اور طبرانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

لقد فضلت خديجة على نساء امتى كما فضلت مريم على نساء العالمين.

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس امت کی عورتوں میں فضیلت حاصل ہے اور حضرت مریم علیہا السلام کو جہان کی عورتوں پر برتری حاصل ہے۔

اس روایت سے اس بات پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔

امام نسائی اور امام حاکم نے مرفوع روایت بیان کی ہے، جس کی اسناد صحیح ہے۔

افضل نساء اهل الجنة خديجة وفاطمة ومريم وآسية.

اور ایسی صریح نص ہے کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔

ابن عبدالبر نے ایک اور سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

سيدة النساء العالمين مريم ثم فاطمة ثم خديجة ثم آسية.

اور یہ حدیث حسن ہے۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اتى جبريل هذه خديجة قد اتت فاقرا عليها السلام من ربها ومنى.

جبرائیل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آرہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ابوبکر بن داؤد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبرائیل علیہ السلام نے اپنی طرف سے سلام پیش کیا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کے رب کی طرف سے سلام پہنچایا۔

میرے نزدیک (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت صراحتاً ثابت ہے، جیسا کہ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت بیان کی ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

---

[1] فتح الباری، ج ۷، ص ۱۳۵

محدث دہلوی کی توضیح

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں:

بدانکه این حدیث دلالت دارد برفضل فاطمه برتمامه نساء مومنات، حتی از مریم وآسیه وخدیجة وعائشة، همچنیں گفته است سیوطی۔ ودربعضے احادیث مریم بنت عمران را از عموم نساء که زهرا رضی الله عنها را برایشاں تفضل داده استثنا کرده است۔ ودر حدیث دیگر آمده که مثل فاطمه درین امت مثل مریم ست در قوم خود۔ یعنی فاضل تر از غیر خود وتواند که اختلاف این اخبار بجهت تدرج اطلاع آنحضرت بود صلی الله علیه وسلم بر فضیلت فاطمه بوحی و اعلام پروردگار۔ تاآخر عموم فضل رحمة الله وے برتمامه نساء عالم ثابت شده۔ والله اعلم۔

وبعضے از علماء عائشه رافضل نهند بر فاطمه از جهت آنکه عائشه رضی الله عنها با پیغمبر در بهشت باشد، وفاطمه رضی الله عنها باعلی، ولابد مقام و مکان پیغمبر اعلی واشرف از مقام علی است، ولیکن در احادیث واقع شده است که آنحضرت بافاطمه خطاب کرد که من وتوو وعلی و حسن وحسین دریك مکان یك مقام خواهیم بود۔

ونیز میگویند عائشه مجتهده بودودر زمان خلفائے اربعه فتوی میدار، واجتهاد میکرد وسیوطی درفتاوی میگوند دریں جاسه مذهب است۔ واصح مذهب آنکه فاطمه رضی الله عنها افضل است از عائشه رضی الله عنها وبعضے بمساوات رفته اند وبعضے در توقف مانده۔

واستروشنی از حنفیة وبعضے شافعیه بتوقف مائل ترند۔

وچوں مالک را ازاں پر سیدند، گفت فاطمه بضعة من النبی فاطمه گوشت پارہ پیغمبر است۔ ولا افضل علی بضعة من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدًا فضیلت نمے نہم بر جگر پارہ پیغمبر هیچ کس را۔

واما سبکی فرمودہ است کہ آنچہ مختار ما و دین ما است، آنست کہ فاطمه افضل است بعد ازوے مادرش خدیجہ وعائشه نیز اختلاف دارند، وحق آنست کہ حیثیات مختلف اند۔ وبعضے افضلیت بمعنی کثرت ثواب دارند کہ علماء اعتبار کردہ اند، ولیکن هیچ کس بحسب شرف ذات و طہارت طینت و پاکی جوهر بفاطمہ وحسن حسین نرسد۔ واللہ اعلم۔[1]

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

وازیں حدیث ظاهر شد کہ مریم وخدیجہ هریک بهترین امت خودست۔ ولیکن معلوم نشد نسبت میان ایں هر دو کہ کدام فاضل ترست، نقل کردہ شدہ است از تفسیر نسفی کہ خدیجہ وعائشة افضل اند از مریم۔ برقول صحیح کہ مریم پیغمبر نیست وایں خود مقررست کہ ایں امت مرحومه بهتر است از امتان دیگر۔ باز در عائشه وخدیجہ نیز اختلاف کردہ اند۔ وهمچنیں در افضل فاطمه بر عائشه۔ ومالک گفت رحمۃ اللہ۔ فاطمه جگر پارئہ پیغمبر ست، ومن بر جگر پارہ پیغمبر هیچکس را فضل نہ نہم۔[2]

ترجمہ:......معلوم ہونا چاہیے کہ یہ جو حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

---

[1] اشعۃ اللمعات، ج ۴ ص ۶۸۴، ۶۸۵

[2] ایضاً ص ۷۰۲

کی فضیلت تمام مومن عورتوں پر، حتیٰ کہ مریم، آسیہ، خدیجہ اور عائشہ پر بھی ہے۔ اسی طرح سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا اور بعض احادیث میں مریم بنت عمران کو عام عورتوں پر بلکہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر بھی فضیلت دی گئی ہے اور دوسری احادیث میں ہے کہ جس طرح مریم علیہا السلام کو اپنی قوم کی عورتوں میں فضیلت حاصل تھی اسی طرح فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس امت کی عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ یعنی تمام عورتوں سے زیادہ افضل ہیں اور ان احادیث کے درمیان اختلاف درجات کی اطلاع کا ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی پروردگار نے آگاہ فرمایا جس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام جہان کی عورتوں پر ثابت ہوتی ہے۔

بعض علماء کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فضیلت ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قیامت کے دن اپنے شوہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں رونق افروز ہوں گی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں گی۔ اس میں شک نہیں کہ نبی کا مقام اور جگہ بہت ہی بلند ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مقام کی نسبت، لیکن حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو اور علی، حسن و حسین ایک جگہ اور ایک رتبہ پر اکٹھے ہوں گے۔

حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علمی اعتبار سے "مجتہدہ" کا درجہ رکھتی تھیں اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں فتویٰ جاری کرتی رہیں اور مسائل میں اجتہاد بھی کرتی تھیں اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں تین مذہب پائے جاتے ہیں، جن میں سے زیادہ صحیح مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فضیلت اور بزرگی حاصل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اور بعض کے نزدیک دونوں کا رتبہ برابر کا ہے اور بعض نے توقف اختیار کیا ہے۔

حنفیہ میں سے "ستروشنی" اور بعض شافعیہ توقف کی طرف مائل ہیں اور جب مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا "فاطمۃ بضعۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

فاطمہ رسول اللہ ﷺ کے جگر کا ٹکڑا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشہ سے کوئی بھی افضل نہیں اور ہم پیغمبر کے جگر پارہ پر کسی کو بھی فضیلت نہیں دیتے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک قول مختار اور ہمارا مسلک یہ ہی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں، پھران کی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رتبہ ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں میں سے افضل کون ہے؟ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ ان کی حیثیات بھی مختلف ہیں۔ بعض فضائل کثرت ثواب کے لحاظ سے ہیں، جن کا اعتبار علماء نے کیا ہے، لیکن کسی ایک کو بھی ذاتی شرف ومجد، پاکیزگی خلقت اور پاکی جوہر کے اعتبار سے حضرت فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں رتبہ حاصل نہیں۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

اور اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مریم اور خدیجہ اپنی اپنی امت میں سب سے افضل ہیں، لیکن ان دونوں کے درمیان کس کو افضلیت حاصل ہے، اس کو واضح نہیں کیا گیا۔

تفسیر نسفی میں ہے۔ صحیح قول کے مطابق خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما مریم علیہا السلام سے افضل ہیں کہ مریم پیغمبر نہیں ہیں اور یہ انہیں بھی تسلیم ہے کہ امت محمد یہ ﷺ تمام امتوں سے افضل ہے پھر عائشہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف ہے۔ ان دونوں میں سے افضل کون ہیں اور اسی طرح اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں یا نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پیغمبر کا جگر پارہ ہیں۔ ہم ان پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے۔

حضرت قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۲۵ھ رقمطراز ہیں:

”میں کہتا ہوں شاید رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ اقوام میں

عورتوں میں کامل صرف مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون تھیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی آخر میں فرمادیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر۔

اس جملہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت مریم اور آسیہ پر بھی فضیلت حاصل تھی۔ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو یا اہل ایمان کی عورتوں کی سردار ہو۔

ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں میں سب سے زیادہ فضیلت والی خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

احمد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ آسمان سے اترا، اس نے اللہ سے اجازت لے کر مجھے سلام کیا اور مجھے بشارت دی کہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ یہ احادیث بتا رہی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت مریم علیہا السلام سے افضل ہیں، کیونکہ اہل جنت کی عورتوں کی کسی خاص زمانہ کے ساتھ کوئی تخصیص نہیں صراحت عام ہے۔ ہاں تخصیص کا احتمال آیت واصطفٰك على نساء العالمین میں ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے زمانہ کی عورتیں ہی مراد ہوں، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے، لیکن ایک حدیث اور آئی ہے جس کو ابویعلی اور ابن حبان اور طبرانی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے، سوا ہے (یعنی مریم علیہا السلام کی وجہ فضیلت چھوڑ کر) اسی طرح ترمذی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی کہ تو اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے،

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

سوائے مریم بنت عمران کے۔

یہ دونوں حدیثیں بتارہی ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فضیلت حاصل نہیں تھی، لیکن اس سے حضرت مریم علیہا السلام کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ صحیحین میں حضرت مسور بن مخرمہ کی روایت میں یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہے کہ فاطمہ میرا پارہ (ٹکڑا) ہے۔ احمد، ترمذی اور حاکم نے بھی حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اس حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ تمام مردوں اور عورتوں پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو برتری حاصل ہے، جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹکڑے کے برابر ہم کسی کو نہیں قرار دیتے۔ لیکن جمہور اہل سنت کے نزدیک اس عمومی صراحت سے وہ لوگ الگ ہیں جن کی فضیلت (شرعاً) معلوم ہو چکی ہے۔ یعنی انبیاء اور بعض صدیقین ان کے علاوہ باقی لوگ عموم میں داخل ہیں۔

توقف ہی اولیٰ ہے

متعارض دلائل مفصل نقل کر دیے ہیں لیکن ان میں سے کس کو فضیلت مطلقہ حاصل ہے اور کس سے برگزیدہ اور افضل ہے، اس انتہائی نازک مسئلہ میں انسب اور اوثق موقوف سکوت ہی کا ہے، جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قال النووی الاظهر فی معناه ان کل واحدة منها خیر من نساء الارض فی عصرها۔ واما الفضل بینهما فمکسوت عنه ذکره الجزری۔ [1]

ترجمہ:...... ظاہری طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک خاتون اپنے اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل تھی اور ان چاروں میں سے افضلیت، بزرگی اور برتری کسے حاصل تھی؟ اس میں خاموشی ہی بہتر ہے اور یہی قول امام جزری کا ہے۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

---

[1] تفسیر خازن، ج ۱ ص ۲۴۹، مرقاۃ المفاتیح، ج ۱۱ ص ۲۰۱ مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال السیوطی فی النقایۃ نعتقد ان افضل النساء مریم وفاطمہ، وافضل امہات المومنین خدیجۃ، عائشۃ۔ وفی التفصیل بینھما اقوال، ثالثھا التوقف۔ اقول: التوقف فی حق الکل اولی اذلیس فی المسئلۃ دلیل قطعی والظنیات متعارضہ غیر مفیدۃ للعقائد المبنیۃ علی الیقینیات۔[1]

ترجمہ:...... علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "النقایہ" میں کہا ہے۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ تمام عورتوں میں افضل مریم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور امہات المومنین میں خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما افضل ہیں اوران دونوں میں فضیلت کسے حاصل ہے۔اس میں کئی اقوال ہیں، جن میں سے تیسرا قول سکوت کا ہے۔

علامہ القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں ان سب ہی کے حق میں سکوت ہی بہتر ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں دلیل قطعی تو ہے نہیں اور ظنیات میں تعارض پایا جاتا ہے، جو حقائق پر مبنی عقاید کے لیے مفید نہیں۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان زید مجدہ لکھتے ہیں:

فضل فاطمہ، عائشہ وخدیجہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہے۔صحیح قول توقف کا ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بضعۃ الرسول ہونے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں، پھران کی والدہ اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقایہ میں لکھا ہے۔افضل النساء مریم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اور افضل الامہات المومنین خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

چونکہ دلیل قطعی کوئی نہیں۔ظنیات متعارض ہیں، اس لیے سب کے بارے میں توقف اولیٰ ہے۔[2]

---

[1] مرقاۃ المفاتیح، ج ۱۱ص ۲۰۶

[2] کشف الباری، ج ۱ ص ۸۳۹

صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا اور خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا مکالمہ

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو مقدس خواتین کا مکالمہ اشعار کی صورت میں پیش کیا ہے، جس سے فرقِ مراتب واضح ہو جاتا ہے۔

گفتگوئے رفت در خانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
درمیاں صدیقہ رضی اللہ عنہا و زہرا رضی اللہ عنہا بتول

ترجمہ:......ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان عجیب مناظرہ اور مکالمہ ہوا۔

گفت اے مادر من از تو افضلم
زانکہ من مضغہ از جسمِ مرسلم

ترجمہ:......حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے ماں عائشہ رضی اللہ عنہا میں تجھ سے افضل ہوں کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا حصہ ہوں، یعنی دل کا ٹکڑا ہوں۔

تو از صدیق رضی اللہ عنہ تو با انصاف باش
فرق در صدیق رضی اللہ عنہ و مصدوق است فاش

ترجمہ:......تو صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے اور میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہوں۔ صدیق رضی اللہ عنہ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق واضح ہے، یعنی زمین و آسمان کا فرق ہے۔

یہ بات سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جواب دیا کہ بیٹی اس کا فیصلہ آج نہیں قیامت کے روز ہوگا۔

چوں بود روز جزا اے نیک کیش
ہر یکے را پایہ پر مقدور خویش

ترجمہ:......اے نیک خصائل بیٹی! جب روزِ جزا آئے گا تو ہر ایک کا مرتبہ اس کے

مقدر کے مطابق ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فاطمہ بیٹی! تو نے یہ مسئلہ تو اپنے والد گرامی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا کہ قیامت کے دن نیک بیویاں اپنے نیک خاوندوں کے ساتھ جنت میں جائیں گی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں۔ جی امی جان! یہ مسئلہ تو میں نے سنا ہے۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

من با احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہاشم و تو با علی رضی اللہ عنہ
فرق کن در ایں و آں گر عاقلی

ترجمہ:...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بیٹی جنت میں تو بھی جائے گی اور میں بھی جنت میں جاؤں گی، مگر یہ بات ملحوظ رہے کہ جب تو جنت میں جائے گی تو تیرا ہاتھ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا اور جب میں جنت میں جاؤں گی تو میرا ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم۔

چوں شنید ایں فاطمہ رضی اللہ عنہا بگریست زار
خو است صدیقہ رضی اللہ عنہا گرفتش در کنا

ترجمہ:...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو رو پڑیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو روتے دیکھا تو اپنی گود میں لے لیا اور کہا بیٹی! وہ تو میں نے دلیل کا جواب دلیل سے دیا ہے اور اگر تو اپنا مقام اور مرتبہ پوچھتی ہے تو سن:

اے نشانی روئے احمد صلی اللہ علیہ وسلم روئے تو
من کجا ہاشم ازیں یک موئے تو

ترجمہ:...... اے فاطمہ بیٹی! تو تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی نشانی ہے، میں تو تو تیرے بالوں پر قربان جاؤں۔[1] سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم۔

---

[1] خطبات قاسمی، ج ۲ ص ۱۶۳

آیہ تطہیر کا مقام نزول

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا[1]

یہ آیت تطہیر ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی تھی جو سیدہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک بڑا اعزاز ہے۔

حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور اپنی کملی میں بٹھالیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے، ان پر بھی چادر ڈال دی اور عرض کیا: یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گناہ کی نجاست دور کردے اور ان کو خوب پاک کردے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بھی ان کے ساتھ ہوں (یعنی چادر میں آنے کا ارادہ کیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی جگہ رہو، تم خیر پر ہو۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا:

انت وابنتك من اهل البيت۔[3]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حریرے کے ایک پتیلی بھری ہوئی لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے میاں اور دونوں بچوں کو بھی بلالو۔ چنانچہ وہ بھی آگئے اور کھانا شروع ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر تھے۔ خیبر کی ایک چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھی ہوئی تھی۔ میں حجرے میں نماز ادا کررہی تھی کہ آیت تطہیر نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں پر چادر ڈال دی اور

---

1. سورہ احزاب، ۳۳
2. ترمذی شریف، ج ۲ ص ۱۵۲ کتاب التفسیر سورہ احزاب
3. طبرانی کبیر، ج ۲۳ ص ۲۸۲

چادر میں سے ایک ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا:

اللھم ھؤلاء اھل بیتی وخاصتی

ترجمہ:......اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور حمایتی ہیں۔

توان سے ناپاکی دور کر اور انہیں پاک کر دے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں بھی آپ سب کے ساتھ ہوں؟

آپ نے فرمایا یقیناً تو بہتری کی طرف ہے تو خیر کی طرف ہے۔[1]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے کہ خادم نے آکر اطلاع دی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا ایک طرف ہو جاؤ۔ میں گھر میں ایک طرف بیٹھ گئی۔ سیدہ بمعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دونوں بچوں کے تشریف لائیں۔ آپ نے دونوں بچوں کو گود میں لے لیا اور پیار کیا۔ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گردن میں ہاتھ ڈال کر ان دونوں کو بھی پیار کیا ان سب پر ایک سیاہ چادر ڈال کر فرمایا:

اللھم الیك، ولا الی النار انا واھل بیتی

ترجمہ:......اے اللہ! تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف میرے اہل بیت۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں بھی (اس دعا میں شریک ہوں؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں تو بھی۔[2]

عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن کو ایک ران پر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر اور

[1] مسند امام احمد، ج ٦ ص ٢٩٨

[2] مسند امام احمد، ج ٦ ص ٢٩٦، ٣٠٤، طبرانی کبیر، ج ٢٣ ص ٣٣٠ مجمع الزوائد ج ٩ ص ١٨٧

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی آغوش میں بٹھایا اور فرمایا:

رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید۔ (سورہ ھود، ۳۸)

ترجمہ:......اے گھر والو! تم پر اللہ کی خاص رحمت اور برکتیں نازل ہوں، بے شک اللہ تعریف کے لائق اور بڑی شان والا ہے۔

میری بہن اور میری والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں۔ آپ نے پوچھا کس وجہ سے رو رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے انہیں مخصوص کر دیا اور مجھے اور میری بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تو اور بیٹی دونوں اہل بیت میں سے ہو۔''[1]

علامہ احمد بن حجر الہیثمی المکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۴ھ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ اس آیت میں "عَنْکُمْ وَیُطَھِّرَکُمْ" مذکر ضمیر بیان ہوئی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی بنا پر وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ تو بازاروں میں منادی کرتے پھرتے تھے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں ہی کے متعلق خاصۃ نازل ہوئی ہے۔

دوسرے حضرات کا بھی یہی قول ہے کہ یہ آیت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ بیویاں ہی تو آپ کے گھر میں قیام پذیر تھیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔

---

[1] طبرانی کبیر، ج ۲۴ ص ۲۸۱، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۹۴

اور اہل بیت نسب سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان اقوال میں تطبیق اور ترجیح کو واضح کیا ہے، ہم ان احادیث کو بیان کرتے ہیں جو اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔

امام احمد، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ان پانچ حضرات کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ یہ آیت ان پانچ حضرات کے متعلق نازل ہوئی ہے، حضور انور ﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرات حسنین رضی اللہ عنہم اور اسی طرح طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان حضرات کو اپنی چادر مبارک میں داخل فرما کر یہ آیت تلاوت کی اور یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان حضرات کو اپنی ردا میں داخل کر کے فرمایا:

اللهم هولاء اهل بيتي وحماتي، اي خاصتي۔

ترجمہ:...... اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے حمایتی ہیں۔ ان سے رجس کو دور کر دے اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اور اس میں، میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ نے فرمایا تم بھلائی پر ہو۔

ایک روایت میں ہے:

میری اس کے ساتھ جنگ ہے، جو ان سے لڑے گا اور جو ان سے صلح کرے گا، میری اس سے صلح ہے اور میرا وہ دشمن ہے جو ان کا دشمن ہے، پھر آپ نے ان حضرات پر چادر مبارک ڈال دی اور ان پر اپنا دست مبارک رکھ کر کہا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اللھم ان ھؤلاء آل محمد فاجعل صلوٰتک وبرکاتک علی آل محمد انک حمید مجید۔

ترجمہ:......اے اللہ! یہ محمد ﷺ کی آل ہیں تو ان پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔ بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

یہ آیت مبارک ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان حضرات کو بلوایا، پھر ان پر چادر ڈال دی اور دعاوغیرہ فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر یہ آیت نازل ہوئی اور صحیح تو یہ ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اللھم اھلی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرًا۔

آپ ﷺ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔

اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ کیا میں اہل بیت میں شامل نہیں ہوں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں! تم بھی اہل بیت میں شامل ہو، پھر انہیں بھی کملی میں لے لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے ان حضرات کو کملی میں لے کر دعا فرمائی۔ تو واثلہ بن اسقع کہنے لگے یارسول اللہ! کیا میں اہل بیت میں شامل نہیں ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللھم واثلہ۔

ایک صحیح روایت میں ہے واثلہ نے کہا یارسول اللہ! میں آپ کی آل سے ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا تو بھی میری آل ہے۔

محب الطبری کہتے ہیں یہ چادر والا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ام

سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں۔ اسی وجہ سے روایت مختلف ہیں۔ ان پر کملی ڈالنے کے لیے دعا کرنے اور واثلہ، ام سلمہ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو شامل کرنے میں۔ جن روایات میں ان حضرات کو اہل بیت میں شامل کرنے کا ذکر ہے وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا واقعہ ہے اور جن روایات میں ان چار کے ساتھ آپ نے اپنی بیٹیوں، بیویوں اور دیگر رشتہ داروں کو شامل کرنے کا تذکرہ ہے۔ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا واقعہ ہے، جیسا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

یارسول اللہ انا من اهل البیت؟ فقال بلی ان شاء اللہ

ترجمہ:......کیا میں اہل بیت میں شامل نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا تم بھی شامل ہو۔ ان شاء اللہ۔

اور ثعلبی کہتے ہیں کہ اہل بیت کا مصداق تمام بنو ہاشم ہیں، اور حدیث شریف سے ان کی تائید ہوتی ہے حضرت حسن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آل عباس کے حق میں دعا فرمائی تھی۔

ھؤلاء اھل بیتی فاسترھم من النار

ترجمہ:......اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں جہنم کی آگ سے محفوظ فرما۔

اور حاصل یہ ہے کہ اہل بیت سکنی میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن داخل ہیں، یہی آیت کے مخاطب ہیں اور اہل بیت نسبی میں تمام بنو ہاشم اور بنو مطلب داخل ہیں، جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت نہیں ہیں؟

فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں تو آپ کی اہل بیت ہیں ہی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صدقہ کھانا حرام ہے (یعنی آل علی، آل عقیل، آل

جعفر اور آل عباس کا)۔[1]

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یااهل بیت رسول الله حبکم
فرض من الله من القرآن انزله

''اہل بیت رسول اللہ، تمہاری محبت
قرآن میں اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے''

کفاکم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لاصلاة له[2]

''تمہارے عظیم مرتبہ کو یہی کافی ہے کہ
جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی''

آل کی لغوی تحقیق

''آل'' کی لغوی تحقیق وتشریح ملاحظہ ہو۔

آل: اس لفظ کا اصل ''اہل'' تھا۔ ھا کو ہمزہ سے بدل دیا اور دو ہمزے ہوئے اور دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیا تو ''آل'' ہوگیا۔ چنانچہ مشہور لغوی محقق علامہ ابن منظور افریقی مصری المتوفی ۷۱۱ھ اس کی تشریح اس طرح بیان کرتے ہیں:

وآل الرجل: اهله وآل الله۔ وآل رسوله اولیاؤہ اصلها اهل ثم أبدلت الها همزة۔ فصارت فی التقدیر۔ آل فلما توالت الهمزتان ابدلو الثانیة الفا کما قالو آدم وآخر۔[3]

---

[1] الصواعق المحرقہ، ص ۱۴۳، ۱۴۴

[2] سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۳۳

[3] لسان العرب، ج ۱۱ ص ۱۳۰ اھل

ترجمہ:...... "آدمی کی آل اس کی اہل وعیال ہوتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل ان کے دوستوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ آل دراصل اھل تھا، پھر ھا کو ہمزہ سے بدل دیا گیا تو أأل ہوگیا۔ جب لگاتار دو ہمزے آئے تو اہل عرب نے دوسرے ہمزہ کو الف سے تبدیل کر دیا، جیسا کہ آدم اور آخر میں کیا گیا۔"

اهل المذهب من يدين به واهل الاسلام من يدين به واهل الامر ولاته واهل البيت سكانه واهل الرجل اخص الناس به واهل بيت النبى صلى الله عليه وسلم ازواجه وبناته وصهره اعنى عليا عليه السلام وقيل: نساء النبى صلى الله عليه وسلم نبى امته۔ [1]

ترجمہ:...... اہل المذھب اور اہل الاسلام سے مراد مذاہب اور اسلام کے پیروکار ہیں۔ اہل الامر سے مراد ارکان مملکت ہیں اور اہل البیت سے مراد ہیں گھر میں رہنے والے، اہل الرجل۔ کسی آدمی کے خاص تعلق دار۔ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں، آپ کی بیٹیاں اور آپ کے داماد ہیں۔ میری مراد حضرت علی ہیں رضی اللہ عنہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل بیت سے مراد صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں ہیں اور نبی کی آل اس کی امت ہے۔

اهل الرجل عشيرته وذوقرباة۔ کنبہ، قبیلہ اور رشتہ دار۔ والرجل۔ زوجته اس کی بیوی۔ وللنبى صلى الله عليه وسلم ازواجه وبناته وصهره، على رضى الله عنه ونساءه۔ [2]

اور نبی کی آل، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، بیٹیاں رضی اللہ عنہن اور داماد علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی بیویاں۔

---

[1] لسان العرب، ج ١١ ص ٢٩

[2] القاموس، ج ٢ ص ١٢٧٦

ترمذی وغیرہ نے روایت بیان کی ہے "اہل بیت" کا مرجع حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں، اس لیے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھیں اور ان ہی کے گھر میں پرورش پائی جبکہ چھوٹی تھیں۔ بعد میں ان کا نکاح ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ "آل بیت نبوی ﷺ" سے صرف خدیجہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں، ان کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔[1]

امام راغب الصفہانی المتوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں:

الآل: بعض نے کہا ہے کہ آل اصل اھل ہے، کیونکہ اس کی تصغیر اھیل آتی ہے، مگر اس کی اضافت ناطقین انسان میں سے ہمیشہ "علم" کی طرف ہوتی ہے۔ کسی اسم نکرہ یا زمانہ یا مکان کی طرف اس کی اضافت جائز نہیں ہے، اس لیے آل فلاں (علم) تو کہہ سکتے ہیں مگر آل رجل، آل زمان کذا و آل مکان کذا بولنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح ہمیشہ اصحاب شرف اور افضل ہستی کی طرف مضاف ہوگا اس لیے "آل الخیاط" بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ آل اللہ یا آل سلطان کہا جائے مگر اھل کا لفظ مذکورہ بالا میں سے ہر ایک کی طرف مضاف ہو کر آجاتا ہے جس طرح "اھل زمن کذا و اھل بلد کذا" بولا جاتا ہے۔ اسی طرح "اھل اللہ و اھل الخیاط" بھی کہہ دیتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ لفظ "آل" دراصل بمعنی شخص ہے، اس کی تصغیر "اویل" آتی ہے اور یہ اس شخص کے متعلق استعمال ہوگا جس کو دوسرے کے ساتھ ذاتی تعلق ہو، مگر قریبی رشتہ داری یا تعلق والا ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ (سورہ آل عمران، آیت ۳۳)

یعنی خاندان ابراہیم اور خاندان عمران ادخلو آل فرعون اشد العذاب "فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کردو۔"

---

[1] فتح الباری، ج ۷، ص ۱۳۸

"آل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" بعض نے کہا آل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار مراد ہیں اور بعض کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں علم معرفت کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خصوصی تعلق ہو۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اہل دین دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو علم وعمل کے اعتبار سے راسخ اور محکم ہوتے ہیں۔ ان کو آل النبی امتہ بھی کہہ سکتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جن کا علم سراسر تقلیدی ہوتا ہے۔ ان کو امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کہہ سکتے ہیں مگر آل محمد نہیں کہہ سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امت اور آل میں عموم وخصوص کی نسبت ہے۔ یعنی ہر آل نبی اس کی امت میں داخل ہے، مگر ہر امتی آل نبی نہیں ہوسکتا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ لوگ تمام مسلمانوں کو آل نبی میں داخل سمجھتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ صحیح بھی ہے اور غلط بھی۔ سائل نے عرض کی، وہ کیسے؟ فرمانے لگے غلط تو اس لیے کہ تمام امت آل نبی میں داخل نہیں ہے اور صحیح اس لیے کہ وہ شریعت کے کما حقہ پابند ہو جائیں تو انہیں آل النبی کہا جاسکتا ہے اور یہ آیت کریمہ

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (سورہ غافر، آیت ۲۸)

اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص نے کہا: اس میں مرد مومن کے آل فرعون سے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ (بظاہر) تو اس کے خصوصی اہلکاروں اور فرعونی شریعت کے ماننے والوں سے تھا اور مسکن ونسب کے اعتبار سے انہی میں شمار ہوتا تھا۔ نہ اس لیے کہ وہ لوگ بھی اسے اپنی شریعت کا پابند خیال کرتے تھے۔[1]

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

اھل الرجل: ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اس کے ہم نسب یا ہم دین ہوں اور یا کسی صنعت یا مکان میں شریک ہوں۔ اصل میں اھل الرجل تو وہ ہیں جو کسی کے ساتھ ایک

---

[1] مفردات القرآن، ص ۵۸

مسکن میں رہتے ہوں۔ پھر مجاز آدمی کے قریبی رشتہ داروں پر اہل بیت الرجل کا لفظ بولا جانے لگا ہے اور عرف میں اہل البیت کا لفظ خاص کر آنحضرت ﷺ کے خاندان پر بولا جانے لگا ہے، کیونکہ قرآن میں ہے:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ۔[1]

امام نووی المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

آل النبی ﷺ کے تین نظریات پائے جاتے ہیں۔

۱......آل نبی سے بنو ہاشم اور بنو مطلب مراد ہیں۔

۲......رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد اور ان کی قیامت تک آنے والی نسل۔

۳......رسول اللہ ﷺ کی اطاعت گزار تمام مسلمان آل نبی ﷺ، چنانچہ بیہقی نے جابر بن عبداللہ اور سفیان ثوری سے یہی روایت کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا ہے کہ ''آل محمد ﷺ'' کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:'

'کل مومن تقی''۔

یعنی ہر متقی مسلمان محمد ﷺ کی آل ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۵۲ھ رقمطراز ہیں۔

''اہل بیت'' کا اطلاق چند معنوں میں ہوتا ہے۔

(۱)......وہ لوگ جن پر زکوۃ کھانا حرام ہے اور یہ بنو ہاشم ہیں، جو آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل حارث رضی اللہ عنہم پر مشتمل ہے۔

(۲)......کبھی یہ لفظ ''اہل بیت'' اہل وعیال رسول اللہ ﷺ کے لیے استعمال ہوا ہے، جو خاص کر رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی شامل ہے اور حضور انور ﷺ

---

[1] مفردات القرآن، ص ۵۶

کی بیویوں کی اہل بیت سے نکالنا جنگ کرنا ہے اور آیت کریمہ کے سیاق کے خلاف بھی ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾

کیونکہ اس آیت میں ابتداء سے آخر تک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو خطاب کیا گیا ہے، لہٰذا درمیان سے ان پاک بیویوں کو آیت کے مصداق سے خارج کرنا کلام اللہ کی ترتیب کے بالکل خلاف ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت تو نازل ہی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں ہوئی ہے، کیونکہ آیت کا سیاق وسباق اس پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اس آیت کے مصداق سے خارج کرنا اور دوسروں کا مخصوص کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اہل بیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور اولاد ہیں۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بھی ان میں شامل ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اہل بیت میں شامل ہیں، کیونکہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی بود و باش تھی اور ان ہی کے ساتھ زندگی بسر فرمائی۔

(۳)......اور کبھی ''اہل بیت'' کا مصداق سیدہ فاطمہ زہرا، سیدنا علی، حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہوتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے نماز فجر کے لیے گزرے تو فرمایا:

الصلوٰۃ یا اھل البیت، إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾

اس روایت کو ترمذی اور ابن شیبہ نے روایت کیا ہے۔

ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی کہ خادم نے اطلاع دی کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما دروازہ پر اجازت کے لیے کھڑے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا پردہ میں ہو جاؤ۔ پس میں گھر کے اندر ایک طرف ہوگئی۔ پھر وہ حضرات اندر آئے۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس بٹھالیا، پھر ایک ہاتھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے ہاتھ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پکڑ کر آپس میں قریب کرلیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سادہ چادر اوڑھے ہوئے تھے، وہ ان پر ڈال دی اور فرمایا:

''خداوندا! یہ سب میرے اہل بیت ہیں، میں اور میرے اہل بیت تیرے حضور حاضر ہوئے ہیں نہ کہ نار جہنم کی طرف گئے ہیں۔''

(۴)...... ''اہل بیت'' کا اطلاق ان چار تن پر مشہور و معروف ہے (علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم)۔

علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم ان روایات، اطلاقات اور اقوال میں تطبیق اور توجیہ اس طرح بیان کرتے ہیں ''بیت'' کی تین صورتیں ہیں۔

(۱)...... بیت نسب

(۲)...... بیت سکنی

(۳)...... بیت ولادت

لہٰذا عبدالمطلب کی اولاد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ''اہل بیت نسب'' ہیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ''اہل بیت سکنیٰ'' ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف ''اہل بیت ولادت'' ہیں۔ اور اہل بیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد شامل ہیں۔ ان میں سے خاص کر حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین، کیونکہ یہ حضرات فضل و کرامت اور محبت کے لحاظ سے زیادہ ممتاز اور مخصوص ہیں۔ [1]

[1] اشعۃ اللمعات فارسی، ج ۴ ص ۶۸۰، ۶۸۱

قرآنی تصریحات

قرآن مجید کا محاورہ بھی یہی ہے کہ اہل بیت کے مفہوم میں زوجہ اصالۃ داخل ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا جب ملائکہ نے انہیں فرزند ارجمند کی بشارت سنائی اور پیرانہ سالہ میں اس بشارت پر تعجب ہوا تو فرشتوں نے کہا:

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (سورہ ہود، آیت ۷۳)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا:

قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔ (سورہ طٰہٰ، آیت ۱۰)

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ۔ (سورۃ النمل، آیت ۷)

سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے:

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ۔ (سورہ یوسف، آیت ۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا جاتا ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (سورہ طٰہٰ، آیت ۱۳۲)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی ایام کے متعلق ہے:

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ (سورۃ القصص، آیت ۸)

احادیث کی روشنی میں

احادیث میں بھی ''اھل'' کا اطلاق بیوی پر کیا گیا ہے۔

واذا یرقع الرجل باھلہ وھی حائض۔ (ابوداؤد، ج ۱ ص ۲۶)

ترجمہ:.......حیض کی حالت میں بیوی سے جماع کرنا۔

ان من اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ۔

(ترمذی، ج ۲ ص ۱۸۵ ابوالایمان)

ترجمہ:...... بے شک کامل ایمان والا وہ آدمی ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنی بیوی کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے۔

فوجد عند اهله رجلا فرأى بعينه وسمع باذنه (ابوداؤد، ج۱ ص ۲۲۴ کتاب الطلاق)

ترجمہ:...... پس اس نے اپنی بیوی کے پاس ایک آدمی کو پایا اس کی آنکھوں نے دیکھا اور کان نے سنا۔

خيركم خيركم لاهله وانا خيركم لاهلي۔ (ترمذی، ج ۲، ابواب المناقب)

ترجمہ:...... تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہو اور میں تم سب سے اچھا ہوں اپنی اہلیہ کے ساتھ۔

ان لاهلك عليك حقا۔ (بخاری، ج۱ ص ۱۵۵)

ترجمہ:...... بے شک تجھ پر تیری بیوی کا حق ہے۔

لفظ ''آل'' بے حد وسیع معنوں میں قرآن اور حدیث میں بکثرت استعمال ہوا ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ڰ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث میں ''آل محمد'' کا اطلاق صراحتاً ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر بھی پایا جاتا ہے۔ طبرانی کی روایت میں ہے:

(۱)...... ان النبى صلى الله عليه وسلم لما سئل عن الآل قال آل محمد كل تقى۔[۱]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''آل'' کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۱] شفا قاضی عیاض، ج ۲ ص ۲۶ شرح شفا القاری، ج ۲ ص ۷ ۱۳ فتح الباری، ج ۱۱ ص ۱۶۱

”ہر متقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہے۔“

امام نووی، المتوفی ۶۷۶ھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرماتے ہیں:

(۲)......انه سئل من آل محمد صلی الله علیه وسلم؟ فقال: کل مؤمن من تقی۔[۱]

ترجمہ:......آپ سے دریافت کیا گیا آپ کی آل کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ہر متقی مسلمان میری آل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں روایت نقل کی کہ ابن مردویہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کی آل کون لوگ ہیں: قال کل مومن۔[۲]

(۳)...... قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم اجعل رزق آل محمد قوتا۔[۳]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو بقدر کفایت روزی عطا فرما۔

(۴)......عن عائشة رضی الله عنها قالت: ماشبع آل محمد صلی الله علیه وسلم منذ قدم المدینة من طعام بر ثلاث لیال تباعا حتی قبض۔[۴]

(۵)......ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

[۱] شرح مہذب، ج ۳ ص ۴۴۹

[۲] اوجز المسالک، ج ۲ ص ۱۵۲

[۳] مسلم، ج ۲ ص ۴۰۹ کتاب الزہد

[۴] مسلم، ج ۲ ص ۴۰۹ کتاب الزہد

ماشبع آل محمد من خبز شعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [1]

ترجمہ:...... دو دن تک متواتر جو کی روٹی سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے سیر نہیں ہوئے۔

(۶)...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے:

ماشبع آل محمد من خبز بر فوق ثلاث۔ [2]

ترجمہ:...... تین دن سے زیادہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے۔

(۷)...... ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ان کنا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لنمکث شھرا ما نستوقد بنار ان ھو الا التمر والماء۔ [3]

ترجمہ:...... ہم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ مہینہ مہینہ تک گزر جاتا تھا اور آگ نہ سلگاتے تھے۔ صرف کھجور اور پانی پر گزر ا تھا۔

(۸)...... قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تضربوا اماء اللہ فجاء عمر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذئرن النساء علی ازواجھن فرخص فی ضربھن فاطاف بآل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسئا کثیر یسکون ازواجھن فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد طاف بآل محمد نساء کثیر یشکون ازواجھن لیس اولئك بخیارکم۔ [4]

---

[1] صحیح مسلم، ج ۱ ص ۴۰۹

[2] ایضاً

[3] صحیح مسلم، ج ۱ ص ۴۱۹

[4] ابوداؤد، ج ۱ ص ۱۲۲ کتاب النکاح، باب فی الضراب النساء

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو نہ پیٹو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس عرض کیا عورتیں اپنے خاوندوں پر جری ہوگئی ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مارنے کی اجازت دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں بہت سی عورتیں اپنے خاوندوں کا شکوہ لے کر آئیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سی عورتیں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج) کے ہاں آئی ہیں جو اپنے خاوندوں کا شکوہ کرتی ہیں، وہ مرد تمہارے اچھے لوگ نہیں۔

مذکورہ بالا تمام احادیث میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو "آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کہا گیا ہے۔ ان میں نہ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں شامل ہیں اور نہ ہی حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما۔

(۹)......عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے کہ آپ نے بیان کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے عثمان رضی اللہ عنہ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا (جب وہ خلیفہ ہوئے) اور ان سے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فئی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی، اس میں سے ان کے حصے ملنے چاہئیں۔ لیکن میں نے انہیں روکا اور ان سے کہا: تم خدا سے نہیں ڈرتیں؟ کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں فرمایا تھا کہ ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس ارشاد میں خود اپنی ذات کی طرف تھا:

انما یاکل آل محمد فی ھذا المال فانتھی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ما اخبر تھدن۔[1]

ترجمہ:......البتہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جائیداد میں سے (سابق کی طرح ان کی ضروریات کے لیے) ملتا رہے گا جب میں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو حدیث سنائی تو انہوں نے بھی اپنی رائے بدل دی۔

---

[1] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۵۷۶ کتاب المغازی، حدیث ۱۲۰۵

(۱۰)......آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور ذریت بھی مراد ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو درود شریف پڑھنے کا حکم فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔[1]

ترجمہ:......اے اللہ! اپنی خاص رحمت فرما، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے گھر والوں پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ علیہ السلام کے گھر والوں پر بے شک تو تعریف کے لائق اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں پر جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے گھر والوں پر بے شک تو تعریف کے لائق اور بزرگی والا ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس درود شریف میں ''آل'' کا لفظ چار دفعہ آیا ہے، ہم نے اس کا ترجمہ ''گھرانے والوں'' کیا ہے۔ عربی زبان اور خاص کر قرآن وحدیث کے استعمالات میں کسی شخص کی آل ان لوگوں کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے ہوں، خواہ یہ تعلق نسب اور رشتہ کا ہے، جیسے اس کی بیوی بچے یا رفاقت اور عقیدت ومحبت اور اتباع واطاعت کا جیسے کہ اس کے مشن کے خاص ساتھی اور محبین ومتبعین اس لیے نفس لغت کے لحاظ سے یہاں آل کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔[2]

بہر حال اس عاجز کے نزدیک راجح یہی ہے کہ درود شریف میں ''آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' سے آپ کے گھر والے یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور ذریت مراد ہے اور اسی طرح سے آل ابراہیم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر والے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:

---

[1] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۷۵۸ صحیح مسلم

[2] معارف الحدیث، ج ۵ ص ۳۸۵

رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ترجمہ:...... بلاشبہ آل ابراہیم علیہ السلام وہی ہیں جن کو اس آیت میں ''اہل بیت'' فرمایا گیا ہے۔[1]

(۱۱)......عن ابی حمید الساعدی رضی الله عنه انهم قالوا یارسول الله صلی الله علیه وسلم کیف نصلی علیك؟ قال رسول الله قولوا۔ اللهم صل علی محمد وازواجه وذریة کما صلیت علی آل ابراهیم۔ وبارك علی محمد وازواجه وذریة۔ کما باکت علی ال ابراهیم انك حمید مجید۔[2]

ترجمہ:...... صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح کہو: اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، آپ کی ازواج اور آپ کی نسل پر اپنی رحمت نازل کر، جیسا کہ تو نے آل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ان کی ازداج اور ان کی نسل پر برکت نازل کر، جیسا کہ تو نے آل ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل کی۔ بلاشبہ تو ستودہ صفات پاک ہے۔ (ترجمہ از تفہیم البخاری، ج ۲ ص ۵۱۹)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۶۲ھ فرماتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہیں اور اسی طرح ذریت بھی داخل ہے بلکہ مقتضائے لغت یہ ہے کہ ازواج تو آل محمد میں اصالۃً داخل ہوں اور ذریت تبعاً داخل ہو، کیونکہ آل کہتے ہیں اہل بیت کو یعنی گھر والوں کو اور گھر والوں کے مفہوم میں بیوی سب سے پہلے داخل ہے۔ پس یہ احتمال نہیں ہوسکتا کہ ذریت تو آل میں داخل ہو اور ازواج داخل نہ ہوں۔[3]

---

[1] معارف الحدیث، ج ۵ ص ۳۸۷

[2] بخاری، ج ۲ ص ۹۴۱

[3] اشرف الجواب، ص ۸۵

(۱۲)......ان ھذہ الصدقات انما ھی اوساخ الناس، وانما لا تحل لمحمد ولا لآل محمد۔[۱]

ترجمہ:...... بے شک یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل کے لیے حلال نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک بنو ہاشم اور بنو مطلب پر صدقہ حرام ہے۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے کہ صدقہ صرف بنو ہاشم پر حرام ہے۔[۲]

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کی اولاد اہل بیت میں شامل ہیں۔[۳]

اہل بیت احادیث کے تناظر میں

احادیث طیبہ میں اہل سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں مراد ہونا ذکر ہو چکا ہے بلکہ لفظ ''اہل بیت'' بھی صراحتاً ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے مستعمل ہے اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود استعمال فرمایا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کیا تو لوگ کھانا کھا کر چلے گئے، مگر تین آدمی دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق الی حجرۃ عائشۃ فقال السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ فقالت وعلیک ورحمۃ اللہ۔[۴]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکل کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

۱۔ صحیح مسلم، ج ۱ ص ۳۴۵ کتاب الزکاۃ، باب تحریم الزکاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ شرح مسلم، ج ۱ ص ۳۴۴ شرح مہذب ج ۳ ص ۴۴۸

۳۔ الشفاء ج ۲ ص ۴۷

۴۔ صحیح بخاری، ج ۲ ص ۷۵۷ باب لا تدخلوا بیت النبی تفسیر سورہ نور

کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا: اے اہل بیت اتم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت نازل ہو۔ پس (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے) کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور رحمت ہو۔"

کیف وجدت اهلك بارك الله لك۔[1]

ترجمہ:...... آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا، اللہ رب العزت آپ کو مبارک کرے۔

فقرئ حجر نسائه کلهن یقول لهن کما یقول لعائشة ویقلن له کما قالت۔[2]

ترجمہ:...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک بیوی کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے بھی اسی طرح کہا جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا (السلام علیکم اهل البیت) اور تمام بیویوں نے اسی طرح جواب میں عرض کیا جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا۔

مسلم شریف کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

فجعل یمر علی نسائه فیسلم علی کل واحدة منهن سلام علیکم کیف انتم یا اهل البیت فیقولون بخیر یارسول الله، کیف وجدت اهلك، فیقول بخیرا۔[3]

ترجمہ:...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک بیوی کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک کو سلام کیا۔ اے اہل بیت! تم کیسی ہو؟ سب نے یہی کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم خیریت سے ہیں۔ آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ ارشاد فرمایا: خوب ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے الزام تراشی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب فرمایا:

۱۔ صحیح بخاری، ج ۲ ص ۷۵۷

۲۔ ایضاً

۳۔ صحیح مسلم، ج ۱ ص ۴۶۰

ويستشيرهما في فراق اهله۔[1]

ترجمہ:...... ان دونوں (علی اور اسامہ رضی اللہ عنہما) سے اپنی بیوی کے فراق کے متعلق مشورہ فرمایا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول الله صلى الله عليه وسلم! اهلك وما نعلم الا خيرا۔[2]

ترجمہ:...... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی اہلیہ کے متعلق ہم بھلائی اور خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے۔

سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت اسامہ بن زید اور زید بریرہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

یامعشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اهل بیتی فوالله ما علمت من اهلی الا خیر۔[3]

ترجمہ:...... اے مسلمانو! اس شخص سے کون بدلہ لے گا، جس نے میری ''اہل بیت'' کے متعلق مجھے اذیت دی ہے۔ خدا کی قسم! میں اپنی بیوی کو پاکباز اور نیک ہی سمجھتا ہوں۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

اشيروا علی فی اناس ابنوا اهلی، وایم الله ما علمت علی اهلی من سوء قط، وابنوهم بمن، والله ما علمت علیه من سوء قط ودخل بیتی قط الا وانا حاضر ولا غبر فی سفر الاغاب معی۔[4]

---

[1] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۵۹۵ طبرانی کبیر، ج ۲۳ ص ۱۰۴

[2] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۲۹۶ طبرانی کبیر ج ۲۳ ص ۱۰۲

[3] صحیح بخاری، ج ۶ ص ۲۹۷ صحیح مسلم، ج ۲ ص ۳۶۵ کتاب التوحید باب حدیث افک

[4] صحیح مسلم، ج ص ۳۶۷ کتاب التوبہ حدیث الافک

ترجمہ:...... مجھے ان لوگوں کے متعلق مشورہ دیں جنہوں نے میرے گھر والوں پر تہمت لگائی۔ اللہ کی قسم! میں اپنی گھر والی میں قطعاً کوئی برائی نہیں جانتا اور جس شخص کے متعلق تہمت لگائی ہے، اس میں بھی کوئی برائی نہیں دیکھی اور نہ ہی کبھی وہ میرے گھر میں آیا مگر میری موجودگی میں۔ اور جب میں سفر میں گیا تو وہ بھی سفر میں گیا۔

ان احادیث میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق ''اہل بیت'' کا لفظ صراحتاً استعمال ہوا ہے، جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ ''اہل بیت'' کا اطلاق سب سے پہلے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کے لیے ہوا تھا۔

آیہ تطہیر کا مصداق

آیت تطہیر: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (الاحزاب، ۳۳)

مفسرین کی تشریحات

آیت تطہیر میں ''اہل البیت'' کا مصداق مفسرین کے نزدیک بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔

ا...... علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس آیت کا نزول ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں ہے اس قول کی دلیل یہ ہے کہ آیت کی ابتداء اور سلسلہ بیان کا تعلق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ہے۔

آپ نہیں دیکھتے کہ ارشاد باری ہے:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ [1]

---

[1] الاحکام القرآن، اردو، ج ۶ ص ۲۹۷، احکام القرآن عربی، ج ۵ ص ۲۳۰

۲......امام بغوی المتوفی ۵۱۶ھ فرماتے ہیں:

واراد باهل البیت: نساء النبی صلی الله علیه وسلم لانهن فی بیته۔[1]

ترجمہ:......اور اہل بیت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں کیونکہ وہی آپ کے گھر میں رہائش پذیر تھیں۔

۳......امام جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری، المتوفی ۵۲۸ھ فرماتے ہیں:

وفی هذا دلیل بین علی ان نساء النبی صلی الله علیه وسلم من اهل بیته ثم ذکرهن ان بیوتهن مهابط الوحی وامرهن ان لاینسین مایتلی فیها من الکتاب الجماع بین امرین۔[2]

ترجمہ:......اس آیت میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کی بیویاں اہل بیت ہیں، پھر اللہ جل شانہ نے انہیں یہ بات یاد دلائی کہ ان کے گھر نزول وحی کا مقام ہیں اور انہیں حکم دیا کہ جو کتاب دنیا و آخرت کی کامیابی کی جامع ہے اور ان کے گھروں میں پڑھی جاتی ہے اسے فراموش نہ کریں۔

۴......امام ابوعبیداللہ بن احمد القرطبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۷۲ھ رقمطراز ہیں:

وقد اختلف اهل العلم فی اهل البیت من هم؟ فقال عطاء وعکرمه وابن عباس: هم زوجاته خاصة۔[3]

اہل بیت کون ہیں؟ اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ عطاء عکرمہ اور ابن عباس کہتے ہیں: اہل بیت صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔

امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۰۱ھ لکھتے ہیں:

---

[1] معالم التنزیل، ج ۳ ص ۵۶۸

[2] تفسیر کشاف، ج ۴ ص ۵۳۸

[3] تفسیر قرطبی، ج ۱۴ ص ۱۸۲ سورۃ الاحزاب

وفیه دلیل علی ان نساء من اهل بیته۔[1]

ترجمہ:...... اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کی اہل بیت ہیں۔

امام محی السنہ ابی محمد الحسین بن محمود الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۱۶ھ فرماتے ہیں:

واراد باهل البیت نساء النبی صلی الله علیه وسلم لانهم فی بیته وهو روایة سعید بن جبیر عن ابن عباس۔ وتلا قوله "واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات الله۔"[2]

ترجمہ:...... سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل البیت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں، کیونکہ وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی دلیل میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات الله

امام ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الشہیر بابی حیان رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

وقول عکرمة ومقاتل وابن السائب ان اهل البیت فی هذه الایة بزوجاته۔[3]

ویظهر انهم زوجاته واهله فلا تخرج الزوجات عن اهل البیت، بل یظهر انهن احق بهذا الاسم لملازمتهن بیته علیه الصلاة السلام وقال عطیة: والذی یظهر ان زوجاته لایخرجن عن ذلك البتة واهل البیت زوجاته وبنته وبنوها وزوجها وقال الزمخشری۔

---

[1] تفسیر النسفی، ج۲ ص ۳۰۲ سورۃ الاحزاب

[2] تفسیر بغوی، ج۳ ص ۵۲۸

[3] بحر المحیط، ج۷ ص ۲۳۱

وفی هذا دلیل علی ان نسآء النبی صلی الله علیه وسلم من اهل بیته۔ ثم ذکر لهن ان بیوتهن مهابط الوحی، وامرهن ان لاینسین مایتلی فیهامن الکتاب الجامع بین امرین۔[1]

ترجمہ:...... عکرمہ، مقاتل اور ابن السائب کہتے ہیں: اس آیت میں اہل بیت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی بیویاں ہی آپ کی آل تھیں، اس لیے بیویوں کو اہل بیت سے خارج نہ کرو، بلکہ وہی تو اہل بیت کہلانے کی زیادہ حقدار ہیں، کیونکہ وہ ہمہ وقت آپ ﷺ کے گھر میں رہائش پذیر تھیں۔ اور عطیہ کا قول ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہل بیت سے خارج نہ کیا جائے، البتہ آپ ﷺ کی ازواج اور آپ ﷺ کی بیٹی اور ان کے بیٹے اور ان کے شوہر بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔

اور زمخشری کہتے ہیں: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کی بیویاں آپ کی اہل بیت ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے گھروں کو مہبط وحی قرار دیا اور انہیں ارشاد فرمایا کہ جو کچھ تمہارے گھروں میں کتاب اللہ سے پڑھا جاتا ہے اسے نہ بھولنا۔

علامہ عمادالدین ابن کثیر، المتوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول خدا ﷺ کی بیویاں ان آیتوں میں اہل بیت میں داخل ہیں، اس لیے کہ یہ آیت ان ہی کے بارے میں اتری ہے۔ آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے، گو بعض کہتے ہیں کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بھی اور اس کے سوا بھی اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔

حضرت عکرمہ تو بازاروں میں منادی کرتے پھرتے تھے کہ یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں ہی کے بارے میں خاصۃً نازل ہوئی ہے۔ (ابن جریر)

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ

---

[1] تفسیر بحر المحیط، ج ۷ ص ۲۳۲

تو یہاں تک فرماتے ہیں: جو چاہے مجھ سے مباہلہ کر لے۔ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

طویل بحث کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں:

جس شخص کو نورِ معرفت حاصل ہو اور قرآن میں تدبر کرنے کی عادت ہو وہ یقیناً بیک نگاہ جان لے گا کہ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بلاشک وشبہ داخل ہیں۔ اس لیے کہ گزشتہ کلام ہی ان کے متعلق چل رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد ہی فرمایا کہ خدا کی آیتیں اور رسول اللہ کی باتیں جن کا درس تمہارے گھروں میں ہو رہا ہے، انہیں یاد رکھو اور ان پر عمل کرو۔ [1]

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، المتوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اہل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں، سیاق وسباق کی آیات اسی پر بحث کرتی ہیں۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھروں کے علاوہ آپ کا کوئی گھر نہیں تھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکونت اختیار فرماتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت خاص طور پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ تو کہتے تھے، جو چاہے میرے ساتھ مباحثہ کر لے۔ یہ آیت ازواج رضی اللہ عنہن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے بلکہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بازاروں میں اعلان کرتے پھرتے تھے کہ آیت تطہیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں نازل ہوئی ہے اور ابن سعد حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ [2]

علامہ عبدالحق حقانی دہلوی، المتوفی ۱۳۳۵ھ لکھتے ہیں:

---

[1] تفسیر ابن کثیر، اردو، ج ۵ ص ۶ سورۃ الاحزاب

[2] تفسیر روح المعانی، ج ۱۲ ص ۱۳ سورۃ الاحزاب

اہل البیت کے لغوی معنی گھر والے کے ہیں اور اصطلاح میں خصوصاً عرب کے عرف میں اس لفظ کا اطلاق خاص بیوی پر ہوتا ہے۔ گو گھر میں بیٹا، بیٹی، نواسہ، نواسی بھی ہوتے ہیں اور اسی طرح نوکر چاکر خادم بھی اور اسی طرح قرآن مجید میں ایک جگہ بھی اہل بیت کا لفظ خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی پر بھی مستعمل ہوا ہے۔

اتعجبین من امر الله رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت۔

اور عرب بولتے ہیں "کیف اهلك" یعنی گھر والی کی خیریت پوچھتے ہیں، ہمارے عرف میں بھی اہل خانہ گھر والی بیوی کو کہتے ہیں۔

اس لیے علماء اسلام کا ایک جم غفیر اس کا قائل ہوا ہے کہ اس آیت میں اہل البیت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ ابن عباس وعکرمہ وعطاء وکلبی ومقاتل وسعید بن جبیر اسی کے قائل ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں اس بات پر مباہلہ کر سکتا ہوں۔ [1]

علامہ حقانی مزید لکھتے ہیں:

اول میں بھی خطاب نبی کی بیویوں سے ہے۔ "کما قال قل ازواجك" اور یہاں تک ان ہی کے متعلق احکام چلے آتے ہیں۔ گھر میں بیٹھنا وغیرہ اور بعد میں بھی ان ہی کی طرف خطاب ہے۔ "واذكرن مايتلى فى بيوتكن" اور نیز اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے جو حضرت کی بیویوں کے رہنے کی جگہ ہے جہاں آپ شب باش ہوتے تھے۔ [2]

حضرت العلامہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۹۴ھ نے اس آیت کی مفصل ومدلل اور انتہائی نفیس تفسیر ارقام فرمائی ہے، جسے مکمل نقل کیا جاتا ہے۔

اس آیت کو آیت تطہیر کہا جاتا ہے۔

اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت باجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

---

[1] تفسیر حقانی، ج ۶ ص ۸۹

[2] ایضاً

کے حق میں نازل ہوئی اور آیت میں اہل بیت نبی سے آپ کی بیبیاں مراد ہیں اور تطہیر سے تزکیہ نفس اور تہذیب باطن اور تصفیہ قلب مراد ہے جو تزکیہ باطن کا وہ اعلیٰ ترین مقام ہے جو کامل اولیاء کو حاصل ہوتا ہے، جس کے حصول کے بعد گناہوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں مگر انبیاء کی طرح معصوم نہیں ہو جاتے۔

شیعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی اور اہل بیت سے یہی لوگ مراد ہیں۔ اس لفظ سے سوائے ان کے کوئی مراد ہو ہی نہیں سکتا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ خود اہل سنت کی صحیح ترین احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ، فاطمۃ الزہرا اور حسنین رضی اللہ عنہم پر اپنی کملی ان چاروں پر ڈال دی اور فرمایا:

اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔

ترجمہ:...... اے اللہ! یہ چاروں میرے اہل بیت ہیں۔ پس ان سے رجس یعنی گندگی اور ناپاکی کو دور کردے اور خوب پاک کردے۔

نیز اس آیت میں لفظ منکم اور ویطھرکم میں جو ضمیریں مذکر کی موجود ہیں۔ وہ صاف بتلا رہی ہیں کہ اس آیت میں خطاب ازواج کو نہیں، معلوم ہوا کہ آیت میں لفظ اہل بیت سے یہی چار اشخاص مراد ہیں۔

دوسری بات اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اذہاب رجس اور تطہیر سے گناہوں سے پاک کردینا یعنی معصوم بنا دینا مراد ہے، جس سے ان چار حضرات کی عصمت ثابت ہوتی ہیں۔ شیعہ اہل بیت کی عصمت ثابت کرنے کے لیے آیت تطہیر کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔

جواب

اہل تشیع کا یہ تمام استدلال دو باتوں پر مبنی ہے۔

(اول)...... یہ کہ لفظ اہل بیت سے صرف چار اشخاص مراد ہیں۔ حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم۔

(دوم)...... یہ کہ اذھاب رجس اور تطہیر سے معصوم بنا دینا مراد ہے، جب تک یہ دونوں باتیں ثابت نہ ہوں گی شیعوں کا استدلال صحیح نہیں ہوسکتا مگر آج تک شیعہ ان باتوں کو ثابت نہیں کر سکے۔

پہلی بات کا جواب

پہلی بات کے متعلق علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ لفظ اہل بیت اور لفظ آل لغت عربی میں دونوں ہم معنی ہیں لغت میں اہل بیت کے معنی اہل خانہ کے ہیں، یعنی گھر والوں کے ہیں جو مستقل طور پر گھر میں رہتے ہیں، جن میں ازواج اصالۃً داخل ہیں اور اولاد اور ذریت تبعاً داخل ہیں۔ خدمت گاروں اور لونڈی اور غلاموں پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ عرف میں اور محاورہ میں جب لفظ اہل خانہ بولا جاتا ہے تو ہر کس و ناکس اس کا یہی مطلب سمجھتا ہے کہ جو لوگ گھر میں رہتے ہوں اور وہاں سے چلے جانے کا قصد نہ رکھتے ہوں اور ظاہر ہے کہ اس وصف میں اصل بیبیاں ہیں جو ہمیشہ گھر میں رہتی ہیں۔ بیٹیوں اور بیٹوں کا ہمیشہ گھر میں رہنا خلاف عادت ہے، خاص کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں اور گھروں میں سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج رضی اللہ عنہن کے کوئی نہیں رہتا تھا۔ شادی ہونے کے بعد بیٹے خود اپنا مکان بنالیتے ہیں۔ نکاح کے بعد باپ کے ذمہ اولاد کا نہ نان ونفقہ فرض رہتا ہے اور نہ رہنے کا مکان اس کے ذمے واجب رہتا ہے اور شادی ہونے کے بعد بیٹی داماد کے گھر چلی جاتی، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہتی تھیں۔ کہا جاتا ہے "تاهل الرجل اذا تزوج۔ واهلك الله فى الجنة اور فلان متاهل اى متزوج۔

نیز قرآن کریم کا محاورہ بھی یہی ہے کہ اہل بیت کے مفہوم میں زوجہ اصالۃً داخل ہے

حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں کہ جب ملائکہ نے ان کو تولد فرزند کی بشارت دی اور پیرانہ سالی میں اس بشارت پر تعجب ہوا تو فرشتوں نے یہ کہا:

قالو اتعجبین من امر الله رحمة الله وبركاته، عليكم اهل البيت انه حميد مجيد۔

اور ظاہر ہے کہ اس آیت میں اہل بیت کے خطاب میں حضرت سارہ یقیناً داخل ہوئیں کیونکہ اصل خطاب انہی سے ہے اور فرشتوں نے حضرت سارہ ہی کو اہل بیت سے خطاب کر کے ان کو خدا کی رحمتوں اور برکتوں کی دعائیں دی ہیں۔ شاید حضرات شیعہ فرشتوں پر کوئی تنقید کریں کہ تم نے نبی کی زوجہ پر لفظ اہل بیت کا اطلاق کیسے کیا اور پھر تم نے مؤنث کے لیے مذکر کی ضمیر کیسے استعمال کی اور نبی کی زوجہ مطہرہ کو تم نے رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم مذکر کے ساتھ کیوں خطاب کیا تم کو چاہیے کہ علیکم کی بجائے علیکن کہتے۔

معلوم ہوا کہ اہل بیت میں ازواج بھی داخل ہیں اور تعجبین کا اصل خطاب حضرت سارہ کو ہے جو صیغہ مؤنث کا ہے اور اس کے بعد رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت میں اہل بیت کو بلفظ مذکر علیکم خطاب کیا اور علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اظہار محبت وکرامت کے لیے عورتوں کے لیے مذکر کی ضمیریں لانا کلام عرب میں شائع اور ذائع ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

فان شئت حرمت النساء لواكم

اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے "قال لاهله امكثوا" اور ظاہر کے مطابق امکثی یا امکثن ہونا چاہیے تھا اس قسم کے مواقع میں صیغہ مذکر اور خطاب مذکر لفظ اہل کی رعایت سے لایا گیا ہے کہ وہ اصل میں مذکر ہے اور علی ہذا لفظ آل کے مفہوم اور مدلول میں بھی ازواج داخل ہیں، اس لیے کہ آل کی اصل لغت میں اہل ہے لغت میں آل کا اطلاق اس شخص یا ان اشخاص پر آتا ہے، جن کو کسی انسان سے ذاتی اختصاص حاصل ہو خواہ قرابت

قریبہ کی وجہ سے یا کسی خصوصی موالاۃ یا دینی علاقہ کی وجہ سے ہے اور عرف میں اہلیہ کو بیوی کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ

''اے آل داؤد اللہ کا شکر بجالاؤ۔''

یہاں لفظ آل میں ان کی ازواج اور اولاد سب ہی داخل ہیں۔

وقال تعالٰی قالوا یاایھا العزیز مسنا واھلنا الضر۔ وسار باھله فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا۔

اس قسم کی آیت میں لفظ اہل کے مفہوم میں بیوی یقیناً داخل ہے۔

قال تعالٰی لقد اخذنا آل فرعون بالسنین

یہاں آل فرعون سے وہ تمام اشخاص مراد ہیں جو فرعون سے تعلق رکھتے تھے۔

وقال تعالٰی فالتقطه آل فرعون۔

یعنی موسیٰ علیہ السلام کے تابوت کو آل فرعون نے اٹھالیا، یہاں آل فرعون سے فرعون کا تمام اہل بیت مراد ہے، جن میں اس کی بیوی بھی داخل ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا۔

ترجمہ:...... اے اللہ! آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رزق بقدر قوت لایموت کردے اور قدر قوت وہ رزق ہے، جس سے بقدر کفایت گزر ہو جائے اور فاضل کچھ نہ بچ سکے اور اس میں شک نہیں کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی داخل ہیں اور یہ دعا ذریت کی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی شامل ہے۔

اس دعا سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا سالانہ نفقہ قدر قوت سے زیادہ نہ تھا اور پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سخی بھی تھیں۔ خصوصاً حضرت زینب اور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت تو مشہور تھی اور بخیل تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بی بی نہ تھی اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تو سخی تھے ہی اور اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز بھی تھے۔ پس اس سخاوت اور مہمان نوازی کے بعد تو زیادہ سامان بھی کفایت نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ قدر قوت اور قدر کفایت ان تمام ضروریات کے لیے مکتفی ہو جائے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کس قدر قانع اور تارک الدنیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشق صادق تھیں کہ باوجود فقر و فاقہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کو دنیا اور مافیہا سے بہتر اور لذیذ جانتی تھیں۔

فتح خیبر کے بعد ازواج مطہرات ؓ نے یہ درخواست کی کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو بے دریغ عطا فرمارہے ہیں اسی طرح ہم کو بھی مال غنیمت میں سے کچھ عطا فرمایا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمادیا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اصرار کیا تو اس پر آیت تخییر کا نزول ہوا، جس میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ متاع دنیا کی طالب ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو طلاق دے کر علیحدہ کردیں اور اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کی طالب ہیں تو اسی حالت (فقر و فاقہ) پر راضی رہیں، جس حالت کو اللہ کا رسول پسند کرتا ہے اور وہ آیت تخییر یہ ہے کہ جس کی مفصل تفسیر گزشتہ رکوع میں گزر چکی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

اس آیت تخییر کے نزول کے بعد تمام ازواج رضی اللہ عنہن نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار کیا۔ دنیا کو کسی بی بی نے بھی اختیار نہیں کیا، جس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس قدر محبت تھی کہ فقر و فاقہ اور تنگی میں رہنا منظور

کرلیا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی منظور نہیں کی۔ چنانچہ اسی محبت کی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کو عذاب جہنم وغیرہ کی دھمکی نہیں دی بلکہ اس سے ڈرایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم کو اپنی زوجیت سے علیحدہ نہ کردیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں اول آیت تخییر نازل ہوئی، پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دارِ آخرت کو اختیار کرلیا تو ان کے بارے میں دوبارہ آیت تطہیر نازل ہوئی، جس سے ان کے شرف اور کرامت کو ظاہر کرنا مقصود ہے اور اس آیت تطہیر میں جو لفظ اہل البیت آیا ہے اس سے اصالۃً بلاشبہ ذریب قطعاً و یقیناً ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، کیونکہ ان آیات کے سیاق و سباق میں از اول تا آخر صراحتاً ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو خطاب ہورہا ہے اور ایسا صریح ہے کہ جس میں ذرہ برابر تاویل کی گنجائش نظر نہیں آتی، کیونکہ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ سے لے کر وَاَطِعْنَ اللّٰهَ بلکہ وَالْحِكْمَةِ تک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کے متعلق کلام ہے اور از اول تا آخر خطاب مؤنث ہی کی ضمیریں لائی گئی ہیں۔ لَسْتُنَّ اور فِیْ بُیُوْتِكُنَّ تک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کے متعلق کلام ہے اور از اول تا آخر خطاب میں مؤنث ہی کی ضمیریں لائی گئی ہیں۔ لَسْتُنَّ اور فِیْ بُیُوْتِكُنَّ اور وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰى فِیْ بُیُوْتِكُنَّ تک یہ تمام خطابات بہ ضمائر مؤنث ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو ہیں بلکہ اگر شروع رکوع یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا سے لے کر اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا تک تمام صیغوں اور ضمیروں پر نظر ڈالی جائے تو اول سے آخر تک چھبیس صیغے اور ضمیریں سب مؤنث کی ہیں جو بلا کسی تردد اور تامل کے صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے ہیں اور یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ اور قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ کا لفظ تو اس قدر واضح ہے کہ اس میں حضرت علی، حضرت حسین اور حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہم کے دخول اور شمول کا عقلاً نقلاً کوئی امکان ہی نہیں۔ اب حضرات شیعہ بتلائیں کہ اس کا کیا جواب ہے؟ کلام عرب میں اظہار محبت و عظمت کی غرض سے مؤنث کے لیے تو مذکر کا صیغہ استعمال ہوسکتا ہے، مگر مذکر کے لیے مؤنث کا صیغہ اور مؤنث کی ضمیر کا استعمال کہیں سننے اور دیکھنے میں نہیں آیا۔

قال ابن عباس نزلت فی نساء النبی صلی الله علیه وسلم وقال عکرمة من شاء باهلته۔ (روح المعانی، ص ۱۲ ج ۲۲)

ترجمہ:...... ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت خاص ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں نازل ہوئی اور عکرمہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ جس کا جی چاہے میں اس سے مباہلہ کرسکتا ہوں۔

حدیث کساء

مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں: یہاں بعض لوگوں کو ایک حدیث سے شبہ ہوگیا ہے، وہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حسنین کو رضی اللہ عنہم اپنی عباء میں داخل کر کے فرمایا:

اللهم هؤلاء اهل بیتی

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

اس سے بعض ''عقلمندوں'' نے یہ سمجھا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اہل بیت میں داخل نہیں، حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت ہیں، ان کو بھی پاک کردے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ [1]

[1] تفسیر معارف القرآن ادریسی، ج ۲۶۲ تا ۲۶۵

کی فضیلت میں داخل اور شامل فرما اور ان کو بھی اس کرامت میں شریک فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود حصر نہ تھا کہ بس یہی اہل بیت ہیں اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اہل بیت نہیں اور اس حدیث کے بعض طرق میں آیا ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان حضرات کو مذکورین کو عباء میں داخل کر کے دعا فرمائی تو ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی ان کے ساتھ شامل کر لیجیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ ہو۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ تم کو عباء میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں، تم تو پہلے ہی سے اہل بیت میں داخل ہو۔ (النسان فی رمضان، ص ۴، وعظ چہارم از سلسلہ البلاغ)

کیونکہ ان تمام آیات کا نزول تمہارے ہی بارے میں ہے اور ان آیات میں از اول تا آخر تمام خطابات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو ہیں اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی ان خطابات کی اولین مخاطب ہیں، لہٰذا ان کے لیے اس قسم کے عمل کی اور کسی قسم کی تصریح کی ضرورت ہی نہیں۔ ان کا اہل بیت ہونا قطعی اور یقینی ہے، البتہ داماد اور داماد کی اولاد کے بارے میں شبہ ہو سکتا ہے کہ ان کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ قرار دیا جائے یا ان کو مستقل اور علیحدہ گھرانہ سمجھا جائے۔ اس لیے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لے کر یہ دعا کی:

اللھم ھؤلاء اھل بیتی الخ

تاکہ اس دعا کے ذریعہ یہ حضرات بھی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ اس وعدۂ نعمت وکرامت میں شریک ہو جائیں جو اللہ نے نبی کے گھرانے کے لیے ارادہ فرمایا ہے۔ اگر اس آیت کا اصل نزول حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کی ضرورت نہ تھی۔

غرض یہ کہ عباء میں داخل کر کے دعا کرنا ان لوگوں کے لیے تھا جن کے لیے اہل بیت ہونے میں کسی قسم کا شبہ ہو سکتا تھا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا تو اہل بیت ہونا ایسا قطعی اور

یقینی تھا کہ جس میں کسی قسم کے شبہ کا امکان ہی نہ تھا۔ اس لیے ان کو عباء میں داخل کر کے اللھم ھؤلاء اھل بیتی کہنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے اجنبی تھے، اس لیے اس کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو عباء میں کیونکر داخل کیا جاسکتا تھا۔

اور ایک روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ کے اہل بیت میں سے نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں اور حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کی دعا سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور اپنی کساء میں داخل کر کے ان کے لیے دعا فرمائی۔

اور جس طرح احادیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کو عباء میں داخل کر کے دعا کرنے کا ذکر آیا ہے، اسی طرح بعض روایات میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے متعلق بھی آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اور ان کی اولاد کو اپنی کساء (کمبل) میں داخل کر کے دعا فرمائی۔

ان مختلف دعاؤں سے آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ دوسرے اعزاء واقارب بھی اس نعمت وکرامت میں داخل ہوجائیں۔ پس ان کو اس نعمت وکرامت میں شریک کرنے کے لیے آپ ﷺ نے دعائیں فرمائیں۔ پس آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ان کی اولاد کو بھی اپنی دعا سے اس حدود میں داخل فرمایا۔ اگر یہ آیت ان ہی کے حق میں نازل ہوئی ہوتی تو دعا کی حاجت ہی کیا تھی اور آپ ﷺ حصول حاصل کی کیوں دعا فرماتے اور جو بات حاصل تھی اس کے حاصل کرنے کی کیوں کوشش کرتے۔ اس لیے آپ ﷺ نے پہلی بار ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس دعا میں شریک نہ فرمایا کیونکہ اس دعا کو ان کے حق میں تحصیل حاصل جانا، کیونکہ آیت کا نزول ہی آپ ﷺ کی بیبیوں کے بارے میں ہوا، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا سے

فارغ ہوجانے کے بعد ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر جو دعا کی وہ محض ان کی دلجوئی کے لیے فرمائی، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً فرمادیا تھا کہ تو بلاشبہ میرے اہل میں سے ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی فضیلت اور کرامت کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں اور آیت ہذا سے پہلے اور اس تمام رکوع میں تمام خطابات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو ہیں اور "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ" میں اور وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ میں بیوت کی نسبت بھی ان ہی کی طرف کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص عنایات پر دلالت کرتی ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل چاہا کہ اہل بیت کے عموم میں اپنی اولاد کو داخل کر کے اللہ تعالیٰ سے درخواست کروں کہ اے اللہ! علی، فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم یہ بھی میرے اہل بیت ہیں، ان کو بھی اس خاص رحمت وکرامت اور عنایت میں شریک فرما۔[1]

مفتی اعظم مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

اوپر کی آیات میں نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب تھا۔ اس لیے بصیغہ تانیث سے خطاب کیا گیا۔ یہاں اہل بیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ان کی اولاد وآباء بھی داخل ہیں، اس لیے بصیغہ مذکر فرمایا۔ عنکم، ویطهر کم۔

اور بعض ائمہ تفسیر نے اہل بیت سے مراد صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو قرار دیا ہے۔ حضرت عکرمہ ومقاتل نے یہی فرمایا ہے اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو قرار دیا ہے استدلال میں اگلی آیت پیش فرمائی ہے۔

وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (رواہ ابن حاتم وابن جریر)

اور سابقہ آیات میں نساء النبی کے الفاظ سے خطاب بھی اس کا قرینہ ہے۔

---

[1] تفسیر معارف القرآن ادریسی، ج ٦ ص ٢٦٥

حضرت عکرمہ تو بازار میں منادی کرتے تھے کہ آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں، کیونکہ یہ آیت انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور فرماتے تھے کہ اس پر مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔[1]

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۸۰ء لکھتے ہیں:

یہاں لفظ اہل البیت سے روافض ''پنج تن'' مراد لیتے ہیں جو قرآن کے سیاق وسباق کے سراسر خلاف اور لغت وعربیت کی رو سے قطعاً غلط ہے، جس آیت میں یہ لفظ وارد ہے۔ اس سے پہلے پانچ آیتوں میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب چلا آرہا ہے۔ ان تمام آیتوں میں جمع مؤنث مخاطب کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں اور خود اس آیت میں اس لفظ سے پہلے چھ صیغے جمع حاضر کے موجود ہیں، جن سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن مخاطب ہیں۔

اس لیے لامحالہ یہاں ''اہل بیت'' سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی مراد ہیں۔ اگر اس سے پنج تن مراد لیے جائیں تو نظم قرآن مختل ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عباس، عکرمہ اور عروہ سے مروہ ہے کہ یہاں اہل بیت سے ازواج مطہرات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی مراد ہیں۔[2]

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾[3]

ترجمہ:...... اے پیغمبر کے گھر والو! اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کردے اور تم کو خوب اچھی طرح پاک وصاف کردے۔ (سیرت مصطفیٰ، ج ۳ ص ۲۸۷)

آیت تطہیر دراصل ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں نازل ہوئی، جیسا کہ آیت کا سیاق وسباق اس کے لیے شاہد عدل ہے، جس کے لیے نہ کسی تاویل کی حاجت اور نہ کسی توجیہ

۱؎ تفسیر معارف القرآن، ج ۳ ص ۱۳۹

۲؎ تفسیر جواہر القرآن، ج ۳ ص ۹۳۹

۳؎ سورہ احزاب

کی ضرورت۔ اول سے آخر تک خطاب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہے۔

لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، امام حسن و حسین اور حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم کو بھی اس حکم میں داخل فرمایا اور ان کو جمع کر کے یہ دعا فرمائی:

اللھم ھؤلاء اھل بیتی واذھب عنھم الرجس وطھر کم تطھیرًا

ترجمہ:......اے اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت ہیں، ان سے بھی گندگی کو دور فرما اور ان کو پاک کر کے جس طرح آیت لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ دراصل مسجد قباء کے بارے میں نازل ہوئی، لیکن آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی ﷺ کو بھی اس حکم میں داخل فرمایا، کیونکہ وہ بدرجہ اولیٰ اس کی مستحق ہے۔

اسی طرح آیت تطہیر دراصل ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں نازل ہوئی، مگر چونکہ آپ ﷺ کی اولاد بدرجہ اتم اس کی مستحق تھی، اس لیے آپ ﷺ نے ان کو بھی اس میں شامل فرمایا۔ باقی ازواج رضی اللہ عنہن تو پہلے ہی سے اہل بیت میں داخل ہیں، ان کو عباء میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان آیات کا نزول بھی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں ہوا۔

آیات میں اول سے آخر تم تمام خطابات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کو ہیں بلکہ اصل مقتضائے لغت یہ ہے کہ ازواج رضی اللہ عنہن اصالتاً داخل ہوں اور ذریت تبعاً، کیونکہ اہل بیت کے معنی لغت میں گھر والوں کے ہیں اور گھر والوں کے مفہوم میں بیوی سب سے پہلے داخل ہے۔ اور لفظ ''آل'' اصل میں اہل تھا، اس لیے اس کا اصل مصداق بھی بیوی ہے۔[1]

سورہ احزاب کا چوتھا رکوع پورا حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں نازل ہوا ہے اور نساء النبی ﷺ کو خطاب تھا۔ اس لیے بصیغہ تانیث خطاب فرمایا ہے۔ مثلاً

---

[1] سیرت المصطفیٰ ﷺ، ج ٣ ص ٢٨٠

(۱)	قل لازواجك	(۲)	كنتن	(۳)	تردن
(۴)	فتعالین	(۵)	امتعكن	(۶)	اسرحكن
(۷)	ان كنتن	(۸)	تردن	(۹)	منكن
(۱۰)	ینساء النبی	(۱۱)	من یات منكن	(۱۲)	یقنت
(۱۳)	منكن	(۱۴)	تعمل	(۱۵)	نؤتها
(۱۶)	اجرها	(۱۷)	اعتدنالها	(۱۸)	ینساء النبی
(۱۹)	الستن	(۲۰)	ان اتقیتن	(۲۱)	فلا تخضعن
(۲۲)	قلن	(۲۳)	قرن	(۲۴)	فی بیوتكن
(۲۵)	لاتبرجن	(۲۶)	اقمن الصلوٰة	(۲۷)	آتین الزكوٰة
(۲۸)	اطعن	(۲۹)	واذكرن	(۳۰)	بیوتكن

تیس خطابات مؤنث کے صیغہ میں ہوئے ہیں اور مذکر صیغے صرف تین ہیں۔

لیذھب۔ عنکم۔ یطھرکم

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت میں صرف ازواج رضی اللہ عنہن ہی داخل نہیں کچھ رجال بھی ہیں۔[1]

محدثین کی تصریحات

چند محدثین کی تصریحات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ رقمطراز ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث التشہد میں ''آل محمد'' سے مراد آپ کے گھرانے والے ہیں۔ اس ضمن میں دو روایتیں پائی جاتی ہیں ایک میں کہا گیا ہے ''آل محمد'' سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپ کی اولاد ہے، کیونکہ حدیث کی اکثر

---

[1] تفسیر معارف القرآن ادریسی، ج ۷ ص ۱۳۰

روایات میں ''آل محمد'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جب کہ حدیث ابی حمید کی روایت میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ "وازواجه وذریته" آیا ہے جس سے ''آل محمد'' کی تشریح وتوضیح بیان ہوئی ہے کہ ''آل محمد'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپ کی تشریح ذریت ہے۔

بنابریں تشہد میں ''آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں اور جن لوگوں پر صدقہ حرام ہے۔ وہ بھی آل میں شامل ہیں اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد (نسل) بھی اس میں شامل ہے۔ اس طرح ان احادیث میں تطبیق دی جا سکتی ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ''آل محمد'' سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ "ماشبع آل محمد من خبز مادوم ثلاثا"۔ اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "اللهم اجعل رزق آل محمد قوتا"۔ اس میں بھی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن مراد ہیں۔ [1]

محدث شہیر علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں:

"اهل البيت" وفيه دليل على ان نساء النبى صلى الله عليه وسلم من اهل بيته. ايضًا لانه مسبوق بقوله "يانساء النبى لستن كاحد من النساء". وملحوق بقوله "واذكرن مايتلى فى بيوتكن". [2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معلوم ہونا چاہیے کہ ''اہل بیت'' کا اطلاق چند معنی میں ہوتا ہے۔

۱......وہ لوگ جن پر زکوۃ لینا حرام ہے اور وہ بنو ہاشم ہیں اور ان میں آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل حارث بھی شامل ہیں۔

۱؎ فتح الباری، ج ۱۱ ص ۱۶۱ کتاب الدعوات، حدیث نمبر ۶۳۵۸

۲؎ مرقاۃ المفاتیح، ج ۱۱ ص ۳۰۷ مناقب اہل بیت

۲...... اور بعض اوقات رسول اللہ ﷺ کے اہل وعیال کو ''اہل بیت'' کہا گیا ہے جن میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن یقینی طور پر شامل ہیں، لہٰذا جو لوگ اہل بیت سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو خارج کرتے ہیں وہ مکابرہ کا شکار ہیں اور آیت کے سیاق کی مخالفت کرتے ہیں، فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾

کیونکہ اس میں خطاب ہی ازواج کو ہے آیت سے پہلے اور بعد میں ازواج مخاطب ہیں، لہٰذا درمیان کی آیات سے ان کو کیسے نکالا جاسکتا ہے، چنانچہ امام فخر الدین محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو شامل ہے، کیونکہ آیت کا سیاق وسباق پوری شدت سے اس کا متقاضی ہے۔ پس اوزاج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہل بیت کے مصداق سے خارج کرنا اور ان کے علاوہ دوسروں کو اس مصداق کے ساتھ مختص کرنا صحیح نہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں: یہ کہنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے کہ ''اہل بیت'' کا مصداق نبی پاک ﷺ کی اولاد اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں اور ان میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ نیز حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم ﷺ سے خصوصی نسبت وتعلق اور خانگی قرب رکھنے کے سبب اہل بیت میں سے ہیں۔

۳...... اور کبھی ''اہل بیت'' کا اطلاق یوں معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا، حضرت علی اور حسنین رضی اللہ عنہم کے لیے، جس پر متعدد احادیث دلالت کرتی ہیں۔

وبالجملہ اطلاق اہل بیت بریں چہارتن پاک شائع و مشہور است۔

''بلکہ ان ہی چہارتن پاک پر اہل بیت کا اطلاق شائع اور مشہور ہے۔''

لہٰذا علماء کرام ان تمام روایات میں تطبیق اور ان کے اطلاقات کی توجیہ میں یہ کہتے ہیں کہ ''بیت'' کی تین نوعیتیں ہیں۔

(۱)...... بیت نسبت (۲)...... بیت سکنی (۳)...... بیت ولادت

پس بنو ہاشم یعنی عبدالمطلب کی اولاد کو تو نسب اور خاندان کے اعتبار سے حضور انور ﷺ کا اہل بیت (اہل خاندان) کہا جائے گا۔ دراصل عرب میں جد قریب کی اولاد کو بیت (یعنی خاندان یا گھرانہ) کہا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے فلاں گھرانہ بہت معزز ہے۔ یا فلاں شخص شریف خاندان کا ہے۔

چنانچہ حضور نبی پاک ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہل بیت سکنی کہا جائے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی اولاد کی اہل بیت ولادت کہا جائے گا اور اگرچہ حضور ﷺ کی تمام اولاد پر اہل بیت کا اطلاق کیا جانا چاہیے، لیکن تمام اولاد میں حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو جو خاص فضل و شرف اور رسول اللہ ﷺ سے جو کمال قرب و تعلق حاصل تھا اور یہ کہ ان کے فضائل و مناقب جس کثرت سے احادیث میں وارد ہوئے، اس بناء پر اہل بیت ولادت کا خصوصی و امتیازی مصداق صرف یہی چارتن مانے گئے ہیں۔[1]

سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۳۹ لکھتے ہیں:

ابن ابی حاتم، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انها نزلت فی نساء النبی ﷺ تحقیق یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی ازواج ہی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: بے شک وہ اعلان کرتے تھے بازاروں میں کہ یہ آیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ آخر تک حضور انور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں نازل ہوئی اور ملاحظہ ہو، سیاق و سباق آیت سے بھی ظاہر ہی ہے، کیونکہ ابتداء سے یانسآء النبی لستن کاحد من النساء تاقوله واطعن الله بلکه والحکمة تک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب ہے۔

---

[1] اشعۃ اللمعات، ج ۴ ص ۶۸۰، ۶۸۱

یعنی اے نبی کی عورتو! تم ایسی نہیں ہو جیسے عام عورتوں سے کوئی عورت ہو اور اطاعت کرو تم اللہ کی۔ پس خطاب بھی ان کی طرف ہے اور امر و نہی بھی انہی سے واقع ہوتا ہے۔ پس ایک کلام کے درمیان میں کہ ابھی وہ منقطع نہیں ہوا اور دوسرے کا حال ذکر کرنا اور دوسرے کی ابتداء ڈالنا مخالف روش بلغاء کے ہے اور کلام اللہ اس سے پاک ہے۔

شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں:

اور جو کچھ ترمذی اور دیگر صحاح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چار آدمیوں کو بھی ایک کمبل میں گھیر لیا اور دعا فرمائی۔

اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔

ترجمہ:......اے بار خدایا! یہ میرے اہل بیت ہیں، سو دور کر ان سے نجاست کو اور پاک کر دے ان کو پاک کرنا۔

اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا حضرت! مجھ کو بھی شریک کر لیجیے۔ فرمایا: انت علی خیر و انت علی مکانك۔ صریح دلیل اس بات کی ہے کہ یہ ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چار آدمیوں کو بھی اپنی دعا سے اس وعدے میں داخل کیا ہے۔

پس اگر ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہوتی تو دعا کی حاجت ہی کیا تھی اور حضرت کیوں اس بات کے حصول کی جو حاصل تھی۔ دعا کرتے اسی واسطے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس دعا میں شریک نہیں کیا کہ ان کے حق میں تحصیل حاصل جانا۔

اور محقق اہل سنت کسے کہتے ہیں کہ ہر چند یہ آیت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے خطاب میں ہے، لیکن اس سبب سے کہ العبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص السبب (اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوصی سبب کا) سب اہل بیت اس بشارت میں شامل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ دعا چار آدمیوں سے موصوف فرمائی بنظر سبب خاص کے بھی اور یہ بھی کہ

قرینے ازواج کے خصوصیت کے سابق اور لاحق عبارت سے معلوم کر کے ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ خاص ازواج کے واسطے ہو۔

اسی واسطے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اس قسم کا معاملہ جو عباس و حسنین اور حضرت علی و بتول رضی اللہ عنہم کو لے کر دعا کی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکوں کے ساتھ بھی ثابت ہے اور مدعا آپ کا یہی تھا کہ اپنے سب اقربا کو لفظ اہل بیت میں کہ آیت کریمہ میں ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کے ساتھ خطاب فرمایا، داخل کریں۔[1]

علامہ شمس الدین الذہبی، التوفی ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء فرماتے ہیں:

یہ آیات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔[2]

قول فیصل

فخر المفسرین علامہ عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۱۳۳۵ھ "قول فیصل" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: قول فیصل یہ ہے کہ دراصل اہل بیت تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا ہی ہیں اور ان حضرات نے اپنے پیارے فرزندوں کو بھی شامل فرمالیا اور کیونکہ۔ بال بچے اور بہت قریب کے عزیز و اقارب بھی گھر ہی کے لوگ شمار ہوتے ہیں۔ پس اعتقاد صحیح اور محبت خالص یہی ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور ان پاکباز لوگوں کو بھی اہل بیت سمجھ کر ان کا دل سے ادب کرے، جن میں حضرت عائشہ، فاطمۃ الزہرا اور حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔[3]

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۶۷۱ھ فرماتے ہیں:

والذی یظہر من الآیۃ انہا عامۃ فی جمیع اہل البیت من الازواج وغیرہم۔[4]

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ اردو

[2] اعلام النبلاء، ج ۲ ص ۲۰۱

[3] تفسیر حقانی، ج ۶ ص ۹۰

[4] تفسیر قرطبی، ج ۱۴ ص ۱۸۳

امام محی السنہ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۱۶ھ فرماتے ہیں:

سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

واراد باھل آیت نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانھن فی بیتہ وذھب ابوسعید الخدری وجماعۃ من التابعین منھم مجاھد وقتادہ وغیرھما الی انھم علی وفاطمۃ والحسن والحسین ...... قال زید بن ارقم: اھل بیتہ من حرم الصدقۃ علیہ بعدہ آل علی وآل جعفر و آل عباس۔[1]

ترجمہ: ...... سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل بیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن مراد ہیں، کیونکہ یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہائش پذیر تھیں اور ابوسعید خدری اور تابعین کی ایک جماعت جن میں مجاہد اور قتادہ وغیرہ شامل ہیں۔ وہ کہتے ہیں: اہل بیت کا مصداق حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہیں اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جن لوگوں پر صدقہ حرام ہے۔ وہ بھی اہل بیت کا مصداق ہیں ان میں آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس شامل ہیں۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

وقول عکرمۃ ومقاتل وابن السائب "ان اھل البیت فی ھذہ الایۃ مختص بزوجاتہ علیہ لیس بجید اذ لو کان کما قالوا لکان الترکیب عن کن ویطھر کن۔

وقال ابوسعید الخدری ھو خاص برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفاطمہ والحسن والحسین۔

وروی نحوہ عن انس وعائشۃ وام سلمہ وقال الضحاک ھم اھلہ وازواجہ۔ وقال زید بن ارقم والثعلی بنو ھاشم الذین یحرمون الصدقۃ

[1] تفسیر بغوی، ج ۳ ص ۵۲۹

اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی وازواجہ امھات المؤمنین وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علی آل ابراھیم انک حمید مجید

آل عباس و آل علی و آل عقیل و آل جعفر ویظهر انهم زوجاته وأهله فلا تخرج الزوجات عن اهل البیت بل یظهر انهن احق بهذا الاسم لملازمتهن بیته علیه الصلاة والسلام۔ [1]

ترجمہ:...... عکرمہ، مقاتل اور ابن السائب کا قول ہے کہ اس آیت تطہیر میں ''اہل بیت'' کا مصداق صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے تو آیت میں عنکم اور یطھر کم کی جگہ عنکن اور یطھر کن تانیث کا صیغہ استعمال ہوتا۔

اور ابوسعید واضح فرماتے ہیں ''اہل بیت'' کا مصداق خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم ہیں اور ایسا ہی حضرت انس، حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور ظاہر ہے کہ اہل بیت کا مصداق آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہل بیت سے نکالا نہیں جا سکتا بلکہ وہی تو زیادہ حقدار ہیں اس نام کی۔ کیونکہ وہی یعنی ازواج رضی اللہ عنہن ہی آپ کے گھر میں رہائش پذیر رہی ہیں۔

علامہ عماد الدین اسماعیل بن کثیر، المتوفی ۷۷۴ھ نے متعدد احادیث نقل کی ہیں، جن سے دلالت ہوتی ہے کہ اہل بیت کا مصداق صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہی نہیں بلکہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہم اور دیگر اقربا بھی شامل ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ارقم سے پوچھا: ومن اهل بیته یازید؟ الیس نساؤه من اهل بیته؟ اور آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج اہل بیت کا مصداق نہیں ہیں؟

قال نساؤه من اهل بیته ولکن اهل بیته من حرم الصدقة بعده۔ [2]

---

[1] تفسیر بحر المحیط، ج ۷ ص ۲۳۱، ۲۳۲

[2] تفسیر ابن کثیر، ج ۳ ص ۴۸۶

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

ترجمہ:...... کہا کہ ازواج تو اہل بیت ہی ہیں، لیکن وہ لوگ بھی اہل بیت کا مصداق ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔"

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وقيل المراد بآل محمد صلى الله عليه وسلم ازواجه وذريته، لان اكثر طرق هذا الحديث جاء بلفظ "وآل محمد" وجاء في حديث أبي حميد موضعه "وازواجه وذرية فدل على ان المراد بالآل الازواج والذريته۔

فالمراد بالال في التشهد الازواج ومن حرمت عليهم الصدقة ويدخل فيهم الذرية فبذلك يجمع بين الاحاديث۔ وقيل: المراد بالآل ذرة فاطمة خاصه۔ حكاه ابن الرافعة في الكفاية، وقيل المراد بالال جميع الامة امة الاجابة۔[۱]

ترجمہ:...... اور کہا گیا ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ کی بیویاں اور آپ کی اولاد ہے، کیونکہ حدیث کے اکثر طرق میں لفظ "آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم" آیا ہے اور حدیث ابی حمید میں اس کی جگہ "وازواجه وذريته" آیا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ آل سے مراد ازواج اور اولاد ہے۔

اور تشہد میں آل سے مراد بیویاں اور وہ حضرات ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور اس میں اولاد بھی داخل ہے۔ اس طرح تمام احادیث کی مراد جمع کی جاسکتی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل سے مراد صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہے، جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مہذب میں بیان کیا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے تمام قریش آل میں شامل ہیں اسے ابن رافعہ نے الکفایہ میں ذکر کیا ہے اور ایک قول یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آل سے مراد تمام امت اجابت بھی اس میں شامل ہے۔

---

۱ فتح الباری، ج ۱۱ ص ۱۶۰ حدیث ۲۳۵۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

علامہ سید محمود الوسی لکھتے ہیں:

وقد ادخل صلی اللہ علیہ وسلم بعض من لم یکن بینہ وبینہ قرابۃ سبیتہ وال نسبیۃ فی اهل البیت توسعا وتشبیھا کسلمان الفارسی رضی اللہ عنہا، حیث قال علیہ الصلوٰۃ والسلام "سلمان منا اهل البیت" وجاء فی روایۃ صحیحۃ ان واثلۃ قال: وانا من اهلك یارسول اللہ؟ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام وانت من اهلی۔[1]

ترجمہ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسے حضرات کو جن کے ساتھ کوئی نسبی یا سببی قرابت نہیں تھی، اہل بیت میں شامل فرمایا جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: "سلمان منا اهل البیت" سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت واثلہ نے عرض کیا، کیا میں آپ کے اہل میں سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے اہل میں سے ہو۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۷۰ھ طویل و نفیس بحث کے بعد فرماتے:

والذی یظھرلی ان المراد باھل البیت من لھم مزید علاقۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم ونسبۃ قویۃ الیہ الصلاۃ والسلام بحیث لایقبح عرفا اجتماعھم وسکناھم معہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت واحد ویدخل فی ذلك ازواجہ والاربعۃ اهل الکساء وعلی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ مع مالہ من القرابہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد نشا فی بیتہ وحجرہ علیہ الصلاۃ والسلام۔[2]

ترجمہ:...... اس بحث سے جو بات میری سمجھ میں آئی ہے، وہ یہ ہے کہ اہل بیت کا

---

[1] تفسیر روح المعانی، ج ۱۲ پارہ نمبر ۲۲ ص ۱۵

[2] تفسیر روح المعانی، ج ۱۲ ص ۱۹

مصداق وہ حضرات ہیں جن کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق اور نسب کا زیادہ قوی تعلق ہے اور وہ ایمان کی پاکیزگی کے حامل بھی ہیں اور ان کی بود وباش اور رہن سہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک مکان میں ہو۔ اہل بیت کا مصداق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور کمبلی والے چاروں افراد اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کا شرف بھی حاصل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے گھر بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی گود میں ان کی پرورش ہوئی۔

مولانا ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں:

مذکورہ احادیث اور ان جیسی دوسری اخبار سے آیت تطہیر کی حضرات اربعہ (حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن وحسین) کے ساتھ تخصیص ثابت نہیں ہوتی، ماقبل اور مابعد کا کلام بھی اس تخصیص سے انکار کر رہا ہے اور عرف ولغت کی شہادت بھی اس کے خلاف ہے۔[1]

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع المتوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

اصل میں اہل بیت کے لفظ کا اطلاق صرف بیویوں پر ہوتا ہے۔ اولاد اور دوسرے گھر والے ذیلی طور پر آجاتے ہیں۔ بیویوں کے ہی رہنے کے مکان (یا کمرے) عام طور پر الگ الگ ہوتے ہیں۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کی متعدد احادیث معتبرہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ درحقیقت ان دونوں اقوال میں جو ائمہ تفسیر سے منقول ہیں کوئی تضاد نہیں، جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں نازل ہوئی اور اہل بیت سے وہ مراد ہیں یہ اس کے منافی نہیں کہ دوسرے حضرات بھی اہل بیت میں شامل ہوں۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ لفظ اہل بیت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی داخل ہیں، کیونکہ شان نزول اس آیت کا وہی ہے اور شان نزول کا مصداق آیت میں داخل ہونا کسی شبہ کا متحمل نہیں اور

---

[1] تفسیر مظہری اردو، ج ۹ ص ۲۵۲

حضرت فاطمہ وعلی وحسن وحسین رضی اللہ عنہم بھی ارشادنبوی ﷺ کے مطابق اہل بیت میں شامل ہیں۔

اوراس آیت سے پہلے اور بعد دونوں جگہ نساء النبی ﷺ کے عنوان سے خطاب اور اس کے لیے صیغے مؤنث کے استعمال فرمائے گئے ہیں۔اس کے درمیانی آیت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر بصیغہ مذکر عنکم اور یطھر کم فرمانا بھی اس پر شاہد قوی ہے کہ اس میں صرف ازواج رضی اللہ عنہن ہی داخل نہیں کچھ اور رجال بھی ہیں۔ [1]

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۴۰۲ھ لکھتے ہیں:

وعلى آل محمد وهم اتباع عند مالك كما تقدم وقال ابن عبدالبر فی الاستذكار قال بعض اهل العلم ان هذا كلام محتمل التاويل تفسيره حديث ابی حميد ومن تابعه. اللهم صلی علی محمد وعلی ازواجه وذريته لان لفظ الآل محتمل لوجوه. منها الاهل ومنها الاتباع، وان ما اجمله مرة فسره اخرىٰ۔ [2]

ترجمہ:...... اور ''آل محمد'' کا مصداق امام مالک کے نزدیک حضور ﷺ کے پیروی کرنے والے ہیں اور ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ''استذکار'' میں کہا ہے کہ بعض اہل علم کے نزدیک اس کی تفسیر حدیث ابی حمید میں بیان ہوئی ہے۔آل کا مصداق آپ ﷺ کی اتباع کرنے والے لوگ ہیں۔اس روایت میں ہے: اللهم صلی علی محمد وعلی ازواجه وذريته لفظ آل میں کئی احتمال پائے جاتے ہیں، جن میں سے ایک اہل ہے اور ایک احتمال اتباع کرنے والے ہیں، گویا کہ ایک لفظ ''آل محمد'' مجمل تھا اور اس کی تفسیر "وعلی اوزاجه وذريته" سے بیان کردی ہے۔

---

[1] تفسیر معارف القرآن، مفتی ج ۷ ص ۱۴۰

[2] ابوجز المسالک، ج ۲ ص ۱۵۷

خلاصہ الکلام وخاتمہ المرام

امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء مفصل بحث کے اختتام پر بعنوان ''خلاصۃ الکلام وخاتمہ المرام'' رقمطراز ہیں۔ بعونہ تعالیٰ اس تفسیر سے دس باتیں قطعی طور پر واضح ہوگئیں۔

۱...... آیہ تطہیر میں لفظ اہل بیت سے مراد الٰہی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں اور اس کے سوا کوئی دوسرا مرد ہو ہی نہیں سکتا۔

۲...... محاورہ قرآنی میں کسی کا اہل بیت سوا اس کی زوجہ کے کسی کو نہیں کہا گیا اور اگر کسی مقام پر لفظ اہل بیت بغیر کسی کی طرف مضاف کیے ہوئے مستعمل ہوا ہے تو وہاں بھی اس گھر کے رہنے والے ہی مراد ہیں نہ کوئی اور۔

۳...... لغت عرب میں بھی کسی شخص کا اہل بیت سوا اس کی زوجہ کے کسی کو نہیں کہتے۔

۴...... مذکر کی ضمیریں جو آیہ تطہیر میں ہیں، وہ ہرگز قرینہ اس بات کا نہیں بن سکتیں کہ اس آیت میں لفظ اہل بیت سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن مراد نہیں بلکہ کوئی اور مراد ہے۔

۵...... قرآن مجید میں لفظ اہل بیت کے لیے ہر جگہ مذکر کے صیغے اور ضمیریں مستعمل ہوئی ہیں اور ان میں سے اکثر مقامات میں باتفاق فریقین سوائے عورتوں کے کوئی مراد نہیں۔ اہل بیت کا لفظ اگر حضرت علی و فاطمہ وحسنین رضی اللہ عنہم کے لیے وارد ہوا ہے تو حضرت عباس اور ان کی اولاد کے لیے بھی وارد ہوا ہے بلکہ بعض ایسے حضرات کے لیے جو کسی طرح کی قرابت نسبی یا صہری یا رضاعی نہ رکھتے تھے، یہی لفظ اہل بیت وارد ہوا ہے، جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سوا جن کو بھی اہل بیت فرمایا وہ پیار ومحبت کے طور پر مجازاً فرمایا گیا ہے۔

۶...... اگر کچھ فرق حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے اہل بیت ہونے میں اور اہل عباء کے اہل بیت ہونے میں نکل بھی سکے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے لیے وہ فرق بھی

نہیں نکل سکتا۔ وہ اہل عباء بھی ہیں اور بالکل اسی طرح دعا بھی ان کے لیے ہے۔

۷......محققین اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقتاً ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں اور حضرت علی و فاطمہ و حسنین و حضرت عباس رضی اللہ عنہن اور ان کی اولاد بھی دعائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فضیلت میں شامل کیے گئے ہیں۔

۸......ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے قرآن کریم گواہی دے رہا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کی طالب نہ تھیں بلکہ اللہ اور رسول و دار آخرت کی طالب تھیں۔ وہ تمام ایمان والوں کی ماں ہیں، ان سے ابدی طور پر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکاح ممنوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خدا نے یہ اختیار سلب کر لیا کہ وہ اپنی ازواج کو طلاق دیں۔ یہ ایک بے نظیر بات ہے۔

۹......ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے برابر کوئی عورت نہیں ہو سکتی۔ [۱]

---

[۱] مجموعی تفاسیر لکھنوی، ص ۷۹، ۸۰

باغ فدک

اور

اموال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَآلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

خمس خیبر، باغ فدک اور مدینہ منورہ میں واقع اموال بنو نضیر وغیرہ کی حقیقت کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان اموال کی آمدن کہاں اور کیسے خرچ کرتے تھے؟

اموال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت

سرور دو عالم، محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی وروحی کے جن اموال کو شیعہ حضرات نے متنازعہ بنا رکھا ہے، قارئین کو اس کی حقیقت سے آگاہی ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اموال دو طرح کے تھے۔ مال غنیمت سے حاصل شدہ اور مال فئی کے ذریعے حاصل شدہ، مال غنیمت کے متعلق اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ (سورۃ الانفال، آیت ۴۱)

ترجمہ:...... اور جان لو کہ تمہیں مال غنیمت سے جو کچھ بھی ملے، اس میں سے پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

اور مال فئی کا تذکرہ دوسرے مقام پر اس طرح ہوا ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ (سورہ حشر، آیت ۶، ۷)

ترجمہ:......اور جو مال لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر ان سے، سو تم نے نہیں دوڑائے ان پر گھوڑے اور نہ اونٹ، لیکن اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، جو مال لوٹایا اللہ نے اپنے رسولوں پر بستیوں والوں سے، سو اللہ کے واسطے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور قرابت والے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے۔

مال غنیمت اور مال فئی میں فرق یہ ہے کہ جو جہاد و قتال کے ذریعہ حاصل ہوا اس میں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

انسانی عمل اور جدوجہد کو بھی ایک قسم کا دخل ہے، اس لیے اس کو مال غنیمت کہا جاتا ہے اور جو مال جہاد وقتال کے بغیر کفار سے حاصل ہوا اسے ''فئی'' کہا جاتا ہے۔

''افاء'' کا لفظ ''فئی'' سے مشتق ہے، جس کے معنی لوٹنے کے ہیں، یعنی اللہ کے باغی لوگوں کے اموال بحق سرکار ضبط ہوجاتے ہیں اور ان کی ملکیت سے نکل کر پھر مالک حقیقی حق تعالیٰ کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اس لیے ان کے حاصل ہونے کو ''افاء'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس آیت میں ''اموال فئی'' مدینہ کے بنونضیر اور بنو قریظہ وغیرہ کے اموال مراد ہیں اور باغ فدک بھی فئی میں شامل ہے، جو بغیر قتال کے حاصل ہوئے تھے۔ مال غنیمت اور مال فئی کے حقدار کون ہیں؟ مذکور بالا دونوں آیتوں میں چھ نام ذکر کیے گئے ہیں۔ اللہ، رسول، ذوی القربیٰ، یتیم، مسکین اور مسافر۔[1]

اور مال غنیمت کا خمس (پانچواں حصہ) جو خیبر فتح ہونے پر حاصل ہوتھا اور خیبر ہی کے علاقے میں واقع تھا، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اموال بمعہ فدک کے نہ تو اپنے آباؤ اجداد کی وراثت کے ترکہ میں ملا تھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی کسی ذاتی آمدن سے حاصل کیا تھا۔

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۱۴ھ لکھتے ہیں:

''یہ بحث اگرچہ طرفین کی طبع آزمائیوں میں بہت بڑھ گئی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بات نہایت مختصر تھی اور اب کہ سیاست مدن کے اصول زیادہ صاف اور عام فہم ہوگئے ہیں، یہ مسئلہ اس قابل بھی نہیں رہا کہ بحث کے دائرے میں لایا جائے۔

اصل یہ ہے کہ نبی یا امام یا بادشاہ کے قبضہ میں جو مال جائیداد ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مملوکہ خاص، جس کے حاصل ہونے میں نبوت اور امامت و بادشاہت کے منصب کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنا کر معاش حاصل کرتے تھے یا عالمگیر قرآن لکھ کر صرف کرتا تھا۔ یہ آمدن ان کی ذاتی تھی اور اس پر ان کو ہر طرح کا اختیار تھا۔

---

[1] تفسیر معارف القرآن، جلد ۸ ص ۳۶۶

دوسری مملوکہ حکومت

مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کے مملوکہ ممالک جو حضرت داؤد علیہ السلام کے قبضہ میں آئے۔ اس دوسری قسم میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔

یہ مسئلہ آج کل کے مذاق کے موافق بالکل ایک بدیہی بات ہے۔ مثلاً سلطان عبدالحمید خان کے بعد ان کے ممالک مقبوضہ یا ان کی جاگیر خالصہ ان کے بیٹے، بھائی، ماں، بہن وغیرہ میں تقسیم نہیں ہوگی بلکہ جو تخت نشین ہوگا اس پر قابض ہوگا۔

مذہبی حیثیت سے بھی مسلمانوں کے ہر فرقہ میں یہ قاعدہ ہمیشہ مسلم رہا۔ مثلاً جو لوگ باغ فدک کو درجہ بدرجہ ائمہ اثنا عشر کا حق سمجھتے ہیں، وہ بھی اس میں وراثت کا قاعدہ جاری نہیں کرتے۔ مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں مالک ہوئے تو یہ نہیں ہوا کہ ان کی وفات کے بعد وراثت کا قاعدہ جاری ہوتا اور حسنین، عباس، محمد بن حنفیہ اور زینب وغیرہ کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وارث تھے، اس کا کچھ حصہ سہام کے پڑتہ سے ملتا، بلکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آیا کیونکہ امامت کی حیثیت سے وہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جانشین تھے۔[1]

باغ فدک اموال مدینہ وخیبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی املاک ہی نہ تھے جو ورثا میں تقسیم کیے جاتے یا اسے بطور ہبہ بحق خاتون جنت رضی اللہ عنہا مرحمت فرما دیتے۔

خمس کے اصل مصارف پانچ متعین ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذوی القربیٰ، یتیم، مسکین اور مسافر۔ اور صرف کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اس خمس میں سے ایک خادمہ کا مطالبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عذر فرما کر ان کو دینے سے انکار کر دیا کہ میرے سامنے تمہاری ضرورت سے زیادہ اہل صفہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ضرورت ہے جو انتہائی فقر و افلاس میں مبتلا ہیں ان کو چھوڑ کر میں تمہیں نہیں دے سکتا۔

---

[1] الفاروق، ج ۲ ص ۲۵۶

اگر یہ اموال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی میراث ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً سیدہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ پورا فرماتے۔ جس خمس میں سے ایک غلام دینا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوارا نہ کیا، اس خمس کی تقسیم اور حصول کے لیے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا، نا قابل فہم بات ہے۔

وراثت انبیاء علیہم السلام

یہ حقیقت مسلمہ اور متفق ہے کہ انبیا علیہم السلام کی وراثت علم النبوت ہوتی ہے۔ وہ زندگی میں بھی علم ہی تقسیم فرماتے ہیں اور بطور ترکہ کے بھی علم ہی چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کا مال و دولت نہ زندگی میں جمع کرتے ہیں اور نہ ہی مال و دولت اور سیم وزر وراثت میں چھوڑ کر دنیا سے جاتے ہیں، جس کے حصول کے لیے ورثاء باہم دست و گریبان ہوں اور کشت و خون ریزی کا بازار گرم ہو۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان العلماء ورثه الانبیاء۔ وان الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درهمًا۔ ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر۔ [1]

ترجمہ:...... اور علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے دینار اور درہم کی وراثت نہیں چھوڑی، ان کی وراثت علم ہے۔ پس جس نے اسے لیا اس نے وافر حصہ لے لیا۔

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لانورث ما ترکنا صدقة۔ [2]

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

1. سنن ابوداؤد، ج ۲ ص ۷۷ کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، سنن ترمذی، ج ۲ ص ۹۳ ابواب العلم (باب باجاء فی فضل الفقه علی العبادة)
2. صحیح بخاری، ج ۱ ص ۴۳۶

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

ہم انبیاء کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان النبی لا یورث وانما میراثہ فی الفقراء المسلمین والمساکین۔[1]

ترجمہ:...... بے شک نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ترکہ میں چھوڑیں وہ مسلمان فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقسم ورثتی دینارًا ما ترکت بعد نفقۃ نسائی ومؤنۃ عاملی فھو صدقۃ۔[2]

ترجمہ:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارث ایک دینار بھی بانٹ نہیں سکتے۔ میں جو چھوڑ جاؤں اپنی بیویوں کے خرچ کے بعد اور منتظم کی اجرت کے بعد جو کچھ بچ رہے وہ صدقہ ہے۔

علماء شیعہ کا اعتراف

علماء شیعہ بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جہان فانی سے رخصت ہوتے وقت اپنے ورثاء کے لیے علم شریعت اور علم اسرار شریعت میراث میں چھوڑا تھا، دنیا کا مال و دولت میراث میں نہیں چھوڑا۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العلماء ورثۃ الانبیاء ان الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درھمًا ولکن ورثوا العلم فمن اخذ بحظ وافر۔[3]

ترجمہ:...... حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

۱ صحیح مسلم، ج ۲ ص ۹۲ مسند احمد، ج ۱ ص ۱۳

۲ صحیح مسلم، ج ۲ ص ۹۲

۳ اصول کافی، ج ۱ ص ۲۷ باب العالم والمتعلم

نے ارشاد فرمایا: علماء دین اسلام انبیاء کے وارث ہوتے ہیں، اس لیے کہ خدا کے پیغمبر کسی شخص کو سونے چاندی کا وارث نہیں بناتے، لیکن وہ علم دین کا وارث بناتے ہیں، لہٰذا جس نے علم دین حاصل کیا وہ نیک بخت ہے، اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ان العماء ورثه الانبیاء وذاك ان الانبیاء لم یورثوا درهمًا ولا دینارًا وانما وراثوا احادیث من احادیثهم فمن اخذ بشیء منها فقد اخذ حظًا وافرًا۔[1]

ترجمہ:...... حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: علمائے دین اسلام پیغمبروں کے وارث ہیں، کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے کسی کو سونے چاندی کا وارث نہیں بنایا اور انہوں نے تو صرف شریعت کی باتوں کا وارث بنایا۔ پس جس نے ان بزرگوں کی احادیث میں سے کچھ بھی حاصل کر لیا اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا۔

جب یہ تسلیم کر لیا کہ انبیاء علیہم السلام دنیا سے رخصت ہوتے وقت صرف علم نبوت ہی چھوڑ کر جاتے ہیں تو پھر اموال خیبر اموال مدینہ اور باغ فدک کی وراثت کا جھگڑا کیوں ہے؟

اموال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی درویشانہ اور فقیرانہ تھی۔ دو دو مہینے تک گھر میں آگ جلانے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ پانی اور کھجور پر گزر بسر تھی۔ کچے حجروں میں زندگی بسر فرماتے تھے۔ کمبل پوش اور بوریے اور ٹاٹ پر بیٹھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کیا رکھا تھا جو وصال کے بعد وارثوں میں تقسیم کیا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اموال جو جنگوں کے ذریعے حاصل ہوئے اور جن کی تقسیم کا قضیہ کچھ لوگوں کے نزدیک متنازعہ چلا آ رہا ہے۔ وہ تین قسم کے تھے۔

(۱)...... جائیداد مدینہ: بنو نضیر کی زمین مراد ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور

---

[1] اصول کافی، ج ۱ ص ۳۲ باب صفۃ العلم

فئی عطا فرمائی تھی، جس کا ذکر قرآن مجید میں پایا جاتا ہے اور یہ زمین برابر آپ ﷺ کے قبضے میں رہی۔

(۲)......خیبر کی زمین: جو آپ ﷺ کو حصہ میں ملی تھی۔

(۳)......فدک کی نصف زمین جو فتح خیبر کے بعد آپ ﷺ کو اہل خیبر سے صلح کے نتیجہ میں حاصل ہوئی تھی۔

یہ تفصیلات احادیث میں موجود ہیں اور فریق ثانی بھی اس کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

عن عمر قال كانت اموال بني نضير مما افاء الله على رسوله صلى الله عليه وسلم مما لم يوجف عليه المسلمون بخيل ولا ركاب. فكانت للنبي صلى الله عليه وسلم خاصه فكان ينفق على اهله نفقة سنةٍ وما بقي جعله في الكراع والسلاح عدة في سبيل الله۔[1]

ترجمہ:......سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو نضیر کے مال ان مالوں میں سے تھے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا کیے اور مسلمانوں نے ان پر گھوڑوں اور اونٹوں سے چڑھائی نہیں کی۔ ایسے مال خاص رسول اللہ ﷺ کے لیے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اس مال میں سے اپنے گھر کا ایک سال کا خرچ نکال لیتے اور جو بچ رہتا اس سے گھوڑے اور ہتھیار لیتے تھے تاکہ اللہ کے راستے میں جہاد کے موقع پر کام آئیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے تین اموال مخصوص تھے۔ بنو نضیر، خیبر اور فدک۔ ان میں سے بنو نضیر کے اموال پیش آمدہ حوادث کے لیے تھے اور فدک مسافروں کی ضروریات کے لیے مخصوص تھا اور رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے اموال تین حصوں میں تقسیم کر دیے تھے۔ دو حصے مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور جو بچ

[1] صحیح مسلم، ج ۲ ص ۸۹، صحیح بخاری، ج ۲ ص ۷۲۵، کتاب التفسیر سورہ حشر

جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مفلس مہاجرین کو دے دیتے تھے۔[1]

مال فئی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سپرد

خاتون جنت سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے عدم حصول پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونے اور ان سے قطع کلامی کرنے کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے جبکہ وہ مال تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما دیا تھا۔ اس پر کنٹرول اور قبضہ و اختیار سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔ اگر اس مال کی حقدار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوتیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود دے سکتے تھے، لیکن فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خاتون جنت کو کچھ بھی نہیں دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں:

سمعت علیا یقول اجتمعت انا والعباس وفاطمة وزید بن حارثة عند النبی صلی الله علیه وسلم فقلت یارسول ان رأیت ان تولینی حقنا من هذا الخمس فی کتاب الله. فاقسمه حیاتك کی لاینازعنی احدٌ بعدك فافعل. قال فعل ذلك. قال فقسمته حیاة رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم ولانیه ابوبکر رضی الله عنه حتی کانت اخر سنة سنی عمر رضی الله عنه. فانه اتاه مال کثیر فعزل حقنا ثم ارسل الی فقلت بنا عنه العام غنی وبالمسلمین الیه حاجة فاردده علیهم فردة علیهم. ثم لم یدعنی الیه احد بعد عمر. فالقیت العباس بعد ماخرجت من عند عمر فقال یاعلی حرمتنا الغداة شیئًا لایرد علینا ابدًا وکان رجلا داهیًا.[2]

---

[1] ابوداؤد، ج ۲ ص ۱۶ کتاب الخراج سنن کبریٰ بیہقی ج ۶ ص ۲۹۶

[2] سنن ابوداؤد، ج ۲ ص ۱۹ کتاب الخراج، باب مواضع قسم الخمس، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷ ص ۶۹۹ کتاب الجهاد القربی باب سهم ذوی لمن هو مسند امام احمد ج ۱ ص ۸۴ کتاب الخراج امام ابویوسف، ص ۴۰ باب فی قسمة الغنائم طبع مصر

ترجمہ:.....عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ میں اور عباس، فاطمہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اگر آپ مناسب سمجھیں تو کتاب اللہ کے مطابق اس خمس میں سے جو ہمارا حق ہے۔ اس کا آپ مجھے متولی بنادیں تاکہ میں اسے آپ کی زندگی بھر تقسیم کرتا رہوں اور آپ کے بعد اس میں کوئی میرے ساتھ جھگڑا نہ کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کا نگران بنادیا اور میں نے آپ کی زندگی مبارک میں اسے تقسیم کیا۔ پھر آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی مجھے اس خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو میں صدیقی دور میں بھی اس کو تقسیم کرتا رہا۔ پھر سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی مجھے اس مال کا والی بنایا تو عہد فاروقی میں بھی اس خمس کو تقسیم کرتا رہا، حتیٰ کہ فاروقی عہد کا آخری سال ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مال غنیمت بہت زیادہ آیا۔ ہم لوگوں کو خمس الگ کر کے میری طرف آدمی بھیجا کہ یہ مال لے جائیں اور حسب سابق تقسیم کریں۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین اب ہم لوگ مستغنی ہیں اور دوسرے مسلمان جو محتاج ہیں اور ضرورت مند ہیں ان میں تقسیم کردیں، تب امیر المومنین نے وہ مال محتاج مسلمانوں کے لیے بیت المال میں واپس کردیا۔

جب ہم دربار خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ سے باہر نکلے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: اے علی! آج تم نے ہمیں ایک ایسی چیز سے محروم کردیا ہے جو کبھی بھی ہمیں واپس نہیں ملے گی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بڑے عقلمند، سمجھدار اور سیاست دان شخص تھے۔

بخاری شریف کی ایک طویل روایت میں ہے:

فکانت هذا الصدقت بید علی منعها علی عباسًا فغلبهٗ علیها۔ ثم کان بید حسن بن علی ثم بید حسین بن علی ثم بید علی بن حسین و

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حسن ابن علی کلبھما کانا یتداولانھا ثم بید زید بن حسن۔ وھی صدقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقًا۔[1]

ترجمہ:......یہی وہ صدقہ ہے جس کا انتظام پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس کے انتظام میں شریک نہیں کیا تھا بلکہ خود اس کا انتظام کرتے تھے (اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو اس کے انتظام میں شریک نہیں کیا تھا بلکہ خود اس کا انتظام کرتے تھے (اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے اسے خرچ کیا تھا، اسی طرح ان ہی مصارف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خرچ کرتے تھے) اس کے بعد وہ صدقہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آ گیا تھا۔ پھر حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں۔ اس کے بعد جناب علی بن حسین اور حسن بن حسین کے انتظام رہا۔ یہ دونوں حضرات اس کا انتظام و انصرام نوبت بنوبت کرتے رہے اور آخر یہ صدقہ جناب زید بن حسن کے انتظام میں آ گیا تھا اور یقیناً یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی صدقات تھے۔

شیعہ کا اعتراف

مال فئی کی آمدن وصولی اور تصرف کا مسئلہ شیعہ علماء نے بھی اسی طرح زیر تصرف اہل بیت عظام ہونا تسلیم کر لیا ہے، چنانچہ ابن ابی الحدید شیعہ فدک کی مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فغلب علیؓ عباسًا علیھا۔ فکانت بید علی، ثم کانت بید الحسن۔ ثم، کانت بید الحسین۔ ثم علی بن الحسین۔ ثم الحسن بن الحسن۔ ثم زید بن الحسن۔[2]

ترجمہ:......اس معاملے میں حضرت علی، حضرت عباس رضی اللہ عنہما پر غالب آ گئے۔ پس

---

[1] صحیح بخاری، ج ۲، ص ۵۷۶ کتاب المغازی، حدیث بنی النضیر

[2] شرح نہج البلاغہ حدیدی، ج ۴ ص ۱۱۸ مطبوعہ بیروت

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

یہ اموال اور صدقات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہے۔ پھر ان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہے۔ اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے زیر انتظام رہے۔ پھر زین العابدین کے ہاتھ میں رہے، پھر حسن بن حسن کے ہاتھ میں رہے، پھر زید بن حسن کے ہاتھ میں رہے۔

خلاصہ کلام

اہل سنت والجماعت اور شیعہ مذہب کی مذکورہ روایات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کا جو حق مال فئی یعنی اموال بنو نضیر وغیرہ میں تھا۔ وہ ان کو کما حقہ ادا کیا جاتا تھا۔

ان صدقات یعنی اموال فئی کے متولی خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے اور بعد میں ان کی اولاد ہی پشتوں تک اس کی متولی اور نگران رہی ہے۔

ان روایات نے ان داستانوں اور قصے کہانیوں کو بالکل غلط، وضعی، جعلی اور من گھڑت ثابت کر دیا ہے۔ نہ تو اہل بیت یعنی بنو ہاشم کی حق تلفی ہوئی۔ نہ حقوق ضائع ہوئے۔ نہ ان کے مال فئی کا حق برباد ہوا اور نہ ہی ذوی القربیٰ کا حصہ ختم کیا گیا۔

بلکہ صدیقی، فاروقی اور عثمانی عہد خلافت میں ان سب حضرات کے حقوق احسن طریقے سے ادا کیے جاتے رہے اور ان ہی حضرات کے ہاتھ میں اس کا انتظام و انصرام تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی قوی شہادت ہو سکتی ہے۔

آل رسول کے مالی حقوق اور صدیق رضی اللہ عنہ کا تابناک کردار

احادیث و روایات کی روشنی میں خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ میں آل رسول کے مالی حقوق کے تحفظ کا انتظام و انصرام کیسا تھا اور دور خلافت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت نبوت کے درمیان تعلقات و روابط کیسے تھے۔

احادیث و تاریخ کے شواہد اور دلائل سے یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ امیر المومنین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

سیدنا صدیق اکبر اور امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے آل رسول اور اہل بیت کے ساتھ انتہائی خوشگوار تعلقات تھے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اقرباء اور رشتہ داروں کے حقوق ادا فرماتے تھے۔ اسی طرح خلافت صدیقی اور فاروقی میں بھی ادا ہوتے رہتے ہیں۔ اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ خاندان نبوت کے ساتھ نبوی مراسم اور روابط کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا اور یہ محض جھوٹا پروپیگنڈا ہے کہ اہل بیت نبوت اور آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلیفہ اول کے تعلقات اچھے نہیں تھے۔ ان کے مالی حقوق غصب کیے گئے اور ان پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔

حقوق وشواہد ملاحظہ ہوں

عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ ان فاطمۃ ارسلت الی ابی بکر فسالہ میراثھا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علی رسولہ۔ قطلب صدقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی بالمدینۃ۔ وفدك وما بقی من خمس خیبر۔ فقال ابوبکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لانورث ماترکنا۔ فھو صدقۃ انما یاکل ال محمد من ھذا المال۔ یعنی مال اللہ لیس لھم ان یزیدوا علی الماکل۔ انی واللہ لا اغیر شیا من صدقات النبی صلی اللہ علیہ وسلم التی کانت علیھا فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا عملن فیھا بما عمل فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فتشھد علیؓ ثم قال۔ انا قد عرفنا یاابابکر فضیلتك وذکر قرابتھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحقھم۔ وتکلم ابوبکر وقال والذی نفسی بیدہ القرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی۔[1]

[1] صحیح بخاری، ج۱ ص۵۲۶

ترجمہ:...... حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اپنا آدمی بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی میراث کا مطالبہ کیا، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فئی کی صورت میں عطا فرمائی تھی۔ یعنی سیدہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ مدینہ کی اس جائیاد سے متعلق تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بنونضیر کے مالی فئی سے حاصل ہوا تھا اور اسی طرح فدک کی جائیداد اور خیبر کے خمس کا بھی۔

امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود فرما گئے ہیں۔ ہماری میراث دولت نہیں ہوتی۔ ہم انبیاء جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے اور یہ کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات اسی مال سے پورے کیے جائیں گے۔ اگرچہ انہیں یہ حق نہیں ہوگا کہ پیداوار کے مقررہ حد سے زیادہ لیں اور خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مصارف خیر کو جو آپ کے عہد مبارک میں انتظام تھا میں اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا بلکہ وہی نظام جاری رکھوں گا جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا۔

اس پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھ کر فرمایا۔ اے ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت و مرتبہ سے خوب واقف ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی قرابت کا اور اپنے حق کا ذکر کیا۔

امیر المومنین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے صلہ رحمی کرنے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ و اقارب مجھے اپنے اعزہ و اقارب سے زیادہ محبوب ہیں۔

عن عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ والعباس اتیا ابابکر یلتمسان میراثھا ارضہ من فدك وسھمہ من خیبر۔ فقال ابوبکر سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لانورث ماتر کنا صدقۃ انما یاکل ال محمد

فی هذا المال۔ واللہ القرابة رسول الله صلی الله علیه وسلم احب الی ان اصل من قرابتی۔[1]

ترجمہ:......ام المومنین سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ دونوں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین جو فدک میں تھی جو خیبر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حصہ ملا تھا۔اس میں سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا،اس کے جواب امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے کہ ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، البتہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز واقارب کے ساتھ حسن معاملات سے مجھے اپنے اقربا سے زیادہ عزیز ہیں۔

ان عائشة اخبرته ان فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ارسلت الی ابی بکر تساله مراثها من رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما افاء الله علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وفاطمة حینئذ تطلب صدقة رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة وفدك ومابقی من خمس خیبر۔ فقال ابوبکر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انا لانورث ماترکنا صدقة۔ انما یاکل ال محمد فی هذا المال۔

انی والله لا اغیر شیئًا من صدقة رسول الله صلی الله علیه وسلم عن حالها التی کانت علیه فی فهد رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ ولا عملن فی ذلك بما عمل فیها رسول الله صلی الله علیه وسلم۔[2]

ترجمہ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا امیر المومنین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میراث کا مطالبہ

---

[1] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۵۷۶ کتاب المغازی، باب فی نضیر

[2] شرح معانی الآثار المعروف طحاوی شریف، ج ۱ ص ۲۵۰ کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم

کر رہی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں مال فئی کی صورت میں عطا فرمائی تھی۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مطالبہ مدینہ منورہ، فدک اور خیبر کے دیگر اموال کے متعلق تھا۔ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم انبیاء جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات اسی مال سے پورے کیے جائیں گے۔ خدا کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں کروں گا، اپ کے عہد میں جو اس کی حالت و کیفیت تھی وہی برقرار رہے گی۔ میں وہی کروں گا جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔

ان روایات سے واضح ہو گیا کہ خلافت صدیقی میں خاندان نبوت اور رشتہ داران نبوی کو مدینہ کے اموال، فدک اور خمس خیبر سے پورا پورا حق ملتا تھا، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے مذکورہ اموال بطور میراث تقسیم نہیں ہوئے۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خاندان نبوت کو وہ اموال اپنی صوابدید سے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تقسیم کرتے رہے ہیں۔ میرے اہل بیت اسی مال سے کھائیں گے۔ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو نہ تو غصب کیا، نہ خود برد کیے اور نہ ہی ان پر کوئی قدغن لگائی۔ امیر المومنین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صلہ رحمی، وفاداری، حسن سلوک، احسان و مروت اور ادائیگی حقوق کے اعتبار سے اپنے خاندان اور عزیز و اقارب سے کہیں زیادہ خاندان رسول اور آل بیت رسول عزیز تھے۔

ائمہ اطہار کی تصریحات

آئمہ اطہار جو شیعہ حضرات کے نزدیک ''آئمہ معصومین'' ہیں فدک کا قضیہ ہو یا اموال فئی یعنی اموال مدینہ بنونضیر وغیرہ کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس سے مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کی تائید ہوتی ہے اور شیعہ کے باطل نظریات کے بالکل مخالف ہے اور طرۂ تماشہ یہ کہ ان آئمہ اطہار کی یہ تصریحات اہل سنت والجماعت کی کتب کے علاوہ کتب شیعہ میں بھی موجود ہیں۔

فرمان امام باقر رحمۃ اللہ علیہ

عن کثیر النواء قال قلت لابی جعفر اخبرنی عن ابی بکر وعمر اظلما من حقکم شیئًا؛ قال لا ومنزل القرآن علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ ماظلمانا من حقنا مایزن حبۃ خردل۔[1]

ترجمہ:...... کثیر النوا کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر سے عرض کیا کہ کیا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے آپ کے حقوق کی ادائیگی میں کچھ ظلم وزیادتی روا رکھی تھی؟ حضرت امام نے فرمایا بالکل نہیں، اس ذات کی قسم! جس نے اپنا قرآن تمام عالم کے نذیر کی ذات پر نازل فرمایا۔ ان دونوں نے ہمارے حقوق میں ایک حبہ کے برابر بھی ظلم روا نہیں رکھا۔

علامہ نورالدین علی بن احمد السمہودی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۱۱ھ بھی اس روایت کو نقل کرتے ہیں:

روی ابن شبہ ایضًا۔ عن کثیر النوی قال: قلت لابی جعفر۔ جعلنی اللہ فداك! أرأت ابابکر وعمر رضی اللہ عنہما ھل ظلما کم من حقکم شیئًا او ذھبابہ؛ قال لا: والذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا ماظلمانا من حقنا مثقال حبۃ من خرد۔ قلت: جعلت فداك افاتو لاھما؛ قال نعم ویحك! تولھما فی الدنیا والاخرۃ۔ وما اصابك ففی عنقی ثمہ قال: فعل اللہ بالمغیرۃ وبکیان فانھما کذباعلینا اھل البیت۔[2]

ترجمہ:...... کثیر النواء کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر سے کہا اللہ مجھے آپ پر قربان ہونے کی توفیق دے، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے آپ کے حقوق ادا کرنے میں کچھ ظلم وتعدی سے کام لیا ہے؟ یا آپ لوگوں کے حقوق کو ضائع کیا ہو؟ حضرت امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا:

---

[1] کتاب فضائل ابی بکر الصدیق، لابی طالب محمد بن علی بحوالہ حماء ج ا ص ۱۱۲

[2] وفاء الوفاء، ج ۳ ص ۱۰۰۱ فصل فی صدقاتہ، طبع جدہ بیروت

قسم ہے اس ذات کی جس نے اپنے بندے سے جو سارے عالم کے لیے نذیر ہیں۔ یہ قرآن مجید اتارا، ہمارے حقوق کی ادائیگی میں ان دونوں نے رائی کے برابر بھی ظلم وزیادتی نہیں کی۔

پھر میں نے عرض کیا: میری جان آپ پر نچھاور ہو کیا میں ان دونوں کے ساتھ محبت اور دوستی رکھوں؟ ارشاد فرمایا: ہاں ان دونوں کے ساتھ دنیا وآخرت میں دوستی اور محبت رکھو (بفرض محال) اس سلسلہ میں کوئی وبال پیش آئے تو وہ میری گردن پر ہوگا (یعنی تو بے فکر ہو کر اس راہ کو اختیار کر)۔

جناب امام نے فرمایا

اللہ تعالیٰ مغیرہ وبنان دونوں کے ساتھ وہی معاملہ فرمائے جس کے وہ اہل ہیں، اس لیے کہ ان دونوں مغیرہ اور بنان جھوٹی روایات لکھ کر ہم اہل بیعت پر چسپاں کردی ہیں اور جھوٹے قصے گھڑ گھڑ کر ہماری طرف منسوب کردیے ہیں۔

اب آیئے شیعہ نامور عالم ابن ابی حدید المتوفی ۶۵۶ھ سے ''امام معصوم'' امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ذیشان سنیے:

قال ابوبکر (الجوهری) واخبرنا ابوزید قال حدثنا محمد بن الصباح قال حدثنا یحیی بن المتوکل ابوعقیل عن کثیر النواء قال قلت لابی جعفر بن علی علیه السلام جعلنی الله فداك! ارأیت ابابکر وعمر هل ظلما کم من حقکم شیئًا اوقال ذهبا من حقکم بشیءٍ فقال لا، والذی انزل القرآن علی عبده لیکون للعالمین نذیرا ما ظلمنا من حقنا مثقال حبة من خردلٍ.

قلت فداك افابو لاهما؛ قال نعم ویحك تولهما فی الدنیا والاخرة. وما اصابك ففی عنقی ثم قال فعل الله بالمغیرة وبنا. فانهما کذبا

اهل البیت۔ [1]

یہ ہیں شیعہ کی ممدوح امام عالی مقام حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ تمام ائمہ اطہار کے حقیقی اور سچی محبت اور اطاعت اہل سنت والجماعت کو حاصل ہے، لیکن شیعہ کے بلند و بانگ دعویٰ کی بناء پر ہم نے بطور تنبیہ کے شیعہ کی طرف نسبت کا اظہار کیا ہے۔

امام موصوف کی یہ روایت اہل سنت والجماعت اور شیعہ کی کتب میں موجود ہیں جو اہل سنت کے مسلک حقہ کی سو فیصد تائید و تصدیق کر رہی ہے، مگر شیعہ ہیں جنہیں اپنے امام کا ارشاد بھی قابل قبول نہیں۔

امام عالی مقام برملا فرما رہے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق اور امیر المومنین سیدنا عمر فارق رضی اللہ عنہما نے نہ تو ہم اہل بیت کے حقوق کو غصب کیا اور نہ ہی کسی قسم کی ظلم و زیادتی کا ارتکاب کیا ہے بلکہ یہ جھوٹی اور من گھڑت داستانیں صحابہ کرام ؓ کے دشمنوں نے ہم اہل بیت اطہار کے سر تھوپ دی ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

امام زید الشہید رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے برادر حقیقی حضرت امام زید الشہید بن امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان عالی شان بھی ملاحظہ ہو۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک موصوف کی صداقت، امانت، دیانت، راست گوئی اور راست بازی مسلم ہے اور شیعہ کے نزدیک بھی یہ پاک ہستیاں متقی و پرہیزگار اور راست گفتار ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ شیعہ حضرات اپنے باطل نظریات کے خلاف ''ائمہ معصومین'' کے ارشادات کو بھی ٹھکرا دیا کرتے تھے۔ امام موصوف فرماتے ہیں:

وقد اعترف علماء اهل البیت بصحة ما حكم به ابوبكر فی ذلك۔ [2]

[1] شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج ۴ ص ۱۱۳ مطبوعہ بحوالہ رحماء بینہم ج ۱ ص ۱۱۴

[2] الاستقاء علی مذہب السلف للبیہقی ص ۶۸۱ مطبوعہ مصر بحوالہ رحماء بینہم ج ۱ ص ۱۱۷، البدایہ والنہایہ، ج ۵ ص ۲۹۱

ترجمہ:...... علماء اہل بیت کا اعتراف ہے کہ مسئلہ فدک کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ فرمایا تھا وہ بالکل درست اور صحیح تھا۔

امام ابوبکر احمد بن الحسین ابن علی البیہقی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۵۸ھ اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں:

اخبرنا ابوعبداللہ الحافظ انا ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الصغار ثنا اسمعیل بن اسحاق القاضی ثنا نصر بن علی ثنا ابن داؤد عن فضیل بن مرزوق قال، قال زید بن علی بن الحسین بن علی، اما انا لو کنت مکان ابی بکر رضی اللہ عنہ لحکمت بمثل ماحکم بہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی فدک۔[1]

ترجمہ:...... فضیل کہتے ہیں کہ امام زید شہید نے فرمایا کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ اس وقت کا والی اور حاکم میں ہوتا تو فدک کے متعلق میں بھی وہی حکم دیتا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صادر فرمایا تھا۔

شیعہ عالم ابن ابی الحدید اس روایت کو نقل کرتے ہیں:

قال زید بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہ وایم اللہ لو رجع الامر الی لقضیت وفیہ بقضاء ابی بکر رضی اللہ عنہ۔[2]

ترجمہ:...... امام زید شہید فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر یہ معاملہ (فدک) میری طرف لوٹ کر آتا تو میں بھی وہی فیصلہ کرتا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

مؤیدات شیعہ

ائمہ اطہار کے اقوال زریں نقل کرنے کے بعد بعض علماء شیعہ کی تائید بھی پیش کی جاتی ہے۔

---

[1] سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۶ ص ۳۰۹ بحث مصرف اربعہ اخماس الفئی بعد رسول اللہ

[2] حدیدی ج ۱۵ ص ۱۱۳ بحوالہ رحماء بینہم ج ۱ ص ۱۱۸

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهٖ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ

بہاء الدین محمد بن محمد بن الحسین ابی الحدید المدائنی المتوفی ۶۵۹ھ لکھتے ہیں:

كان ابوبكر رضى الله عنه ياخذ غلتها فيدفع اليهم منها ما يكفيهم ويقسم الباقى. وكان عمر رضى الله عنه كذالك ثم كان عثمان رضى الله عنه كذالك. ثم كان على كذالك۔[1]

ترجمہ:...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کر کے جس قدر اہل بیت نبوت کو ان کی ضرورت کے مطابق دینے کے بعد باقی ماندہ ضرورت مند اور حقدار لوگوں میں تقسیم کرتے تھے، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح تقسیم کرتے رہے، پھر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح تقسیم کرتے رہے ہیں۔

ابن میثم بحرانی شیعہ المتوفی ۶۷۹ لکھتے ہیں:

وكان (ابوبكر) ياخذ غلتها فيدفع منها مايكفيهم. ثم فلعت الخلفاء بعده كذالك۔[2]

ترجمہ:...... ابوبکر رضی اللہ عنہ فدک کی پیداوار لے کر آل رسول اللہ ﷺ کو بھیج دیتے تھے۔ ان کی ضروریات کے مطابق ان کو دیا جاتا تھا، پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے خلفاء بھی اسی طرح عمل کرتے رہے ہیں۔

اسی طرح شیخ ابراہیم بن حاجی الحسین بن علی بن الغفار الدنبلی شیعہ عالم اپنی کتاب ''الدرۃ النجفیہ'' شرح نہج البلاغہ، ص ۳۳۰ میں لکھتے ہیں:

اس صدی کے مشہور شیعی عالم مجتہد سید علی نقی فیض الاسلام نے اپنی فارسی شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے:

---

۱ حدیدی شرح نہج البلاغہ، ج ۲ ص ۲۹۶ جز شب نزدہم کلاں طبع ایران حدیدی شرح نہج بلاغہ، ج ۴ ص ۱۱۱، بحث فیما ورد من الاخبار والسیر فی فدک بیروت

۲ شرح نہج البلاغہ لابن میثم کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی، ج ۵ ص ۱۰۷ طبع جدید طہرانی، طبع قدیم جز ۳۵ ص ۵۴۳ ایران

ابوبکر غله و سودان گرفته بقدر کفایت باهل بیت علیهم السلام میداد۔ وخلفاء بعد از وهم بر آن اسلوب رفتار نمودند۔[1]

علماء شیعہ کی ان عبارت سے واضح ہو گیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان ذی النورین اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم تمام خلفاء راشدین فدک وغیرہ کی آمدن اہل بیت عظام کو پابندی کے ساتھ بقدر ضرورت دیتے رہے۔

اسی طرح اولاد علی اور آل رسول کے دلوں میں خلیفہ اول و دوم کے متعلق نہ تو حسد، کینہ، بغض اور عداوت تھی بلکہ باہم موافقت اور عزت واحترام تھا۔ نہ کسی معاملہ میں جھگڑا اور تنازع تھا اور نہ ہی ناراضی تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مذکورہ جاگیر حاصل کرنے کے لیے تین فریقوں نے کوشش کی۔ پہلا فریق امہات المومنین رضی اللہ عنہن، دوسرا فریق سیدنا عباس اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما اور تیسرا فریق خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

امہات المومنین کا رضی اللہ عنہن کا مطالبہ

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی راحت و آسائش اور حفظ ناموس کا خاص خیال رکھتے تھے۔ مال فئی کے سلسلے میں جو طرز عمل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا تھا، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔[2]

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تاکہ وراثت سے حصہ حاصل کیا جا سکے، لیکن ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے یاد دلایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا:

1۔ ترجمہ وشرح فارسی نہج البلاغہ، ج ۵ ص ۹۶ طبع تہران، بحوالہ رحماء بینہم ج ۱ ص ۱۲۲

2۔ صحیح بخاری، ج ۲ ص ۹۹۶

''ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہمارے تمام متروکات صدقہ ہوتے ہیں۔''

یہ سن کر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن خاموش اور اپنے خیال سے دست کش ہوگئیں۔ [1]

دوسرے فریق سیدنا عباس، سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم نے بھی امیر المومنین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خیبر اور فدک کی جائیداد کی میراث کا مطالبہ کیا۔ ان کے جواب میں امیر المومنین نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہمارے مال میں وراثت نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑیں گے صدقہ ہوگا، البتہ آل محمد ﷺ اس سے اپنا نفقہ لے سکتے ہیں۔ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے حسن سلوک کرنے کے لحاظ سے۔ [2]

سیدہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ اور صدیق رضی اللہ عنہ کا جواب باصواب

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا امیر المومنین سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حاضر ہوئیں اور کہا حضور انور ﷺ کے اس ترکہ سے انہیں ان کی میراث کا حصہ ملنا چاہیے جو مال اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو فئی کی صورت میں دیا تھا۔ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

لانورث ما ترکنا صدقة

ترجمہ:...... انبیاء علیہم السلام کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اس جواب سے رنجیدہ ہوئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تعلقات منقطع کر لیے۔ یہ انقطاع ان کی وفات تک جاری رہا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد

---

[1] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۳۸۲ کتاب الوصایا، ص ۵۷۶ ج ص ۸۰۶ صحیح مسلم، ج ۲ ص ۹۱ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷

[2] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۵۷۵

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چھ ماہ تک زندہ رہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیبر، فدک اور مدینہ منورہ کے اموال کا مطالبہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس سے انکار تھا اور کہا:

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهٖ إِلَّا أَنِّىْ عَمِلْتُ بِهٖ ○ فَإِنِّىْ أَخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِّنْ أَمْرِهٖ أَنْ أَزِيْغَ۔[1]

ترجمہ:...... میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں کرتے رہے ہوں۔ میں ایسے ہر عمل کو ضرور کروں گا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی عمل چھوڑا تو میں حق سے منحرف ہو جاؤں گا۔

دوسری روایت میں ہے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مطالبہ پر فرمایا:

وَإِنِّىْ وَاللّٰهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِىْ كَانَ عَلَيْهَا فِىْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عمل به رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔[2]

ترجمہ:...... خدا کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔ اس کی جو حالت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی، وہی رہے گی اور میں وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے:

---

[1] صحیح بخاری، ج ۱ ص ۴۳۸ کتاب الجہاد، باب فرض الخمس

[2] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۶۰۹ کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، مسلم، ج ۲ ص ۹۱ کتاب الجہاد، باب حکم الفی، سنن ابوداؤد، ج ۲ ص ۱۶ کتاب الخراج، باب فی صفایا رسول اللہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهٖ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

ان فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ارسلت الی ابی بکر الصدیق رضی الله عنه تسأله میراثها من رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ قال لانورث ماتر کنا صدقة انما یاکل آل محمد فی هذا المال۔

وانی والله لا اغیر شیئًا من صدقة رسول الله صلی الله علیه وسلم عن حالها التی کانت علیها فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا عملن فیها بما عمل به رسول الله صلی الله علیه وسلم فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمة منها شیئًا۔ فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذلك۔

فقال ابوبکر والذی نفسی بیده لقرابة رسول الله صلی الله علیه وسلم احب الی ان اصل من قرابتی۔ واما الذی شجر بینی وبینکم من هذه الاموال فانی لم آل فیها عن الحق۔ ولم اترك امرا رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یصنعه فیها الا صنعته۔[1]

ترجمہ:...... سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ ہمارے مال میں وراثت نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ چھوڑیں گے صدقہ ہوگا، البتہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے نفقہ لے سکتے ہیں۔

خدا کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس کی جو حالت و کیفیت تھی وہی برقرار رہے گی۔ میں وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ ان صدقات میں سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے انکار کیا جس سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملال ہوا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے مجھے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ

---

[1] مسند امام احمد، ج ۱ ص ۹

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهٖ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

قدرت میں میری جان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ واقارب مجھے اپنے اعزہ واقارب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس مال کی وجہ سے آپ کے اور میرے درمیان اختلاف ہوا ہے لیکن میں حق کو چھوڑ نہیں سکتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ کرتے دیکھا ہے میں وہی کروں گا۔

ابی الطفیل سے روایت ہے:

سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے کہا:

انت ورثت رسول الله صلى الله عليه وسلم ام اهله؟

"قال۔ فقال: لابل اهله"

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث آپ ہیں یا اُن کی آل؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں میں نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب اللہ جل مجدہ اپنے کسی نبی کو دنیا کی کوئی نعمت عطا فرماتا ہے پھر بعد وصال کے وہ عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

فرأيت ان أرده على المسلمين

لہٰذا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکات کو مسلمانوں میں تقسیم کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

اس کے جواب میں سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا:

فانت وما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم اعلم! [1]

ترجمہ: ...... پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے وہی اختیار کیجیے۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر اپنا حق وصول کرنے میں دوبارہ زور دیا تو خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

[1] مسند امام احمد، ج ۱ ص ۴

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''اے خیرۃ النساء، اے خیر الاباء کی لخت جگر۔ خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے گرامی سے ذرا بھی تجاوز نہیں کیا۔ میں نے وہی کچھ کیا جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک سے آپ کی ضروریات زندگی (خوراک) لیا کرتے تھے اور باقی مستحقین میں تقسیم کردیا کرتے تھے اور مجاہدین اسلام کو سواریاں اسی سے مہیا فرماتے تھے۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی وہی کچھ کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ یہ جواب باصواب سن کر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔[1]

جمہور علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک سیدہ فاطمہ بتول جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی والی روایت محل نظر ہے، جس کی تفصیل علامہ بدر الدین عینی اور شیخ الحدیث مولانا زکریا نے بیان فرمائی ہے۔[2]

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسی عظیم المرتبت اور پاک نہاد، پاک طینت ہستی سے جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا جیسی پاک فطرت ہستی کا ناراض ہونا عقلاً محال ہے۔ اگر انہوں نے اپنی رنجیدگی اور ملال کا کسی شکل میں اظہار کیا بھی ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب کچھ اور سمجھتی ہوں گی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو مفہوم اس کا سمجھتے تھے، اس سے ان کا اتفاق نہ ہوا۔[3]

یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ ان کی یہ ناراضی بتقاضائے بشریت تھی اور وقتی اور عارضی تھی۔ جو بعد میں کافور ہو گئی تھی اور کسی قسم کی رنجش دل میں باقی نہیں رکھی تھی۔

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے ساتھ لطف و محبت کا سلوک قائم رکھا اور ان کے وصال کے وقت سیدہ جنت رضی اللہ عنہا سے عفو خواہ ہو کر ان کا

---

1. شرح نہج البلاغہ، جلد خامس، علامہ کمال الدین میثم البحرانی بحوالہ سیرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، ص ۱۷۰

2. عمدۃ القاری، ج ۱۵ ص ۲۰ اللامع الدراری، ج ۷ ص ۲۹۰

3. ایضاً

آئینہ دل صاف کردیا، جیسا کہ احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

ابو حفص بن شاہین نے اپنی کتاب ''کتاب الخمس'' میں شعبی سے روایت بیان کی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کہا۔ اے جگر گوشہ رسول! ناراضی کی کوئی بات نہیں ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تحریر اس معاملہ میں آپ کے پاس موجود ہے تو یقیناً آپ اس مطالبہ میں سچی، حق بجانب اور مامون ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مسلسل اس نوعیت کی گفتگو فرماتے رہے۔

حتی رضیت ورضی۔ [1]

یہاں تک کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے دل کا غبار دور ہو گیا اور وہ راضی اور خوش ہو گئیں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان سے راضی ہو گئے۔

مذکورہ روایات کا علمی تجزیہ

مذکورہ بالا ۳۵ روایات میں سے ۲۲ روایات ایسی ہیں جن میں امیر المومنین سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے میراث کے مطالبہ کے موقع پر ناراضی، رنجیدگی، غضبناکی اور تاحیات کلام نہ کرنے کا قطعاً نام ونشان نہیں ہے۔

البتہ صرف ۱۳ روایات میں غَضِبَتْ، وَجَدَتْ، هَجَرَتْ، فَلَمْ تَكَلَّمْهُ وغیرہ الفاظ پائے جاتے ہیں، جن کے متعلق ''قال کا ادخال'' کے عنوان سے مزید صراحت و وضاحت بھی کردی گئی ہے۔

یہ بات ناقابل فہم ہے کہ خاتون جنت سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سن کر چیں بچیں ہوں، اگرچہ زبان تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تھی، لیکن فرمان ذیشان تو سیدہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی قدر کا تھا۔ بھلا اپنے والد بزرگوار کا ارشاد سن کر ناراض کیوں ہوں جبکہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے پیش نظر اللہ جل مجدہٗ کے یہ ارشادات بھی تھے، وہ خود قرآنی علوم

---

[1] عمدۃ القاری، ج ۱۵ ص ۲۰

ومعارف کی ماہر تھیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ

(سورہ احزاب، آیت ۳۶)

ترجمہ:...... اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کا فیصلہ فرمادیں تو مومن مرد اور مومنہ عورت کے لیے اپنا اختیار باقی نہیں رہتا، جس نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی وہ واضح طور پر گمراہ ہوگیا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (سورۃ النساء، آیت ۶۵)

ترجمہ:...... تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہ ہوں گے، یہاں تک کہ آپ ہی کو منصف جانیں، اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان واقع ہو پھر آپ کے فیصلہ سے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ پائیں اور اسے تسلیم کرلیں۔

روایات میراث کا اجمالی نقشہ

سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا جو مطالبہ خاتون جنت، سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے امیر المومنین خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ کتب احادیث اور تاریخ میں تلاش وجستجو سے اپنی بساط کے مطابق پینتیس (۳۵) مقامات پر اس روایت کو پایا ہے، جسے بمعہ سند یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد بن حنبل الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۴۱ھ نے "مسند" میں پانچ روایات نقل کی ہیں۔

(۱)	ج۱ ص۴ = عن ابی الطفیل =	اس میں ناراضی کے الفاظ نہیں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهٰتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(۲)	ج۱ص۶=عن صالح عن ابن شهاب زهری، عن عروة، عن عائشة رضی الله عنها	فغضبت فهجرت فلم تزل مهاجرة حتی توفیت
(۳)	ج۱ص۹=عقیل عن ابن شهاب الزهری، عن عروة عن عائشة رضی الله عنها	فوجدت فاطمة
(۴)	ج۱ص۱۰=محمد بن عمرو عن ابی سلمه	اس روایت میں ناراضی کا ذکر نہیں ہے
(۵)	ج۱ص۱۳=محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابو هریرة رضی الله عنه	ناراضی کا ذکر نہیں ہے

صحیح بخاری

امام محمد ابن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۵۶ھ نے میراث کی مذکورہ روایت پانچ مقامات پر ذکر کی ہے۔

(۱)	ج۱ص۴۳۵ کتاب الجهاد، باب فرائض عن صالح عن ابن شهاب =عروه ان عائشة رضی الله عنها	فغضبت فهجرت فلم تزل مهاجرته حتی توفیت
(۲)	ج۱ص۵۲۶ کتاب المناقب، باب مناقب قرابة رسول الله، ابو الیمان، شعیب، زهری، عروة عن عائشة رضی الله عنها	ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں

(۳)	ج ۲ ص ۵۷۶ کتاب المغازی باب حدیث بنو نضیر = معمر، زهری، عروة عن عائشة رضی الله عنها	اس میں ناراضی کے الفاظ نہیں
(۴)	ج ۲ ص ۶۰۹ کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، عقیل، زهری، عروة عن عائشة رضی الله عنها	فوجدت، هجرة، فلم تکلمه
(۵)	ج ۲ ص ۹۹۵ کتاب الفرائض، باب لانورث ماترکناه صدقة، معمر، زهری، عروة عن عائشة رضی الله عنها	فهجرت، فلم تکلمه حتی ماتت

طبقات ابن سعد

امام محمد بن منیع الزہری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۳۰ھ نے ''طبقات'' میں چار روایات بیان کی ہیں۔

(۱)	ج ۲ ص ۳۰۶ ذکر میراث رسول الله صلی الله علیه وسلم وما ترک عن ابی صالح عن ام هانی رضی الله عنها عن عائشة رضی الله عنها	اس میں ناراضی کے الفاظ مذکور نہیں ہیں
(۲)	ج ۲ ص ۳۰۶ معمر عن ابن شهاب الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله عنها	فوجدت، فهجرته، فلم تکلمه
(۳)	ج ۲ ص ۳۰۷ هشام بن سعد عن عباس بن عبدالله عن جعفر	اس میں ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں

(۴)	ج ۲ ص ۲۰۷ ھشام عن زید بن اسلم عن ابیه عن عمر رضی الله عنه	اس میں ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں

سنن ترمذی

امام ابو عیسیٰ محمد بن سورۃ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۹ ھ نے سنن ترمذی میں دو روایات بیان کی ہیں۔

(۱)	ج ۱ ص ۱۹۳ ابواب السیر، باب ماجاء فی ترکة النبی صلی الله علیه وسلم عن محمد بن عمرو عن ابی سلمه عن ابو هریرة رضی الله عنه	اس میں ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں
(۲)	شمائل ترمذی، ص ۲۹ میراث الرسول صلی الله علیه وسلم محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابو هریرة رضی الله عنه	ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں

سنن نسائی

امام احمد بن شعیب بن بحر بن سنان النسائی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۰۳ھ نے ایک روایت نقل کی ہے۔

(۱)	ج ۲ ص ۱۵۸ کتاب قسم الفی عن حمزة عن زهری عن عروة عن عائشة رضی الله عنها	ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں

تاریخ الامم والملوك

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۱۰ھ نے اس سلسلہ کی ایک روایت

نقل کی ہے۔

(۱)	ج ۲ ص ۲۸۷ = قدیم ج ۳ ص ۲۰۱ عبدالرزاق بن همام ابن شهاب عن معمر عن زهری عن عروه عن عائشة رضی الله عنها	فهجرته فاطمة فلم تكلمه فی ذلك

سنن کبریٰ للبیہقی

سنن الکبریٰ للبیہقی جلد ششم، کتاب قسم الفی والغنیمۃ میں چھ روایات مروی ہیں۔

(۱)	ج ۶ ص ۳۰۰ معمر عن ابن شهاب الزهری عن عروه عن عائشة رضی الله عنها	قال فغضبت، وهجرته فلم تكلمه
(۲)	ج ۶ ص ۳۰۰ ابی حمزة عن ابن شهاب الزهری، عن عروه عن عائشة رضی الله عنها	فوجدت فاطمة
(۳)	ج ۶ ص ۳۰۰ صالح، ابن شهاب، عروه، عن عائشة رضی الله عنها	فغضبت، فهجرت، فلم تزل مهاجرة له حتی توفیت
(۴)	ج ۶ ص ۳۰۲ محمد بن عمرو عن ابن سلمة عن ابی هریرة رضی الله عنه	اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں
(۵)	ج ۶ ص ۳۰۲ محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة رضی الله عنه	اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں
(۶)	ج ۶ ص ۳۰۳ عن ابی الطفیل	اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں

اللّٰهم صلّ علیٰ سیّدنا محمّدن النّبیّ الأمّیّ وأزواجه أمّهات المؤمنین وذریّته وأهل بیته كما صلّیت علیٰ إبراهیم إنّك حمیدٌ مجیدٌ

شرح معانی الآثار

شرح معانی الآثار، ج ۲ کتاب وجوہ الفیٔ وقسم الغنائم میں تین روایات مروی ہیں۔

(۱)	ج۱ ص ۲۵۰، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ علی بنی ہاشم عبدالرحمٰن بن خالد عن ابن شہاب الزہری عن عروہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا	اس میں ناراضی کے الفاظ نہیں
(۲)	ج ۲ ص ۱۴۸ عن ابی صالح عن ام ہانی رضی اللہ عنہا	اس میں ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں
(۳)	ج ۲ ص ۱۴۸ عن ابی صالح عن ام ہانی رضی اللہ عنہا	اس میں ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں

صحیح مسلم

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۶۱ھ نے مسلم شریف میں تین مقامات پر اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

(۱)	ج ۲ ص ۹۱ کتاب الجہاد، باب حکم الفیٔ، عقیل، زہری، عروہ، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا	فوجدت، فهجرت، فلم تكلمه حتى توفيت
(۲)	ج ۲ ص ۹۲ کتاب الجہاد معمر، زہری عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا	اس میں ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں
(۳)	ج ۲ ص ۹۲ کتاب الجہاد صالح، زہری، عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا	اس میں ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں

سنن ابوداؤد

امام داؤد سلیمان بن اشعث بجستانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۷۵ھ نے ابوداؤد میں چار مواقع میں یہی روایت بیان کی ہے۔

(۱)	ج ۲ ص ۱۷ کتاب الخراج باب فی صفایا رسول اللہ من الاموال، عقیل، زھری عروہ، عائشۃ رضی اللہ عنہا	ناراضی کا ذکر نہیں ہے
(۲)	ج ۲ ص ۱۷ شعیب عن زھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا	ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں
(۳)	ج ۲ ص ۱۷ صالح عن ابن شھاب عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا	ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں
(۴)	ج ۲ ص ۱۷ ابی الطفیل	ناراضی کے الفاظ نہیں ہیں

مصنف عبدالرزاق

حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۱۱ھ نے اپنی "مصنف" میں ایک مقام پر اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

(۱)	ج ۵ ص ۴۷۲ عبدالرزاق عن معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا	فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ فی ذلک

مسند ابی عوانہ

حافظ ابی بکر ابی عوانہ یعقوب بن اسحاق، المتوفی ۳۱۶ھ نے "مسند ابی عوانہ" میں اسے ذکر کیا ہے۔

(۱)	ج ۴ ص ۱۴۵، ۱۴۶ حدثنا الدبری عن عبدالرزاق عن معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا	فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ فی ذلک

قال کا ادخال

وہ روایات ملاحظہ ہوں، جن میں قال کا ادخال یا ادراج پایا جاتا ہے۔

حافظ کبیر ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ اس روایت کا بیان کرتے ہیں:

اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة ان فاطمة رضی الله عنها والعباس رضی الله عنهما اتيا ابابكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذٍ يطلبان ارضهٔ من فدك وسهمه من خيبر فقال لهما ابوبكر رضی الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لانورث ماتركنا صدقة انما ياكل ال محمد صلى الله عليه وسلم من هٰذا المال وانى والله لاادع امرًا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه الا صنعته "قال" فهجرته فاطمه فلم تكلم فى ذالك حتى ماتت فدفنها على رضی الله عنه ليلًا ولم يؤذن بها ابابكر رضی الله عنه الخ۔[1]

امام محمد بن اسماعیل البخاری کی بیان کردہ روایت

حدثنى عبدالله بن محمد قال حدثنا هشام (بن يوسف اليمانى) قال اخبرنا معمر عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضى الله عنها ان فاطمة والعباس اتيا ابابكر يلمنسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما يومئذ يطلبان ارضيهما من فدك وسهمه من خيبر فقال لهما ابوبكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ يقول لانورث ماتركنا صدقة انما يأكل اٰل محمد من هٰذا المال قال ابوبكر رضى الله عنه والله لاادع امرًا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم

---

[1] مصنف عبدالرزاق، ج ۲ ص ۴۷۲ عنوان خصومۃ علی والعباس حدیث نمبر ۹۷۷۴

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ ن النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

يصنعه فيه الا صنعته "قال" فهجرته فاطمة فلم تكلمه حتى ماتت۔ [1]

الامام الحافظ ابی عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، المتوفی ۳۱۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الدبری عن عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة ان فاطمة والعباس اتيا ابابكر رضى الله عنهم يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذ يطلبان ارضهٔ من فدك وسهمهٔ من خيبر فقال لهما ابوبكر رضى الله عنه انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم لانورث ماتر كنا صدقة انما ياكل آل محمد (صلى الله عليه وسلم) من هذا المال وانى والله لا ادع امرًا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعهٔ الا صنعتهٔ "قال" فهجرته فاطمة فلم تكلمه فى ذالك حتى ماتت فدفنها على رضى الله عنه ليلًا ولم يؤذن ابابكر رضى الله عنه الخ۔ [2]

علامہ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی نے اس روایت کو نقل فرماتے ہیں:

اخبرنا ابو محمد عبدالله بن يحيى بن عبدالجبار بغدادى انا اسماعيل بن محمد الصفار ثنا احمد بن منصور ثنا عبدالرزاق انا معمر عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضى الله عنها ان فاطمة والعباس اتيا ابابكر رضى الله عنه يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذٍ يطلبان ارضهٔ من فدك وسهمه من خيبر فقال لهما ابوبكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لانورث

---

[1] صحیح بخاری، ج ۲ ص ۹۹۶ کتاب الفرائض باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانورث ماترکنا صدقة

[2] مسند ابی عوانہ، ج ۲ ص ۱۴۵ باب اخبار الدالة علی الاباحة ان العمل فی اموال من لم یوسف علیہ الخیل۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن

ماتر کناه صدقة انما یاکل آل محمد صلی الله علیه وسلم من هذا المال والله انی لا ادع امرًا رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصنعه بعد الاصنعته "قال" فغضبت فاطمة رضی الله عنها فهجرته فلم تکلمه حتی ماتت فدفنها علی لیلًا ولم یؤذن بها ابابکر الخ۔[1]

امام مسلم کی بیان کردہ روایت۔

عن ابن الشهاب (الزهری) عن عروة عن عائشة۔

روایت کے آخر میں ہے:

قال فهجرته فلم تکلمه حتی توفیت الخ۔[2]

امام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، المتوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو صالح الضراری قال حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله عنها ان فاطمة والعباس ایتا ابابکر یطلبان میراثهما من رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لانورث ماتر کنا صدقة انما یاکل آل محمد (صلی الله علیه وسلم) یصنعه الا صنعته "قال" فهجرته فاطمة فلم تکلمه فی ذالک حتّٰی ماتت فدفنها علی رضی الله عنه لیلًا ولم یؤذن بها ابابکر الخ۔[3]

چھتیس روایات میں سے صرف ۱۳ روایات میں ناراضی، غضبنا کی، رنجیدگی وغیرہ کے الفاظ پائے جاتے ہیں اور یہ تمام روایات ابن شہاب زہری سے مروی ہیں اور مذکورہ مشاجرات کے الفاظ عموماً قال کے بعد پائے جاتے ہیں اور باقی مقامات میں زہری کے

---

[1] سنن کبریٰ للبیہقی، ج۶ ص ۳۰۰۱ کتاب قسم الفی والغنیمہ

[2] صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱ باب حکم الفئی

[3] تاریخ الامم والملوک ج ۳ ص ۲۰۱ حدیث السقیفہ

شاگردوں نے قال کے لفظ کو بھی حذف کر دیا ہے۔

روایات کی اتنی کثیر تعداد میں وَجَدَتْ، غَضَبَتْ، هَجَرَتْ کا نام تک نہیں ہے اور جن معدودے چند روایات میں یہ الفاظ مذکور ہیں، ان پر غور و خوض کرنے سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ اضافہ لفظ "قَالَ" کے بعد ہوا ہے اور عربی قاعدہ کی رو سے اگر یہ الفاظ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ادا کیے ہوتے تو مونث کے صیغہ سے لفظ "قَالَتْ" ہونا چاہیے تھا۔ قال کسی راوی ہی کا قول ہو سکتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نہیں۔ قَالَ صیغہ واحد مذکر غائب ہے، اس کا فاعل دوسرا مذکر شخص ہے اور ظن غالب یہی ہے کہ وہ ابن شہاب زہری ہی ہے یا پھر ان کا کوئی شاگرد ہے۔

کیونکہ جتنی روایات میں یہ الفاظ وَجَدَتْ، غَضَبَتْ، هَجَرَتْ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ پائے جاتے ہیں۔ وہ تمام تر ابن شہاب زہری ہی سے مروی ہیں، حالانکہ اس روایت کو عمر، ابو ہریرہ، ابی الطفیل عامر بن واثلہ ام ہانی، ابی سلمہ اور عبداللہ بن جعفر کتنے ہی حضرات نے بیان کیا ہے، مگر ان کی تمام روایات میں رنجیدگی اور کشیدگی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

ظن راوی

اصل روایت میں لفظ "قال" سے پہلے تک ہے وَجَدَتْ، غَضَبَتْ، هَجَرَتْ اور عدم تکلم اصل روایت کا حصہ نہیں بلکہ یہ ظن راوی ہے، جیسا کہ علماء کرام نے اس کی تصریح فرما دی ہے۔ شیخ المشائخ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۲۳ھ فرماتے ہیں:

قوله: فغضبت فاطمة الخ هذا ظن من الراوی، حیث استنبط من عدم تكلمها اياه انها غضبت عليه الخ۔[1]

ترجمہ: ...... پس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں۔ یہ راوی کا گمان ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاموش رہنے سے راوی کو گمان ہوا کہ وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہیں۔

---

[1] الکوکب الدراری، ج۶ ص ۲۹۰، کتاب الجہاد، باب فرض الخمس

حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ظاہر است کہ حضرت امیر المومنین ابو بکر رضی اللہ عنہ در منع فدک مستند بدلیل شرعی قطعی مسلم عنہ علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا بود و حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نیز قبلہ و کعبہ سنیاں، مستند، بنا بریں علماء محققین "لم یتکلم فی ھذا الامر" محمول کردہ اند۔ ولو سلمنا کہ لم یتکلم بر معنی متبادر محمول باشد۔ تاہم چہ دلیل کہ ایں ہجراں از ملالت بود۔ واگر بروایتی تصریح ہم برآید ممکن کہ ظن راوی باشد۔[1]

ترجمہ:...... یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فدک سے منع کرنا شرعی اور قطعی دلیل سے تھا اور وہ دلیل سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نزدیک بھی مسلم تھی اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سنی مسلمانوں کا قبلہ و کعبہ ہیں (یعنی صد لائق تعظیم و تکریم ہیں) اس واسطے علماء محققین کرام کے نزدیک کلام نہ کرنا سے مراد یہ ہے کہ مسئلہ میراث کے متعلق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ کلام نہیں کیا اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے کلام نہ کرنا مراد ہے تو پھر اس کی کیا دلیل ہے کہ کلام نہ کرنا کسی ناراضی کی وجہ سے تھا اور اگر روایت کی تصریح کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ راوی کا ظن ہے۔

اس پر یہ شبہ بھی وارد ہوسکتا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم جیسی حدیثوں کی کتابوں میں بھی راوی کے ظن و گمان روایت کرنا کیسے ممکن ہے۔ اس شبہ کا ازالہ محدث کبیر علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۵۲ھ کس عمدگی سے کرتے ہیں۔

وای اعتماد به (بالتاریخ) اذا لم یخلص "الصحیحان" عن الاوهام حتی صنفوا فیها کتبًا عدیدةً فاین التاریخ الذی یدون بافواه الناس، وظنون المؤرخین لازندلها ولا مددالخ.[2]

---

[1] فتاویٰ امدادیہ، ج ۴ ص ۱۳۲ کتاب المناظرہ، مطبوعہ دہلی ۱۳۴۶ھ

[2] فیض الباری، ج ۲ ص ۷۷

ترجمہ:...... اگر صحیحین کے روایت اوہام سے پاک نہیں ہیں تو پھر تاریخ پر کیا اعتماد رہ جاتا ہے، جنہیں لوگوں کی افواہوں اور ظن وگمان سے تاریخ مرتب ہوتی ہے۔ اس کی نہ سند قابل اعتماد ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ مددگار ہوسکتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اگرچہ صحیحین صحیح روایات ہی سے عبارت ہے مگر کہیں وہم راوی بھی پایا جاتا ہے۔

مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ اس موضوع پر مفصل اور مدلل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جہاں مناقشانہ کلمات پائے جاتے ہیں۔ تدبر کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ مذکورہ الفاظ ''قال'' کے بعد بیان ہوئے ہیں، یعنی قال کا مقولہ ہیں۔ قالت کا مقولہ نہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کلام سے خارج ہیں۔

اس قال کا قائل زہری کا کوئی شاگرد ہے۔ معمر بن راشد یا کوئی دوسرا آدمی۔ اور قال کا فاعل خود ابن شہاب زاہری ہے اور کشیدگی کے مذکورہ کلمات اس کے اپنے فرمودات میں سے ہیں جو اصل روایت میں آمیخت کردیے گئے ہیں۔ [1]

رضامندی کے شواہر

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور خاتون جنت، سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے درمیان خوشگوار تعلقات اور ایک دوسرے پر کامل اعتماد کا اظہار بھی متعدد روایات سے ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنی جعفر بن عمرو بن امیة قال دخلت فاطمة علی ابی بکر فقالت اخبرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اول اهله۔ [2]

ترجمہ:...... سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور ان

---

[1] رحماء بینھم، ج ۱ ص ۱۴۰

[2] ایضاً

سے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے گھر والوں میں سب سے پہلے آپ سے جاملوں گی۔

خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے جس بزرگ ہستی سے یہ رازدرانہ گفتگو فرمائی وہ یقیناً ان کے خیر خواہ، قابل اعتماد اور غم خوار تھے۔ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے محبت بھرے انداز میں یہ خوشخبری اور اپنے محبوب والد گرامی قدر کا راز محبوب کے محبوب کی خدمت میں حاضر ہو کر سنایا اور صدیق رضی اللہ عنہ اسے سن کر مسرور اور خوش ہوئے۔ کہاں گیا وہ ناقابل التفات جملہ فلم تتکلم حتی ماتت۔ جبکہ صحیح اور صریح احادیث سے باہمی ملاقات آمد و رفت اور گفت و شنید ثابت ہے۔ ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کے درمیان ناچاکی و ناراضی، عداوت اور مناقشت ہرگز نہیں تھی۔

فاعتبروا یاولی البصار سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بطیب خاطر راضی اور خوش دنیا سے رخصت ہوئیں۔ وقتی اور عارضی طور پر اگر ملال و رنجیدگی ہوئی بھی تھی تو اپنے قلب اطہر کو اس سے پاک صاف کر لیا تھا۔ محدثین کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

امام شعبی سے روایت ہے کہ جب خاتون جنت رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عیادت کے لیے تشریف لائے اور حاضر باشی کی اجازت چاہی۔

فقال علی رضی الله عنه یافاطمة هذا ابوبکر یستأذن علیك فقالت اتحب ان آذن له، قال نعم،

ترجمہ:...... سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا، ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا آپ ان کے آنے سے خوش ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہا نے کہا جی ہاں۔

فاذنت له فدخل علیها یترضاها۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

سیدہ رضی اللہ عنہا نے اجازت مرحمت فرمائی۔ صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہیں خوش کرنے کے لیے۔

وقال واللہ! ماترکت الدار، والمال، والاھل، والعشیرۃ الاابتغاء مرضاۃ اللہ، ومرضاۃ رسولہ، ومرضاتکم اھل البیت، ثم ترضاھا حتی رضیت۔ [1]

ترجمہ:...... سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی مزاج پرسی کے بعد فرمایا۔ ''خدا کی قسم! میں نے تو گھر بار مال و دولت اور کنبہ وقبیلہ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا اور اے اہل بیت تمہاری رضا کے لیے چھوڑا تھا۔ اس کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے خوش ہوگئیں اور کوئی غبار دل میں باقی نہ رکھا۔

یہ ہیں وہ حقائق جن کی ضیا میں اہل سنت والجماعت خاتون رضی اللہ عنہا اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے مابین رنجش کو عارضی اور وقتی سمجھ کر دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی عزت واحترام اور خیر خواہی اور ہمدردی کے قائل ہیں اور نہ ہی کسی فریق کو ملامت کرتے ہیں۔

حدثنا ابوحمزۃ عن اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبی قال لما مرضت فاطمۃ اتاھا ابوبکر الصدیق فاستاذن علیھا فقال علی رضی اللہ عنہ یافاطمۃ ھذا ابوبکر یستاذن علیک فقالت اتحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیھا یترضاھا وقال واللہ ماترکت الدار والمال والاھل والعشیرۃ الا ابتغاء مرضاۃ اللہ ومرضاۃ رسول ومرضاتکم اھل البیت ثم ترضناھا حتی رضیت۔ [2]

---

[1] مسند امام احمد، ج ۶ ص ۲۸۳

[2] سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۶ ص ۳۰۱ کتاب قسم الفیٔ والغنیمۃ عمدہ القاری، ج ۱۵ ص ۲۰ الامع الداری ج ۹ ص ۲۹۱ البدایہ والنہایہ، ج ۶ ص ۳۳۳ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۵۶

ترجمہ:...... خلاصہ یہ ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئی ہیں تو ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ (ان کے ہاں) آئے در آمد کی اجازت طلب کی۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ کو پسند ہو تو ان کو اجازت دے دی جائے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے پسند ہے۔ اجازت ہوئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور رضامندی حاصل کرنے کی خاطر کلام کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر اور تمہاری خوشنودی کے لیے ہم نے اپنا گھر بار، مال و دولت، خویش و اقرباء کو چھوڑا۔ (اس طرح کی) کلام جاری رہی، حتیٰ کہ فاطمہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے رضامند ہوگئیں۔

وعن الاوزاعی قال فخرج ابوبکر حتی قام علی بابها فی یوم حار ثم قال لا ابرح مکانی حتی ترضی عنی بنت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فدخل علیها علی فاقسم علیها لترضی فرضیت، خرجه ابن السمان فی الموافقة۔

ترجمہ:...... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر گرمی کے وقت پہنچے اور کہنے لگے کہ میں یہاں سے اس وقت تک نہ ہٹوں گا جب تک کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھ سے راضی نہ ہوجائیں۔ پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں قسم دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی ہوجائیں۔ بس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہوگئیں۔

شیعہ کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے۔ مشہور شیعہ فاضل ابن میثم بحرانی نے اپنی کتاب شرح البلاغہ میں مندرجہ ذیل روایت درج کی ہے۔ اس میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو مذکور ہے۔ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہتے ہیں کہ:

(۱)...... قال ان لک ما لابیک کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

یاخذ من فدك قوتكم ويقسم الباقى ويحمل منه فى سبيل الله ولك على الله ان اصنع بها كما كان يصنع فرضيت بذالك واخذت العهد عليه به۔[1]

ترجمہ:...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ کے حقوق وہی ہیں جو آپ کے والد بزرگوار کے لیے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدک کی آمدن سے آپ کے لیے نان ونفقہ الگ کر لیتے تھے اور باقی ماندہ حاجت مند لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور اس رقم سے اللہ کی راہ کے لیے سواری وغیرہ مہیا فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آپ کا مجھ پر حق ہے کہ میں فدک کے معاملہ میں وہی عمل اختیار کروں جو خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنایا تھا، پھر اس پر فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی اور خوش ہو گئیں اور اس پر انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پختہ وعدہ اقرار لے لیا۔

وذالك ان لك مالابيك كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وسلم ياخذ من فدك قوتكم ويقسم الباقى ويحمل منه فى سبيل الله ولك على الله ان اصنع بما كما كان يصنع فرضيت بذالك واخذت العهد عليه به۔[2]

ترجمہ:...... ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو (اس مسئلہ میں اطمینان دلاتے ہوئے) کہا کہ آپ کے والد محترم کے لیے جو حق تھا وہی حق آپ کے لیے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "فدک" کی آمدن سے تمہارے اخراجات لے لیتے تھے اور باقی کو ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور اللہ پاک کے راستہ میں اس سے سواری وغیرہ تیار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر مجھ پر آپ کا حق ہے کہ فدک کے متعلق

---

[1] درہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ، ص ۳۳۱ طبع ایران

[2] شرح نہج البلاغہ، ج ۵ ص ۱۰۷

میں وہی طریق کار جاری رکھوں، جس طرح نبی کریم ﷺ جاری رکھتے تھے۔ پس اس معاملہ فدک کے متعلق فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی اور خوش ہو گئیں اور اس چیز پر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پختہ وعدہ اور عہد لے لیا۔

❁......سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے فدک کے بارے میں راضی ہو گئی تھیں اور صدیقی دور کا عمل درآمد ان کو پسند تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس پر مطمئن اور خوش ہو گئی تھیں۔

❁......فدک کے معاملہ میں نبوی طرز عمل اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل میں کوئی فرق نہیں تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہی طریقہ اپنایا جو رسول اللہ ﷺ نے اختیار فرمایا تھا۔

❁......یہ بات بھی عیاں ہو کر سامنے آ گئی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اہل بیت کے سالانہ خانگی اخراجات فدک کی آمدن سے پورا کیا کرتے تھے۔ کوئی کمی کوتاہی نہیں کی۔ ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور تمام اہل بیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ راضی اور خوش تھے، ان کے درمیان کوئی رنجش اور کدورت باقی نہ تھی۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے رنجش

اہل سنت والجماعت کے نزدیک خلفاء راشدین، ازواج مطہرات، اہل بیت اطہار، جمیع صحابہ کبار اور تمام صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین باہم شیر و شکر تھے۔ ہر فرد دوسرے کا ادب و احترام بجالاتا۔ ایک دوسرے کی محبت کا دم بھرتا اور ہر ایک کی عزت و ناموس کا پاسبان تھا۔ اگر کسی واقعہ میں کبھی باہم شکر رنجی ہوئی بھی تو وہ بالکل عارضی، وقتی اور پادر ہوا کرتی تھی۔

اسی طرح اگر خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا بتول جگر گوشہ رسول ﷺ کا خلیفۃ المسلمین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے میراث کے معاملہ میں اختلاف رائے ہوا۔ تو یہ نہ ہی باعث ملامت اور طعن و تشنیع ہے اور نہ ہی ایک دوسرے کے باہم عزت و وقار اور ایمان و ایقان

کے منافی ہے۔ اگر چہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے ناراض اور خفا ہرگز نہیں ہوئی تھیں، جیسا کہ گزشتہ تفصیلات سے واضح ہے تاہم شیعہ حضرات کی ضد ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا آخر دم تک ناراض رہی ہیں تو ایسے واقعات خود خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور شیر خدا، حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے مابین کئی باتیں مرتبہ پیش آئے، جنہیں شیعہ زعماء نے پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

لیکن پھر بھی اہل سنت والجماعت کی جانب سے نہ انہیں اچھالا گیا ہے اور نہ ہی سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف الزام تراشی کے لیے انہیں استعمال کیا گیا حالانکہ شیعہ کی تصریحات کے مطابق وہ واقعات سنگینی کے اعتبار سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی نسبت شدید ترین ہیں۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔

رنجیدگی کا پہلا واقعہ

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

”جب ارادہ تزویج ہمراہ علی رضی اللہ عنہ ہوا۔ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوشیدہ بیان کیا۔ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میرا اختیار آپ کو ہے، لیکن زنان قریش کہتی ہیں۔ علی بزرگ شکم اور بلند دست ہیں اور بندہائے استخواں گندہ ہیں۔ آگے سر کے بال نہیں۔ آنکھیں بڑی اور ہمیشہ خنداں دہان اور مفلس ہیں۔“[1]

کیا پیکر شرم وحیا، قدسی صفات خاتون جنت رضی اللہ عنہا جو بتول (دنیا سے بے رغبت) بھی شہرت رکھتی ہیں۔ دوشیزگی اور کنوارگی کی حالت میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسی حیا سوز وحیا باختہ گفتگو کی جسارت کرسکتی ہیں؟ ایسی نازیبا باتیں کوئی عام مسلمان دوشیزہ بھی اپنے باپ کے سامنے نہیں کرسکتی، چہ جائیکہ ”سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا“ ایسی شرمناک گفتگو کریں۔ یہ ہرزہ سرائی اور لغو گفتگو شیعہ ہی کے شایان شان ہے اور ان ہی کی خود ساختی اور وضع کردہ لچر گفتگو ہے۔ (العیاذ باللہ)

---

[1] جلاء العیون اردو، ج ۱ ص ۱۸۰

رنجش کا دوسرا واقعہ

کتاب علل الشرائع و بشارۃ المصطفیٰ و خوارزمی میں بسند ہائے معتبر روایت کی ہے ابوذر اور ابن عباس سے۔ جب جعفر طیار رضی اللہ عنہ مدینہ آئے، ایک کنیز کو بطور تحفہ اپنے بھائی علی ابن ابی طالب کے پاس بھیجا اور وہ کنیز جناب امیر کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں آئیں اور دیکھا سر جناب امیر کا اس کنیز کے دامن پر ہے۔ جب یہ حالت ملاحظہ فرمائی متغیر ہوگئیں اور پوچھا اس کنیز کے ساتھ کیا تم نے کوئی تعلق کیا ہے؟ جناب امیر نے فرمایا: بخدا اے دختر رسول میں نے اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں قائم کیا۔ اب جو کچھ تم کو منظور ہو بیان کرو، میں بجالاؤں گا۔

جناب سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے میرے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو۔ جناب امیر نے فرمایا میں نے اجازت دی۔

پس جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چادر سر پر اوڑھی اور اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔ جبرائیل از جناب خداوند جلیل نازل ہوئے اور کہا کہ حق تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے اس وقت فاطمہ تمہارے پاس علی کی شکایت کرنے آئی ہے تم حق علی میں فاطمہ کی کوئی شکایت قبول نہ کرنا۔

جب فاطمہ رضی اللہ عنہا داخل دولت سرائے پدر بزرگوار ہوئیں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ، علی کی شکایت کرنے آئی ہو؟ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں برب کعبہ۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کے پاس پھر جاؤ اور کہو میں تم سے راضی ہوں۔

پس جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا جناب امیر کے پاس آئیں اور تین مرتبہ فرمایا: میں تم سے راضی ہوں، جس میں تمہاری رضا ہے۔ جناب امیر نے فرمایا تم نے میری شکایت میرے دوست، میرے حبیب اور میرے یار رسول خدا سے کی۔ واسو أفاہ۔ افسوس میری

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

شرمندگی پر حضرت رسول خدا کے سامنے۔[1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا ایسی زود رنج تھیں کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے پاس کنیز دیکھ کر خفا اور ناراض ہوگئیں۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ کی قسم پر بھی اعتبار نہ کیا اور ناراض ہو کر میکے چلی گئیں، حتیٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جناب امیر کی صفائی کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

بقول شیعہ حضرات کے سیدہ النساء رضی اللہ عنہا کی یہ ناراضی اور ملال "من اغضبھا فقد اغضبنی" کے زمرے میں نہیں آتا؟ نیز اس خانہ ساز واقعہ کو اہل سنت والجماعت نے بھی کبھی حیدر کرار جناب امیر رضی اللہ عنہ کے خلاف بطور الزام بیان کیا ہے؟

شدید ناراضی کا تیسرا واقعہ

ملا باقر مجلسی شیعہ مجتہد اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک روز شیطان جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا علی ابن طالب نے دختر ابو جہل کی خواستگاری کی ہے۔ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا نے اس شقی سے کہا تو قسم کھا۔ اس نے تین دفعہ قسم کھائی اور کہا جو کچھ میں کہتا ہوں سچ کہتا ہوں۔ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہت غیرت آئی، اس لیے کہ حق تعالیٰ نے عورتوں کے ضمیر میں بہت غیرت قرار دی ہے جس طرح مردوں پر جہاد فرض کیا ہے۔ یہ سن کر جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہایت صدمہ ہوا اور متفکر و متردد ہوئیں۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ جب رات ہوئی تو امام حسین رضی اللہ عنہ کو بائیں کندھے پر بٹھایا اور بایاں ہاتھ ام کلثوم کا اپنے داہنے ہاتھ میں لیا اور اپنے پدر بزرگوار کے گھر تشریف لے گئیں۔

---

[1] اجلاء العیون، اردو، ج ۱ ص ۱۸۸، ۱۹۱ مذکورہ عبارت من وعن جلاء العیون ہی کی ہے۔ اس روایت کو شیعہ کے مشہور و معروف عالم شیخ صدوق نے بھی ذکر کیا ہے۔ علل الشرائع باب نمبر ۱۴۰ ص ۱۶۳ وص ۱۶۴ طبع نجف اشرف عراق۔ اسی طرح ملا باقر مجلسی نے بھی نقل کی ہے۔ بحار الانوار، ج ۱۰ ص ۴۲ باب لیفۃ معاشرتھا مع علی بحوالہ رحماء بینھم ج ۱ ص ۱۵۲

جب جناب امیر رضی اللہ عنہ گھر میں آئے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وہاں نہ دیکھا تو بہت غمگین و محزون ہوئے مگر تشریف لے جانے کا سبب نہ نکلا اور شرم وحجاب دامن گیر ہوا کہ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کو ان کے پدر بزرگوار کے گھر سے بلالیں۔ پس گھر سے باہر نکل آئے اور مسجد میں جاکر بہت نماز ادا کیں اور ایک تودہ خاک میں جمع کر کے اس پر تکیہ فرمایا۔

جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو محزون و مغموم پایا تو غسل کیا اور لباس بدل کر کے مسجد میں تشریف لائے اور نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت کے دعا مانگتے تھے خداوندا فاطمہ کے حزن و ملال کو زائل کر کیونکہ جس وقت گھر سے باہر تشریف لائے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر آئے تھے کہ آپ کروٹیں بدلتیں اور ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہیں۔

پھر گھر میں تشریف لے گئے، دیکھا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نیند نہیں آتی ہے اور بے قرار ہیں۔ فرمایا: اے دختر گرامی! اے فاطمہ اٹھو۔ جب جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا اٹھیں تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین کو اور فاطمہ کو اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے مسجد میں بھی تشریف لائے، یہاں تک کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ پر پہنچے۔ اس وقت جناب امیر رضی اللہ عنہ آرام فرما رہے تھے۔ اس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پاؤں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے اوپر رکھا اور فرمایا: اے ابوتراب! اٹھو، گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے۔ جاؤ اور ابوبکر و عمر اور طلحہ کو بلا لاؤ۔

پس جناب امیر رضی اللہ عنہ گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا لائے۔ جب قریب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ہوئے اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! کیا تم نہیں جانتے کہ فاطمہ میری پارہ تن ہے اور میں فاطمہ سے ہوں، جس نے اسے آزار دیا، جس نے اس کو میری وفات کے بعد آزار دیا گویا ایسا ہے جیسا کہ میری حیات میں آزار دیا اور جس نے اس کو میری حیات میں آزار دیا ایسا ہے کہ گویا میری وفات کے بعد آزار دیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

جناب امیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اسی طرح ہے۔ اس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو کیا باعث ہوا کہ تم نے ایسا کام کیا۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بحق اس خدا کے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو براستی کے بھیجا میں قسم کھاتا ہوں جو کچھ فاطمہ سے کسی نے کہا وہ فی الواقع صحیح نہیں ہے اور میرے دل میں بھی وہ امور نہیں گزرے۔ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی سچ کہتے ہو اور وہ بھی سچ کہتی ہے۔ اس پر فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔[1]

یہ ہے شیعہ حضرات کی حب علی رضی اللہ عنہ اور حب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کیفیت۔ اس افسانہ نگاری میں نہ تو انہیں حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی بلند و بالا شان کا پاس رہا اور نہ ہی خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی عصمت اور پاکدامنی کی پاسداری کی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کو جناب امیر رضی اللہ عنہ کی قسموں پر بھی یقین نہ آیا۔ بلا اجازت شوہر نامدار کی عدم موجودگی میں بال بچوں سمیت میکے چلی گئیں۔ اس واقعہ سے سیدہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر شدید صدمہ ہوا کہ رات کی نیند اڑ گئی۔ بے قراری اور بے چینی میں کروٹیں بدل رہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے چین اور بے آرام ہو گئے اور سیدہ رضی اللہ عنہا اور بال بچوں سمیت مسجد میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور آپنے یار غم خوار سیدنا صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بلا کر جناب امیر رضی اللہ عنہ کی سرزنش کی، ڈانٹا اور کلمات وعید فرمائے۔

اگر شیعہ حضرات کے مجتہد کے بیان کردہ اس واقعہ سے جناب امیر رضی اللہ عنہ پر کوئی طعن و الزام نہیں آیا اور نہ ہی ناراضی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کوئی طوفان بپا ہوا تو پھر سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی وقتی اور عارضی خفگی سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کو کیوں اچھالا جاتا ہے اور اس قدر شور و غل کیوں مچایا جاتا ہے؟

---

[1] اجلاء العیون، اردو، ج ۱ ص ۲۱۷، اس واقعہ کو شیخ صدوق ابن بابویہ القمی نے اس شہرت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ علل الشرائع باب نمبر ۱۴۸ ص بحوالہ رحماء بینھم ج ۱ ص ۱۵۶

رنجیدگی کا چوتھا واقعہ

بحار الانوار باقر مجلسی جلد عاشر (دہم) میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ایک روز صبح کی نماز نبی کریم ﷺ نے پڑھائی۔ چہرہ مبارک غمناک تھا۔ (بعد از نماز ظہر) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ ہم ساتھ تھے۔ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر پہنچ کر دیکھتے ہیں کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سامنے لیٹے ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہو کر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پشت پر اپنے ہاتھ مبارک سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرما رہے تھے قم یا اباتراب (اے ابوتراب کھڑے ہو جایئے) پھر یہ دونوں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہو گئے۔ کچھ دیر ہم لوگ دروازہ پر ٹھہرے رہے۔ کچھ دیر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ خوش چہرہ کے ساتھ منزل فاطمہ رضی اللہ عنہا سے باہر تشریف لے آئے۔ ہم نے عرض کیا کہ جناب غمناک حالت میں داخل خانہ ہوئے تھے، اب مسرت و خوشنودی کے آثار نمایاں ہیں؟ فرمایا کہ:

کیف لا افرح وقد اصلحت بین اثنین احب اھل الارض الی اھل السمآء۔

یعنی میں کس طرح نہ خوش ہوں، حالانکہ میں نے ایسی دو ہستیوں کے درمیان صلح و مصالحت کرادی ہے جو آسمان والوں کے ہاں زمین والوں سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ [1]

غضبناکی کا پانچواں واقعہ

علماء شیعہ نے بڑی شد و مد اور تفصیل کے ساتھ خاتون جنت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت امیر، شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے غضبناک اور ناراض ہونا ذکر کیا ہے۔ الطبرسی لکھتے ہیں:

1۔ بحار الانوار، ج ۱۰ ص ۴۳، ۴۴ باب کیفیۃ معاشرتھا مع علی رضی اللہ عنہ بحوالہ رحماء بینھم ج ۱ ص ۱۵۲

ثم انکفئت علیھا السلام وامیر المومنین علیه السلام یتوقع رجوعھا الیه. ویتطلع طلوعھا علیه فلما استقرت بھا الدار، قالت: لا امیر المومنین علیه السلام.

یاابن ابی طالب، اشتملت شملة الجنین، وقعدت حجرة الظنین۔ [1]

ترجمہ:...... حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فدک نہ ملنے کی بناء پر واپس لوٹیں، امیر المومنین رضی اللہ عنہ ان کے انتظار میں تھے تو وہ سخت پریشانی اور غضبنا کی کی حالت میں تھیں۔ انہوں نے امیر علیہ السلام سے کہا:

"اے ابوطالب کے بیٹے! آپ تو یہاں اس طرح چھپے بیٹھے ہیں جس طرح ماں کے رحم میں بچہ چھپا ہوا ہو اور آپ لوگوں سے اس طرح پوشیدہ ہو کر بیٹھ گئے ہیں جیسے کسی آدمی پر تہمت لگی ہو"

باقر مجلسی نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی غضبنا کی کی زبردست منظر کشی کی ہے جو شیعہ کو زیب دیتی ہے۔ اہل سنت ایسی نازیبا گفتگو کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

پس حضرت فاطمہ بجانب خانہ برگردید و حضرت امیر المومنین انتظار معاودۃ اومی کشید چوں بمنزل شریف قرار گرفت...... خطابہائے درشت باسید اوصیاء نمود کہ مانند جنین دارحم پردہ نشین شدۂ و مثل خاماں درخانہ گیریختہ بعد از آنکہ شجاعان دہر رابر خاک ہلاک افگندی مغلوب ایں نامرداں گردیدۂ اینک پسر ابوقحافہ بظلم و جبر بخشیدۂ پدر مراو معیشت فرزندانم را از من می گیرد وبہ آواز بلند بامن مخاصمہ ولجاج میکند وانصار مرایاری نمی کنند ومہاجران خودرا بکنار کشیدہ اند وسائر مردم دیدہ ہارا ہوشیدہ اند نہ واقعے دارم نہ مانعے ونہ یاورے دارم نہ شافعے۔

---

[1] احتجاج طبری ج ۱ ص ۱۴۵ عنوان عتاب الزہرا الامیر المومنین علیہ السلام مطابع النعمان نجف اشرف ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء الامالی شیخ ابی جعفر الطوسی، ج ۴ ص ۲۹۵ طبع نجف اشرف بحوالہ حماء بینھم ج ۱ ص ۱۵۲

خشمناک بیروں رفتم وغمناک برگشتم خود را ذلیل کردی در روزیکہ دست از سطوت خود برداشتی گرگاں می درندومی برندوتو از جائے خود حرکت نمی کنی۔ کاش ازیں پیش مذلت وخواری مردہ بودم رائے برمن در ہر صبحی وشامی محل اعتماد من مردویاور من ست شد شکایت من بسوئے پدر من ست ومخاصمہ من بسوئے پروردگار من است۔ [1]

ترجمہ:...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کی جانب واپس آئیں، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں پہنچی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سخت الفاظ کے ساتھ خطاب کرنے لگیں کہ جیسے رحم مادر میں بچہ ہوتا ہے، اس طرح تم پردہ نشین ہو کر بیٹھ گئے ہو۔ خائب وخاسر لوگوں کی طرح گھر میں بھاگ کر آ گئے ہو۔ زمانہ کے بڑے بہادر لوگوں کو آپ رضی اللہ عنہ نے پچھاڑ دیا، لیکن نامرادوں سے مغلوب ہو گئے ہو۔ میرے باپ کی بخششیں کو اور میرے فرزندوں کی معیشت اور گذران کو مجھ سے ابوقحافہ کا بیٹا (ابوبکر رضی اللہ عنہ) چھین رہا ہے اور بلند آواز سے میرے ساتھ لڑائی جھگڑا کر رہا ہے۔ انصار میری مدد نہیں کر رہے اور مہاجر لوگ کنارہ کشی کر چکے ہیں۔ تمام آدمیوں نے چشم پوشی اختیار کر لی ہے۔ نہ ہمارا کوئی جنگ کرنے والا ہے نہ مددگار اور نہ سفارشی ہے۔ غصہ کی حالت میں باہر گئی تھی، غمناک حالت میں واپس ہوئی ہوں۔ جس روز سے آپ نے سطوت ودبدبہ سے ہاتھ کھینچ لیا اُس روز سے اپنے آپ کو ذلیل کر دیا ہے۔ بھیڑیئے پھاڑ رہے ہیں (درندے کھا رہے ہیں) آپ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے۔ کاش کہ اس ذلت وخواری سے قبل میں مرجاتی۔ افسوس کہ ہر صبح وشام میرے اعتماد کا مقام ختم ہو گیا اور میرا معاون سست ہو گیا۔ اب میری شکایت میرے والد کی خدمت میں ہے اور میرا تنازعہ میرے پروردگار کے حوالہ ہے۔

---

[1] حق الیقین، ص ۲۱۰ سازماں انتشارات جاویدواں ۱۰ ربیان مطاعن ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حق الیقین مطبوعہ لکھنؤ، ص ۱۲۵، اور طبع ایرانی جدید، ص ۲۰۳ بحوالہ رحماء بینھم، ج ۱ ص ۱۵۵

اساتذہ وطلبہ اور شائقینِ علمِ حدیث کے لیے

ایک نادر علمی تحفہ، عظیم خوشخبری اور شہ کار پیشکش

شرح

صحیح مسلم

تالیف: شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی

حدیث کی جلیل القدر کتاب "صحیح مسلم" کی سہل ترین،

دلنشین تشریح، حدیث اور فقہ کے علمی مباحث کا سلجھا ہوا بیان،

نقدِ حدیث کے نادر مباحث، بیانِ مذاہب' دلائل اور مذہبِ راجح کے وجوہِ ترجیح،

حلِ نسخہ اور مشکل لغات کی توضیح، معرکۃ الآراء موضوعات پر محدثانہ فقیہانہ اور حکیمانہ گفتگو،

محدثین علماءِ دیوبند کے مزاج اور مسلکِ اعتدال کے عین مطابق، جدید دور کے تقاضوں کو ملحوظ

رکھتے ہوئے اپنے طرز کی پہلی، انوکھی، دلچسپ اور مفصل اردو شرح، خالص درسی اور تدریسی انداز،

مؤلف کی اڑتیس سالہ

علمی، تحقیقی، مطالعاتی زندگی اور تدریسی تجربات کا نچوڑ'

اساتذہ کی طرح طلبۂ دورۂ حدیث کے لئے بھی اَخذ واستفادہ بہت آسان'

شرح صحیح مسلم سے استفادہ' بیسیوں شروحات کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

آغاز کتاب سے کتاب صلاۃ المسافرین تک ۱۴ جلدیں منظر عام پر آگئی ہیں۔ مزید کام جاری ہے

فی جلد ہدیہ: ۸۰۰ روپے ... مکمل ۱۴ جلد ہدیہ: ۱۱۲۰۰ روپے

دینی مدارس کے اساتذہ اور طلبہ کے لیے

خصوصی رعایت



القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد نوشہرہ کے پی کے پاکستان